ابنِ صفی

جلد نمبر
25

جاسوسی دنیا

76- وبائی ہیجان

77- اونچا شکار

78- آوارہ شہزادہ



پیشرس

جاسوسی دنیا کا چھہترواں ناول حاضر ہے.... یہ بھی تاخیر ہی سے پیش کررہا ہوں۔ اگر ایک بار ڈیوڑھ بگڑ جائے تو پھر دوبارہ اعتدال بھی آنے کے لئے خاصی جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور پھر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ آج کل کراچی کا موسم کیسا جارہا ہے۔ ایسے موسم میں اگر کوئی لکھنے بیٹھے تو کیا لکھے گا اور کتنا لکھ سکے گا۔ پھر بھی آپ بس یہ سمجھ لیجئے کہ میں نے اس بار آنچ اور انگاروں میں بیٹھ کر قہقہوں کی جنت تعمیر کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کہانی میں حمید آپ کو ایک ایسے روپ میں نظر آئے گا، جس روپ میں آپ نے اُسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ کچھ دیر قاسم صاحب سے بھی ملاقات رہے گی۔ مگر اس ملاقات کے اثرات کافی دیرپا ثابت ہوں گے۔ یعنی آپ کو جب بھی یہ سچویشن یاد آئے گی۔ آپ بے ساختہ ہنس پڑیں گے۔ شہر میں ایک عجیب وغریب وبا پھیلتی ہے اور حمید بھی اس وبا کا شکار ہوجاتا ہے۔ فریدی اس وباء سے بچنے کے لئے شاید وقتی طور پر شہر ہی چھوڑ دیتا ہے۔

یہ کہانی بھی میری دوسری کہانیوں کی طرح اپنا ایک الگ انداز رکھتی ہے۔ کہانی میں آپ کو کئی نکتے ایسے بھی ملیں گے، جن پر تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی گئی۔ ان پر آپ خود غور کیجئے کہ ایسا کیونکر ہوا ہوگا۔ یا اس کے بعد کیا ہوا ہوگا۔

ابن صفی

کھوپڑی

نادر محل ایک بہت پرانی عمارت تھی۔ اس کے بعض حصے ٹوٹ کر کھنڈر میں تبدیل ہوگئے تھے، لیکن اس کے باوجود بھی صحیح وسالم حصوں میں پہنچنے کے لئے صدر دروازے کا قفل کھولنا ضروری تھا یا پھر دوسری صورت یہ ہوسکتی تھی کہ بیس بائیس فٹ اونچی دیواریں پھلانگی جائیں۔

یہ عمارت پچھلے دور کی یادگار تھی اور شہر کے اس حصے میں آباد تھی جسے آج بھی پرانے شہر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہاں کی اکثر عمارتیں پرانی اور مرمت طلب تھیں، لیکن بہت کم ایسی تھیں، جو آباد نہ ہوں۔ غیر آباد عمارتوں میں نادر محل بھی تھا۔ ایک دن آس پاس والوں کو معلوم ہوا کہ نادر محل بھی کرائے پر اٹھ گیا ہے۔ اس کے مالکان نئے شہر کے ایک جدید طرز پر آباد حصے میں رہتے تھے۔

کرائے پر اٹھنے کی خبر تو انہیں ملی تھی لیکن ابھی تک اسمیں کسی نے رہائش نہیں اختیار کی تھی۔

تین چار دن بعد نادر محل کے صدر دروازے پر ایک ٹیکسی رکی اور چار آدمی اترے جن کے جسموں پر بہترین قسم کے سوٹ تھے۔ ان میں سے ایک نے صدر دروازے کا قفل کھولا اور وہ چاروں اندر داخل ہوگئے۔

صدر دروازہ اندر سے بند کردیا گیا۔ اب وہ ایک لمبی سی نیم تاریک راہداری میں تھے، جو ابابیلوں اور چمگادڑوں کی بیٹ کی بدبو سے گونج رہی تھی۔

راہداری سے گزر کر وہ صحن میں آئے۔ یہاں چاروں طرف جھاڑ جھنکاڑ نظر آرہے تھے۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے سالہا سال سے کوئی ادھر نہ آیا ہو۔

چاروں وحشت زدہ سے نظر آنے لگے۔ دفعتاً ان میں سے ایک نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا جس پر ایک چھوٹی سی سرخ جھنڈی لہریں لے رہی تھی۔

وہ صحن سے گذر کر وسیع دالان میں پہنچے۔ یہیں کے ایک دروازے پر جھنڈی لہرا رہی تھی۔

چوڑے شانے والے آدمی نے مڑ کر اپنے تینوں ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر دروازے میں داخل ہو گیا۔ اُسے توقع تھی کہ یہ کمرہ بھی نیم تاریک اور گرد و غبار کے اٹا ہوا ہوگا لیکن اس کے برخلاف اس کی صاف ستھری فضا نے اسے متحیر ہونے پر مجبور کر دیا۔ بڑے بڑے روشندانوں سے روشنی اندر آ رہی تھی اور یہاں اُس قسم کی بدبو کا نام و نشان تک نہیں تھا جس سے گزر کر وہ صحن میں پہنچے تھے۔

کمرے کے وسط میں چمکدار سطح والی ایک بڑی سی میز بچھی ہوئی تھی لیکن اُس پر جو چیز نظر آئی اس نے اس کے قدم روک دیئے۔ یہ کسی آدمی کی کھوپڑی کی ہڈی تھی۔ شفاف اور چمکدار دانتوں کی سفید سفید قطاریں بڑی بھیانک لگ رہی تھیں۔

چوڑے شانے والا اپنے ساتھیوں سے کچھ آگے بڑھ آیا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اُن کی طرف مڑ کر دیکھا۔ تینوں کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔ انہوں نے بیک وقت اپنے ہونٹوں پر زبانیں پھیریں۔

وہ چند لمحے اُن کی طرف دیکھتا رہا لیکن کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ یہ ایک دراز قد اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ شانے نمایاں طور پر چوڑے تھے اور بال ہٹلر کی سی اسٹائل میں پیشانی پر جھولتے رہتے تھے۔

وہ بڑی توجہ اور دلچسپی سے اس کھوپڑی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر میز کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو.....!" اس کا ایک ساتھی ہاتھ اٹھا کر پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔ "پتہ نہیں یہ کون سا شیطانی چکر ہے۔ ہمیں محتاط رہنا چاہیئے۔"

چوڑے شانے والے نے لاپروائی سے گردن جھٹک کر کھوپڑی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"نہیں.....!" دوسرے نے بھی اُسے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن اس کا ہاتھ کھوپڑی پر پڑ ہی گیا مگر پھر جھٹکے کے ساتھ ہٹ آیا۔ کھوپڑی سے عجیب قسم کی آواز نکلی تھی.....اور پھر اُس نے دائرے کی شکل میں میز پر ناچنا شروع کر دیا۔

دروازے کے قریب کھڑے ہوئے تینوں آدمی ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہوئے بھاگ نکلے لیکن چوڑے شانے والا میز پر دونوں ہاتھ ٹیکے قدرے جھکا ہوا کھوپڑی کا ناچ دیکھتا رہا۔ نہ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی اور نہ خوف کی جھلکیاں تھیں بلکہ انکے برخلاف حقارت جھانک رہی تھی۔

یک بیک اس نے پھر ہاتھ بڑھایا اور ناچتی ہوئی کھوپڑی کو پکڑ لیا۔ کھوپڑی رک گئی اور اب اُس سے خارج ہونے والی بھنبھناہٹ بھی رک گئی تھی۔ لیکن جیسے ہی اُس نے اُسے میز سے اٹھایا بھنبھناہٹ کی آواز پھر خارج ہونے لگی۔

اس نے کھوپڑی کے نچلے حصے کو اپنی طرف کر لیا۔ تین چھوٹے چھوٹے پہیئے بڑی تیزی سے گردش کر رہے تھے اور ان کی یہی گردش بھنبھناہٹ کی آواز پیدا کر رہی تھی۔

وہ اسے اسی طرح اٹھائے رہا اور تھوڑی دیر بعد پہیوں کی گردش تھم گئی۔ چوڑے شانے والے کے ہونٹوں پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ تھی۔ اس نے کھوپڑی کو میز پر ڈال دیا اور متجسسانہ نظروں سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ اُس قدیم عمارت کے ایک ایک گوشے میں چکراتا پھر رہا تھا۔ اسے اپنے اُن ساتھیوں کی بھی پرواہ نہیں تھی، جو کچھ دیر پہلے ڈر کر وہاں سے بھاگ نکلے تھے۔ پوری عمارت کا چکر لگا لینے کے بعد وہ پھر اُسی کمرے میں واپس آ گیا جہاں اُس نے میز پر کھوپڑی چھوڑی تھی۔

مگر اب اُس کھوپڑی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اُس نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی اور کمرے سے باہر نکل آیا..... لیکن اس کے انداز سے خوف نہیں ظاہر ہو رہا تھا اس کے برعکس اس کی آنکھوں میں شوخیوں اور شرارتوں کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔

وہ جچے تلے قدم اٹھاتا ہوا عمارت سے باہر آ گیا۔ صدر دروازہ دوبارہ مقفل کر کے وہ ٹیکسی کی طرف چل پڑا۔ ٹیکسی میں اُس کے تینوں ساتھی موجود تھے۔ اُسے دیکھ کر اُن کے چہرے کھل اٹھے۔

وہ خاموشی سے ڈرائیور کے پاس جا بیٹھا۔ ڈرائیور کچھ نروس سا نظر آ رہا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ اس کے تینوں ساتھیوں کی بدحواسی دیکھ کر پریشان ہو گیا ہو۔

"چلو.....!" چوڑے شانے والا غرایا۔

ٹیکسی چل پڑی۔ وہ سب خاموش تھے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ گرین اسکوائر کے ایک ہوٹل کے سامنے ٹیکسی سے اتر گئے۔

شام کے تین بجے تھے۔ ابھی ہوٹلوں میں اتنی بھیڑ نہیں ہوئی تھی کہ انہیں کوئی خالی میز نہ ملتی۔ وہ ایک گوشے میں جا بیٹھے۔

چوڑے شانے والا اپنے ساتھیوں کو خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

"ہم کیا کرتے ناگر....!" دفعتاً اُس کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔ "ہمیں اس کی توقع نہیں تھی کہ وہاں....!"

"ایک ایسی کھوپڑی سے ملاقات ہوگی، جو بڑے بڑے ہاتھوں کو چبائے بغیر نگل لیتی ہے۔" ناگر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"سنو یار....!" دوسرا ساتھی میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "یہ کام ہمیں پاگل بنا دے گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ان حرکتوں کا مقصد کیا ہے۔"

"کیا اب تک تمہیں کسی کو دھوکا دینا پڑا ہے؟" ناگر غرایا۔

"نہیں....!"

"کسی کو قتل کرنا پڑا ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر کیوں دم نکل رہا ہے۔ کیا تمہیں معقول معاوضہ نہیں مل رہا ہے۔ اس پکڑ دھکڑ کے زمانے میں جب تم قرضوں کے بار سے لدے جا رہے تھے اور فاقوں کی نوبت پہنچ گئی تھی کیا یہ ملازمت ایک آسمانی انعام سے کم درجہ رکھتی ہے۔"

"ہم صرف مقصد جاننا چاہتے ہیں ناگر....!" تیسرے آدمی نے کہا۔

"مقصد تو مجھے بھی نہیں معلوم۔" ناگر نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

"اگر ہمیں کسی کو قتل کرنا پڑا ہوتا تو ہم مطمئن ہو جاتے۔ چین سے سو سکتے لیکن ایسے حالات میں....!"

"تم اب بھی چین سے سو سکتے ہو۔"

"نہیں ایسے حالات میں ممکن نہیں۔"

"حالات ہی سے پیچھا چھڑا لو۔ تمہیں کسی نے پکڑ نہیں رکھا ہے۔" ناگر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

ایک ناگوار سی خاموشی چھا گئی۔ انہوں نے ناگر کا یہ جملہ اچھے دل سے نہیں سنا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک نے طویل سانس لے کر کہا۔ "تم اپنی کہو۔ وہ کھوپڑی کیسی تھی۔"

"بس کھوپڑی....!" ناگر مسکرایا۔ "اور... اور ناچ رہی تھی... پھر ناچتے ناچتے غائب ہو گئی۔"

"غائب ہو گئی۔" تینوں نے بیک وقت کہا۔

"ہاں غائب ہو گئی۔" ناگر نے لاپروائی سے کہا۔

"اوہ.... تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔"

"کیا بات ہوئی۔" ناگر مسکرایا۔ "اگر غائب نہ ہو گئی ہوتی تو دیکھتا کہ وہ کیا بلا تھی۔"

"کیا تم ہمیں ڈرانا چاہتے ہو۔"

"میں.... نہیں تو.... تم خود ہی ڈر کر بھاگے۔"

"یہ ہیں رستم کے بھتیجے۔" ایک نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم خواہ مخواہ اپنی کھوپڑی خالی نہ کرو۔"

"ورنہ وہ بھی خالی ہو کر ناچنے لگے گی۔" ناگر نے قہقہہ لگایا۔

"اب یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے۔" تیسرا بولا، جو دیر سے خاموش تھا۔

"ناگر ہی ہمیں بیوقوف بنا رہا ہے۔"

"اور تم پر ہزاروں روپے خرچ کر کے بیوقوف بن رہا ہے۔" ناگر نے مسکرا کر کہا۔

"کون جانے کوئی لمبا چکر ہو۔ لاکھوں کے وارے نیارے ہوں اور ہمیں بیوقوف بنا کر صرف ہزاروں سے کام نکالا جا رہا ہو۔ ناگر کو کون نہیں جانتا۔"

"دیکھو....!" ناگر نے دفعتاً سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ مجھے جواب دہ نہیں ہو اور نہ میں نے تمہیں نوکر رکھا ہے۔ اگر تم الگ ہونا چاہتے ہو تو شوق سے ہو جاؤ۔ یہاں تو آم کھانے سے مطلب ہے۔ اگر ہو سکا تو گٹھلیوں کے بھی دام وصول کرنے کی کوشش کریں گے۔ البتہ درخت وہی گنتا پھرے جس نے لگائے ہوں۔"

"آہا.... تو کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ ناگر کو اس لونڈیا سے روٹیاں ملتی ہیں۔"

"تمہیں کس سے ملتی ہیں۔" ناگر نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔ "ناگر کا وقت بگڑ گیا ہے۔ اس لئے تم لوگ اُس سے اس لہجے میں گفتگو کرنے کی ہمت کر رہے ہو۔"

"کرنل فریدی کی وجہ سے بہتوں کا وقت بگڑ گیا ہے اکیلے تم ہی نہیں ہو۔"

"کچھ بھی ہو! میں تھوڑے دنوں تک ہاتھ پیر بچا کر رہنا چاہتا ہوں، اُس کے بعد کرنل فریدی کو بھی دیکھوں گا۔ یہ چیز میرے ذہن سے کبھی نہیں نکل سکتی کہ میں اس کی وجہ سے کوڑی کوڑی کا محتاج ہو رہا ہوں۔ تین جوئے خانے بند کرنے پڑے.... ایک پرستانی اڈہ ختم کرنا پڑا.... اور....!"

وہ چاروں اس سمت دیکھنے لگے جدھر سے ایک اسمارٹ قسم کی یوریشین لڑکی تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی ان کی طرف آ رہی تھی۔ یہ سرمئی پتلون اور سفید سلکن جیکٹ میں بڑی دلکش لگ رہی تھی۔ اس کے بال سنہرے اور گھونگھریالے تھے۔

وہ احتراماً کھڑے ہو گئے۔ لڑکی نے سر ہلا کر شاید خوشی ظاہر کی تھی اور اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ گہری نیلی نظر آنے لگی تھیں۔

ایک نے اس کے لئے میز کے قریب کرسی کھسکائی اور اس نے اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ اس کا یہ تجربہ تم لوگوں کے لئے تھوڑا بہت پریشان کن ثابت ہوا ہو گا۔" پھر وہ ناگر کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

ناگر کی آنکھوں میں سوال تھا.... شاید وہ اس مسکراہٹ کا مطلب معلوم کرنا چاہتا تھا۔

"آج تصفیہ ہو گیا مسٹر ناگر....!" لڑکی نے کہا۔

"کس بات کا تصفیہ۔"

"یہ لوگ تمہارے چارج میں رہیں گے.... باس کا خیال ہے کہ تم بہتر طور پر ان کی رہنمائی کر سکو گے۔"

"اس خیال کی وجہ....!" ناگر مسکرایا.... وہ اُس کے گھونگھریالے بالوں میں جیسے کچھ تلاش کر رہا تھا۔

"ناچنے والی کھوپڑی.... باس تمہیں ایک مضبوط دل والا اور ذہین آدمی سمجھتا ہے۔"

ناگر نے اپنے ساتھیوں کی آنکھوں میں بے اعتباری کی جھلکیاں دیکھیں.... اور پھر مسکرا کر بولا۔ "مگر ان لوگوں کا خیال ہے کہ باس میں ہی ہوں۔"

"میں اور تم کوئی ایسا پلاٹ بنا رہے ہیں.... کوئی ایسا پلاٹ....!" وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

لڑکی نے ایک سریلا سا قہقہہ لگایا۔ "حالات ہی ایسے ہیں مسٹر ناگر۔ ہم میں سے کوئی بھی کسی پر اعتماد نہیں کر سکتا.... مگر چونکہ ابھی تک میری دانست میں ہم لوگوں کے ذریعہ کوئی غیر قانونی حرکت نہیں ہوئی۔ اس لئے سوچتی ہوں کہ....!"

"ٹھیک سوچتی ہو تم....!" ناگر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اس مسئلے پر بحث کرنا وقت ضائع کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں.... اب یہ بتاؤ کہ مجھے احکامات تمہارے توسط سے ملیں گے یا براہِ راست....!"

"فی الحال میرے ہی توسط سے....!"

"یہ بڑی اچھی بات ہے.... یہ بڑی اچھی بات ہے....!" ناگر بے حد خوش نظر آنے لگا تھا اور اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"کیوں....؟" لڑکی چونک کر اُسے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اوہ.... کک.... کچھ نہیں۔" ناگر بغلیں جھانکنے لگا۔

لڑکی نے بھی بات اڑا دی۔ اُن میں سے ایک نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کچھ منگوایا تھا....

تھوڑی دیر بعد چائے آ گئی جس کے ساتھ جھینگے اور سینڈوچز بھی تھے۔ ناگر کے تینوں ساتھی غیر مطمئن نظر آ رہے تھے۔ چائے کے دوران مین وہ خاموش ہی رہے۔ اس کے بعد لڑکی نے کہا کہ ناگر اُس سے چھ بجے شام کو میونسپل گارڈن میں ملے۔

پھر وہ چائے پئے بغیر اٹھ گئی۔ وہ چاروں ہی اُسے پر اشتیاق نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اُس کے چلنے کا انداز بے حد دلکش تھا۔

"چلو.... یہ بھی ایک ہی رہی۔" تھوڑی دیر بعد ایک آدمی بولا۔ "اب ہماری نکیل ناگر کے ہاتھوں میں ہے یعنی کہ....!"

وہ خاموش ہو کر ناگر کی طرف دیکھنے لگا۔ ناگر مسکرا رہا تھا۔

"تو یہ کھوپڑی کا قصہ دراصل ہمارا امتحان تھا.... کیوں ناگر۔" دوسرا بولا۔

"نئی اطلاع سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔" ناگر نے لاپروائی سے کہا۔

"اچھا.... اب اگر ہم کام کرنے سے انکار کر دیں تو....!"

"میرا کیا بگڑے گا اس سے.... مجھے صرف اتنا ہی کرنا ہو گا کہ تمہارے فیصلے کی اطلاع باس

کو دے دوں۔"

"اس کے بعد پولیس بھی ہماری بہم پہنچائی ہوئی اطلاعات سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔"

یک بیک ناگر بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا۔

"جب تک ناگر اس کھیل میں شریک ہے تم ایسا نہیں کر سکو گے۔" ناگر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا سانپ کی طرح پھپھکارا۔ "یہ نہ سمجھو کہ میں بالکل ہی بے دست وپا ہو گیا ہوں۔ وقتی مصلحت تھی کہ میں نے اپنے جوئے خانے بند کر دیئے، ورنہ ناگر کے بازوؤں میں اب بھی قوت موجود ہے اور اس کا جوڑ توڑ کرنے والا ذہن بھی آزاد ہے۔"

"تم ہمیں دھمکی دے رہے ہو۔" ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"صرف ایک معاملہ صاف کیا ہے۔" ناگر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ "صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے الگ ہو کر بھی خسارے ہی میں رہو گے۔ میں آج بھی اپنے راستے پر آئے ہوئے روڑوں کو ٹھوکر مار کر ایک طرف ہٹا سکتا ہوں۔"

"ارے یار تم مذاق کو لے دوڑے۔ ختم بھی کرو۔"

"چلو.... ختم....!" ناگر نے کہا اور ہنس پڑا۔

"وہ چھ بجے تم سے ملے گی۔" ایک نے پوچھا۔

"ہاں.... آں۔"

"اور وہاں ہم میں سے کوئی بھی نہ ہو گا۔"

"قطعی....!"

"اگر ہم میں سے کوئی موجود ہوا تو....!"

"اُسے ہم سے کم از کم اتنے فاصلے پر رہنا پڑے گا کہ وہ ہماری گفتگو نہ سن سکے۔"

انہوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"میں سمجھتا ہوں۔" ناگر اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ "یہ چیز تمہارے ذہنوں سے نہیں نکل سکتی کہ میں ہی باس ہوں۔"

وہ کافی دیر تک اسی مسئلے پر گفتگو کرتے رہے پھر ناگر ہی وہاں بیٹھا رہ گیا۔ اس کے تینوں ساتھی اٹھ گئے تھے۔

ناگر تھوڑی دیر تک وہیں بیٹھا رہا پھر اٹھ کر کاؤنٹر کلرک کے قریب آیا۔ یہ ایک سیاہ فام مگر اچھے ناک نقشے والی لڑکی تھی۔

"میری کوئی کال....!" اُس نے لڑکی سے پوچھا۔

"نہیں.... ناگی.... اوہ.... سنو تو.... تم آج کل عموماً بہت جلدی میں رہتے ہو۔ کیا تم مجھے نہ بتاؤ گے کہ وہ لڑکی کون ہے؟"

"وہ میری ایک ملنے والی ہے برتھی۔ کہو یہاں تمہارا دل لگ رہا ہے نا۔ کیوں لگتا ہو گا.... گھبراؤ نہیں میں پھر کاروبار شروع کرنے والا ہوں۔ اچھا.... چیریو.... میری کالوں کا خیال رکھنا۔"

وہ صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

چیخیں

لیڈی انسپکٹر ریکھا نے پکنک کا پروگرام بڑی خاموشی سے بنایا تھا اور پکنک پارٹی میں سب لڑکیاں ہی تھیں۔ ان کی تعداد دس تک پہنچ گئی تھی۔ لڑکیاں سب محکمے ہی کی تھیں۔

پروگرام بنانے میں رازداری اس لئے برتی گئی تھی کہ کہیں کیپٹن حمید کے کانوں میں بھنک نہ پڑ جائے۔ مگر ان میں کچھ لڑکیاں ایسی بھی تھیں جن کے لئے حمید کی موجودگی ہی سب سے بڑی تفریح ہوتی۔ بس ایک نے حمید تک پہنچا ہی دی یہ بات۔

اتوار کی صبح تھی۔ وہ سب فن آئی لینڈ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ان کے ساتھ کھانے پینے کا بہترین سامان تھا۔ ریکھا کی ایک خالہ مرغ مسلم کی اسپیشلسٹ تھی۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس موقع پر اُس کے باسکٹ میں دو چار مرغ مسلم کیوں نہ ہوتے۔ ہلدا ٹپل جو سپرنٹنڈنٹ کی اسٹینو تھی اپنے باسکٹ میں صرف کچی ادرک ملے ہوئے قیمے کے سموسے بھر لائی تھی۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس قسم کے سموسوں کی لذت کا راز صرف ان کے خاندان والوں کو معلوم تھا، جو سینہ بہ سینہ اُس تک بھی پہنچا تھا۔ جولیا ڈرینہام صرف پڈنگ لائی تھی اور پڈنگ بھی ایسی، جو اُس کے خیال کے مطابق ہنری ہشتم ہی کے خاندان کا راز تھا، جو سینہ بسینہ جولیا ڈرینہام تک چلا آیا تھا۔

ثریا اکبر مونگ کے پاپڑ لائی تھی جس کا نسخہ اس کی دادی اپنے ساتھ لیتی چلی گئی تھی لیکن پھر

غلطی کا احساس ہوتے اُسے بوالپسی ڈاک ثریا تک پہنچانا پڑا تھا۔

غرضیکہ جتنی بھی چیزیں تھیں سب پر اسپیشل کی چھاپ لگی ہوئی تھی۔

فن آئی لینڈ پہنچ کر انہوں نے ایک سرسبز ٹیکرہ منتخب کیا۔ جس پر ایک سایہ دار درخت بھی تھا۔

تھوڑی دیر بعد تفریح شروع ہو گئی۔ کسی نے گراموفون سنبھال لیا اور کوئی تھرکنے لگی۔ کچھ تاش کھیلنے بیٹھ گئیں اور کچھ سبزے پر چت لیٹ کر ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا اپنے پھیپھڑوں میں بھرنے لگیں۔

پھر ایک خوش رنگ پرندے کو پکڑنے کے لئے انہیں ٹیکرے سے نیچے بھی اترنا پڑا۔ یہ پرندہ نہ جانے کدھر سے آیا تھا، جو زیادہ دور تک نہیں اڑ سکتا تھا۔

وہ تھوڑی دور اڑتا اور پھر زمین پر آ رہتا۔ یہ اس کے پیچھے دوڑتیں اور پھر جیسے ہی قریب پہنچتیں وہ پھر اڑ جاتا۔ اس طرح وہ ٹیکرے سے نیچے اتر آئیں۔ لیکن پرندہ ابھی تک اُن کے ہاتھ نہیں لگا تھا.... اور پھر ایک بار تو وہ بالکل ہی ناامید ہو گئیں۔ پرندہ ایک اونچے درخت کی شاخ میں پنجے گاڑے پر پھڑپھڑا رہا تھا پہلے تو وہ سمجھیں کہ پرندہ سنبھل نہیں سکے گا لیکن پھر وہ شاخ پر جم ہی گیا تھا۔

"اگر اسے پھر اڑایا جائے۔" ایک لڑکی نے تجویز پیش کرنی چاہی۔

"ارے جانے بھی دو۔" ریکھا نے کہا۔ "میں تو دراصل یہی چاہتی تھی کہ وہ درخت پر پہنچ جائے ورنہ کسی جانور کا لقمہ بن جاتا۔"

"پتہ نہیں کیا بات ہے.... کچھ مزہ نہیں آ رہا ہے۔" جولیا بولی۔

"کیوں مزہ کیوں نہیں آ رہا ہے۔" ریکھا نے پوچھا۔

"خدا جانے.... یہ ساری تفریح کچھ پھیکی پھیکی سی ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔" ریکھا مسکرائی پھر سنجیدگی سے بولی۔ "تفریح تمہیں اسی لئے پھیکی لگ رہی ہے کہ کوئی مرد ساتھ نہیں ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ تم نے صحیح اندازہ لگایا ہو...." جولیا نے کہا۔

"ارے ہم یہاں بحث کرنے نہیں آئے.... چلو....!" ہلدا نے کہا اور دوڑ کر ٹیکرے پر چڑھنے لگی۔

پھر وہ سب وہیں آ گئیں جہاں اُن کا سامان رکھا ہوا تھا۔

لیکن اُس وقت قیامت آ گئی جب وہ تھک تھکا کر کھانے کے لئے بیٹھیں کیونکہ ریکھا کے باسکٹ سے تین کڑکڑانے والی مرغیاں برآمد ہوئی تھیں مگر چونکہ مردہ تھیں اس لئے کڑکڑا کر اُن کا جی نہیں خوش کر سکتی تھیں۔ سموسوں کی باسکٹ میں گھونگھے اور سیپیاں نظر آئیں۔ ثریا اکبر کے اسپیشل پاپڑ پیڑیوں میں تبدیل ہو چکے تھے، البتہ جولیا کی لائی ہوئی شاہی پڈنگ بالکل محفوظ تھی۔

ریکھا نے اشتباہ آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں۔ صرف ریکھا ہی خاموش تھی، ورنہ اور تو جس کے جی میں جو آئی تھی کافی اسپیڈ سے بکے جا رہی تھی۔

پھر تھوڑی دیر بعد انہیں ہوش آیا اور وہ چاروں طرف اُس نامعقول چور کو تلاش کرنے لگیں، جو انہیں اس طرح چوٹ دے گیا تھا۔

ریکھا صرف جولیا کو گھورے جا رہی تھی۔

"ارے.... کیا اب تم مجھے کھاؤ گی۔" جولیا نے ہنس کر کہا۔

"شاید....!" ریکھا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"ارے واہ.... کیا تم یہ سمجھتی ہو....!"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھتی خالہ گلہری.... وہ کوئی نیولا ہی ہو گا۔ مگر اسے لکھ لو کہ اس نیولے کے ساتھ ہی تم بھی اپنی دم گنوا بیٹھو گی۔"

ٹیکرے کے نیچے مغرب کی جانب بڑا جھاڑ جھنکاڑ تھا۔ ان میں نرکلوں کی قد آدم جھاڑیاں بھی تھیں۔ ریکھا اُن سبھوں کو ادھر اُدھر سرگرداں چھوڑ کر جھاڑیوں کی طرف بڑھی۔ وہ آہستہ آہستہ اور بہت احتیاط سے چل رہی تھی۔ اُس نے یونہی خواہ مخواہ جھاڑیوں میں گھسنے کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ اُسے جھاڑیوں سے گذرنے والی پگڈنڈی پر دو سموسے پڑے ہوئے ملے تھے۔

پگڈنڈی پر وہ دبے پاؤں چلتی رہی اور پھر ایک جگہ اُسے رک جانا پڑا۔ بائیں جانب والی جھاڑیوں میں کوئی تھا۔ پھر اُسے کھسر پھسر کی آوازیں سنائی دیں۔ کوئی آہستہ سے ہنسا بھی۔

وہ اکڑوں بیٹھ کر اندر جھانکنے لگی۔



ایک مرغ حمید کے ہاتھوں میں تھا اور دوسرا قاسم کے ہاتھوں میں۔ تیسرا زمین پر بچھے

ہوئے رومال پر رکھا ہوا تھا اور دوسرے رومال پر سموسوں کا ڈھیر نظر آ رہا تھا جسے شائد ابھی ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا تھا۔

قاسم مرغ نوچتا ہوا کہہ رہا تھا۔ "واہ غمید بھائی جیو۔ یہ ریکھا ڈارلنگ بھی غضب کی تھانے دار ہے.... ہی ہی ہی.... قیا مرغ پکایا ہے۔"

"ابے آہستہ بول.... زبان بند.... خبردار....!" حمید منہ چلاتا ہوا بولا۔

"پیارے مجھے تو ہنسی آ رہی ہے۔"

"حلق میں ڈنڈے اُتر جائیں گے اگر ہنسی آئی۔ ریکھا کو اتنے اختیارات ہیں کہ وہ تمہیں بند بھی کرا سکتی ہے۔"

"امے جاؤ، بہت دیکھی ہیں ایسی ریکھیاں ویکھائیں۔"

"میں کہتا ہوں خاموشی سے کھاؤ۔"

"خخ.... خاموش.... غب.... ارے باپ رے۔" قاسم بیساختہ اچھل پڑا۔ ایک بڑا پتھر دھپ سے اس کی پیٹھ پر پڑا تھا۔ حمید کے ہاتھ سے مرغ چھوٹ پڑا کیونکہ ایک دو نہیں درجنوں پتھر جھاڑی میں گرے تھے۔ وہ دونوں وہاں سے نکل کر بھاگے۔

قاسم جھاڑیوں میں الجھ کر گر پڑا اور پھر اٹھنے میں اتنی دیر لگی کہ تین چار پتھر اس کی پیٹھ پر پڑ ہی گئے۔ ہر پتھر پر وہ اس طرح ڈکرایا تھا جیسے کوئی سرکش سانڈ ڈنڈوں پر رکھ لیا گیا ہو۔

حمید بھاگتے بھاگتے یکلخت پتھر چلانے والیوں کی طرف پلٹ پڑا۔ وہ اس اچانک تبدیلی پر بوکھلا گئیں اور ان کے ہاتھ سست پڑ گئے اور ان میں سے تین تو ایسی نروس ہوئیں کہ خود ہی دوسری سمت بھاگ نکلیں۔ حمید ریکھا کے قریب رک گیا۔

"خدا نے چاہا تو یہ مرغ تمہارے پیٹ میں سانپ بچھو بن جائیں گے۔"

"چلو سستے چھوٹے۔" حمید نے خوش ہو کر کہا۔ "مجھے تو یہ ڈر تھا کہ کہیں ہاتھی گھوڑے نہ بن جائیں۔"

اس پر ریکھا اور چڑھ گئی۔ دوسری لڑکیاں ہنس رہی تھیں۔ ان میں جولیا پیش پیش تھی۔

قاسم پھر انہیں جھاڑیوں میں دبک گیا تھا۔ ریکھا کی شکل دیکھ کر اُس کی ہمت ہی نہیں پڑی تھی کہ حمید کے پاس آتا۔ وہ ریکھا سے بہت ڈرتا تھا کیونکہ وہ کئی بار اس کی اچھی طرح خبر لے چکی تھی۔

"میں کرنل صاحب سے شکایت کروں گی۔" ریکھا نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اسے سچ مچ حمید پر بڑا تاؤ آ رہا تھا۔

"کرنل....!" حمید مسکرا کر بولا۔ "کرنل آج کل شکائتیں سننے کے موڈ نہیں ہیں کیونکہ وہ آج کل اپنے خاندان کے متعلق ریسرچ کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے تمہیں اس اطلاع سے خوشی بھی ہوئی ہو۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ انکے خاندان میں کبھی کسی نے محبت بھی کی تھی یا نہیں۔"

"مجھے کیوں خوشی ہوگی اس اطلاع پر۔" ریکھا اور زیادہ جھلا گئی۔

"اگر یہ ثابت ہو گیا کہ ان کے خاندان میں کبھی کسی نے محبت کی تھی تو پھر جانتی ہو کیا ہوگا۔ تمہیں یقیناً خوشی ہوگی یہ معلوم کر کے۔"

"مجھ سے بے تکی بکواس مت کیا کرو۔ میں پوچھتی ہوں کہ تم نے کھانا کیوں چرایا۔"

"کھانے کیلئے.... اگر میں نے کھانے کی بجائے اُسے گلے سے لٹکایا ہو تو بلاشبہ مجھے گولی مار دو۔"

"میں گولی ہی مار دوں گی تمہیں کسی دن۔"

دفعتاً کئی چیخیں فضا میں اُبھریں۔ "بچاؤ.... بچاؤ۔"

آواز نسوانی تھی.... اب حمید کو خیال آیا کہ تین لڑکیاں ساحل کی طرف نشیب میں دوڑتی چلی گئی تھیں۔ آواز اسی سمت سے آئی تھی۔ ایک لمحہ کے لئے وہ سب ساکت رہ گئے.... اور پھر حمید آواز کی طرف دوڑ پڑا۔

اتنے میں دو لڑکیوں کے سر نشیب سے ابھرے۔ دونوں ہاتھ ہلاتی ہوئی چیخ رہی تھیں۔

"ہلدا کو لے گئے.... ہلدا کو لے گئے.... دوڑو.... دوڑ....!"

وہ اوپر آئیں اور بے دم ہو کر گر پڑیں۔

"کون لے گیا ہلدا.... کو...." حمید چیخا۔

"اُدھر نیچے.... کیپٹن:.... دوڑیئے۔" ایک ہانپتی ہوئی بولی۔ دوسری کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ حمید نشیب میں اترتا چلا گیا مگر اُدھر تو سناٹا تھا۔ دور تک کوئی کشتی بھی نہیں نظر آ رہی تھی۔

وہ سمندر کے کنارے دور تک دوڑتا چلا گیا۔ لیکن ہلدا کا نشان کہیں نہ ملا۔

حمید پھر پلٹا.... لیڈی انسپکٹر ریکھا اور جولیا بھی اسی طرف دوڑی آ رہی تھیں۔

"وہ دونوں بیہوش ہو گئی ہیں۔" ریکھا نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے

کہا۔ "ہلدا کہاں ہے۔"

"یہاں چاروں طرف سناٹا ہے۔" حمید نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

کتے کی لاش

ناگر کی پیشانی پر شکنیں نظر آرہی تھیں۔ اُس نے ایک بار پھر اُس لمبی چوڑی عمارت کو نیچے سے اوپر تک دیکھا اور پھر سڑک کی طرف دیکھنے لگا۔ لفٹ اوپر جاچکی تھی اور ابھی کئی امیدوار اُس کے منتظر تھے۔ ناگر کو اُس وقت تک وہیں ٹھہرے رہنا تھا جب تک وہ وہاں تنہا نہ رہ جاتا۔ اس کے جاننے والے اُس کی اس عادت سے بخوبی واقف تھے کہ وہ کسی لفٹ میں اُس وقت قدم رکھتا ہے جب وہ بالکل خالی ہو۔

سب جانتے تھے کہ وہ لفٹ خالی ہو جانے کے انتظار میں اکثر ایک ایک گھنٹے کھڑا رہ گیا ہے۔ اگر کبھی کوئی اس کی اس مضحکہ خیز حرکت کی وجہ پوچھ بیٹھتا تو وہ یا تو ہنس کر ٹال دیتا یا پھر بڑی سنجیدگی سے کہہ دیتا۔ "بس عادت ہی تو ہے۔ بہتیری عادتوں کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔"

بمشکل تمام پندرہ یا بیس منٹ بعد اس نے لفٹ کے اندر قدم رکھتے ہوئے لفٹ مین سے کہا۔

"ٹاپ فلور۔"

لفٹ مین نے باہر جھانک کر دیکھا شاید کوئی اور بھی ہو۔ لیکن کسی نے بھی اُسے رکنے کا اشارہ نہیں کیا البتہ ناگر مضطربانہ انداز میں بولا۔ "میں جلدی میں ہوں دوست۔"

لفٹ ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ اوپر اٹھنے لگی۔

ناگر بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ آٹھویں منزل پر لفٹ رک گئی۔ ناگر باہر نکل کر بالکنی پر آگیا۔ اب وہ بائیں جانب چل رہا تھا۔ تین فلیٹوں کے سامنے سے گزرنے کے بعد وہ چوتھے پر رک گیا۔ دروازے کے بائیں جانب نام کی تختی آویزاں تھی جس پر انگریزی میں "مونا کرسٹی" تحریر تھا۔

اُس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ اندر سے گھنٹی بجنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر دروازہ کھلا۔

اُسی یوریشین لڑکی کا چہرہ باہر نکلا، جو ناگر سے ہوٹل میں ملی تھی۔

"آجاؤ.... اندر آجاؤ۔" وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔ دروازہ بھی پورا کھل گیا تھا۔ ناگر فلٹ ہیٹ اتار کر اندر داخل ہوا۔

یہ ایک معمولی طور پر سجا ہوا کمرہ تھا۔ ناگر نے اچٹتی ہوئی نظروں سے گردوپیش کا جائزہ لیا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"پچھلی شام تم میونسپل گارڈن میں نہیں ملی تھیں۔"

"کیسے ملتی.... کیا تمہارے تینوں آدمی وہاں نہیں منڈلا رہے تھے؟ باس اسے پسند نہیں کرتا۔ وہ صرف تم پر اعتماد کرتا ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر کیوں۔"

"بیٹھو مسٹر ناگر.... میرا خیال ہے کہ وجہ سمجھنے کے لئے سر مارنا فضول ہی ہے۔"

ناگر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا پیئو گے....!" لڑکی نے پوچھا۔

"شکریہ.... مس مونا کرسٹی.... میں کسی چیز کی بھی حاجت نہیں محسوس کر رہا ہوں۔"

لڑکی نے میز کی دراز سے سگریٹ نکالا اور ایک سگریٹ منتخب کرتی ہوئی بولی۔ "تم سگریٹ بھی نہ قبول کرو گے کیونکہ پائپ پیتے ہو۔"

اس پر ناگر صرف مسکرا کر رہ گیا اور مونا اپنا سگریٹ سلگانے لگی۔ وہ اس وقت صرف ڈریسنگ گاؤن میں تھی اور اس کے سنہرے بال بے ترتیب نظر آرہے تھے۔ ہونٹوں پر سرخی بھی نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود بھی وہ دلکش لگ رہی تھی۔

"یہ زندگی بھی عجیب ہے مسٹر ناگر۔" اُس نے کافی مقدار میں دھواں بکھیرتے ہوئے کہا۔

"تم نہیں کہہ سکتے کہ آنے والے لمحات میں تمہارا ذہن تمہیں کدھر لے جارہا ہوگا۔"

"اگر زندگی میں ایسے تغیرات نہ ہوں تو پھر کوئی کیسے جئے.... مس کرسٹی۔" ناگر مسکرایا۔

"کیا تم اپنی موجودہ حالت پر مطمئن ہو۔" وہ اسے غور سے دیکھنے لگی۔

"یہی سوال میرے تینوں ساتھی بھی بار بار دہرا چکے ہیں۔ مگر آج تک انہیں کوئی واضح جواب نہیں دے سکا۔ مطمئن ہونا یا نہ ہونا بھی حالات ہی پر منحصر ہے۔ آج کل حالات ایسے ہی ہیں کہ میں پھانسی کے تختے پر بھی مطمئن نہیں ہو سکتا ہوں۔"

"اسی لئے تو باس تم پر اعتماد کرتا ہے۔" مونا مسکرائی۔

ناگر اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ شائد وہ کچھ سوچ بھی رہا تھا۔ آنکھیں گہرے تفکر کا اظہار کر رہی تھیں۔ مونا چند لمحے اُسے خالی الذہنی کے سے انداز میں دیکھتی رہی پھر بولی۔ "میں مطمئن نہیں ہوں۔"

"آہا....!" ناگر مسکرا پڑا۔ "حالانکہ میری باس تم ہی ہو۔"

"میں کچھ بھی نہیں ہوں مسٹر ناگر۔" وہ مغموم لہجے میں بولی۔ "میرا کام صرف اتنا ہے کہ میں ایک نامعلوم آدمی کے پیغامات تم تک پہنچاتی رہوں۔ خواہ وہ پیغامات کسی دیوانے کی بکواس ہی کیوں نہ ہوں۔"

وہ استفہامیہ نظروں سے ناگر کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"اور جب میں یہ بے تکے پیغامات اپنے تینوں ساتھیوں تک پہنچاتا ہوں تو وہ پاگل ہو کر کتوں کی طرح بھونکنے لگتے ہیں۔" ناگر ہنس پڑا۔

"مگر تم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

"قطعی نہیں۔"

"تب تم اس نامعلوم آدمی کے راز سے واقف ہو گے۔"

"میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کوئی آدمی ہے یا کسی ایسے لیڈر کی روح جس کے سر سے عوام کا سایہ اٹھ گیا ہو۔"

"لیڈر.... تم نے لیڈر کا حوالہ کیوں دیا۔" مونا نے حیرت سے دہرایا۔ "کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ بے تکی حرکتیں کسی سیاسی نتیجے کی حامل ہوں گی۔"

"لیڈر.... میرا فوبیا ہے۔" ناگر مسکرایا۔ "کسی خاص مقصد کے تحت میں نے لیڈر کا حوالہ نہیں دیا تھا۔"

"تم مجھے شروع ہی سے عجیب معلوم ہوتے ہو۔ کیا تمہیں یہ جاننے کی خواہش بھی نہیں ہے کہ وہ نامعلوم آدمی ہے کون۔"

"خواہش تو ہے.... مگر کیا یہ کبھی معلوم ہو سکے گا۔ شائد معلوم ہو جائے۔ سوال ہے کوشش کا۔ میں کوشش ہی کیوں کرنے لگا۔ مجھے یہ رقم گراں نہیں گزرتی، جو ان بے تکے کاموں کے

عیوض مل رہی ہے۔ مگر نہیں ٹھہرو۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ تمہیں اس کے پیغامات کیسے ملتے ہیں؟"

"ٹرانسمیٹر پر....!" اُس نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر کہا۔

"ہام.... اچھا دیکھو.... معاملے کی بات تم نے مجھ سے کی تھی لیکن تمہیں اس کام پر کس نے اور کیسے آمادہ کیا تھا۔"

"یہ ایک لمبی کہانی ہے.... مسٹر ناگر۔" لڑکی دردناک لہجے میں بولی۔

"کیا میری خاطر اُسے دہرانے کی تکلیف گوارا کرو گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتی اور سگریٹ کے کش لیتی رہی پھر بولی۔

"میں دراصل اینگلو برمیز ہوں۔ چھ ماہ پہلے رنگون میں تھی۔ میرے والدین مر چکے ہیں۔ میرا باپ انگریز تھا اور ماں برمیز۔ آج سے چھ ماہ پہلے مجھے لندن کے ایک وکیل کا خط ملا۔ جس نے لکھا تھا کہ میرے ایک لاولد چچا نے ایک بہت بڑی جائیداد چھوڑی ہے۔ جس کی وارث صرف میں ہی ہو سکتی ہوں۔ میرے علاوہ اور کوئی قریبی عزیز موجود نہیں ہے۔ خط کے ساتھ ایک بڑی رقم کا ڈرافٹ بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا ہو گا۔ کیونکہ میں اس وقت ایک پرائیویٹ فرم میں بہت ہی معمولی تنخواہ پر ملازم تھی۔ بہر حال میں لندن کے لئے روانہ ہو گئی۔ مگر وہاں مجھے اس پتے پر اس نام کا کوئی وکیل نہ مل سکا۔ کئی دن تک سرگرداں رہی۔ آخر پھر برما کے ہائی کمیشن سے رجوع کیا۔ ایک ہفتے تک اس معاملے کی تفتیش ہوتی رہی لیکن نہ تو اُس وکیل ہی کا سراغ مل سکا اور نہ اُس بڑی جائیداد کا جس کی وارث صرف میں ہی ہو سکتی تھی۔ البتہ جس بینک کے معرفت ڈرافٹ بھیجا گیا تھا وہاں اُس وکیل ہی کے نام سے رقم جمع ہوئی تھی اور وہاں بھی اس کا وہی پتہ درج تھا جو اس نے میرے خط میں تحریر کیا تھا۔ تقریباً ایک ماہ تک جھک مارنے کے بعد میں وہاں سے برما کے لئے روانہ ہو گئی۔ بحری سفر اختیار کیا تھا۔ ایک دن جب میں عرشے سے اپنے کیبن میں واپس گئی مجھے برتھ پر ایک لفافہ ملا جس میں کئی بڑے نوٹ تھے اور ایک خط بھی تھا جس میں تحریر تھا۔

"مائی ڈیئر مس کرسٹی! مجھے بے حد افسوس ہے کہ تم لندن سے بے نیل و مرام واپس جا رہی ہو۔ مگر میں کیا کروں۔ ایک بہت بڑا دشمن میری اور تمہاری گھات میں ہے۔ میں تمہارے کاغذات سمیت روپوش ہو گیا ہوں۔ اگر ایسا نہ کرتا تو میں بھی مار ڈالا جاتا اور تم بھی محفوظ نہ

رہتیں۔ اب اس وقت تک کے لئے یہ معاملہ ٹل رہا ہے، جب تک میں اس دشمن پر قابو نہ پالوں لیکن تمہیں مطمئن رہنا چاہئے۔ میں اسی طرح تمہاری مدد کرتا رہوں گا اور اب تمہیں زندگی بسر کرنے کے لئے معمولی قسم کی ملازمتیں نہ کرنی پڑیں گی۔ مطلب یہ کہ دنیا کو دکھانے کے لئے ملازمت تو کرنی پڑے گی لیکن تمہاری زندگی کا انحصار اس کی آمدنی پر نہ ہوگا۔ برما پہنچ کر تم یہی مشہور کروگی کہ کسی نے تمہیں دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ تم یہ نہیں ظاہر کروگی کہ وکیل پوشیدہ طور پر اب بھی تمہاری مدد کر رہا ہے۔"

مونا خاموش ہوگئی اور ناگر دوبارہ اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"برما پہنچ کر میں نے دوبارہ فرم میں حاضری دی۔ عقلمندی یہی کی تھی کہ ملازمت چھوڑ کر نہیں گئی تھی بلکہ چھ ماہ کی رخصت حاصل کی تھی۔ تقریباً تین ماہ تک میں رنگون میں رہی۔ پُراسرار وکیل مجھے ہر ماہ خاصی بڑی رقم دیتا تھا اور میں عیش کر رہی تھی۔ ایک دن اُس نے مجھے پھر ہدایت کی کہ میں چھ ماہ کی رخصت لے کر تمہارے ملک کا پاسپورٹ حاصل کروں۔ میں نے پاسپورٹ کے لئے کوشش کی لیکن نہ مل سکا۔ وکیل نے اطلاع دی تھی کہ یہاں پہنچنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہاں بھی چچا نے ایک بڑا کاروبار چھوڑا ہے.... پھر ایک دن مجھے پاسپورٹ مل ہی گیا۔ لیکن یہ میرے نام کا نہیں تھا، ویسے اُس پر تصویر میری ہی تھی۔ یہ پاسپورٹ وکیل ہی نے کسی طرح حاصل کیا تھا۔ میں نے اس پر احتجاج کیا لیکن اس نے اس کی ذمہ داری لی کہ میں قانونی گرفت میں نہیں آنے پاؤں گی۔

مجھ پر تو بہر حال ایک بہت بڑی دولت کا نشہ طاری تھا۔ اس لئے میں بے چوں وچرا یہاں کے لئے روانہ ہوگئی۔ مونا کرسٹی میرا جعلی نام ہے، جو پاسپورٹ پر درج ہے۔ یہاں آتے ہی وہ وکیل سے میرا باس بن گیا۔ اب مجھے اُس بڑی جائیداد کے متعلق کوئی جواب نہیں ملتا لیکن رقم اب بھی وہی ملتی ہے، جو پہلے ملتی رہی تھی۔ اکثر میں نے اُسے دھمکی بھی دی ہے کہ میں پولیس کو اطلاع دے دوں گی جس کا جواب یہی ملا ہے کہ شوق سے دے دو۔ پولیس مجھے نہیں پاسکے گی۔ لیکن خود تم ایک بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گی۔ کیونکہ برما سے یہاں جعلی پاسپورٹ پر آئی ہو۔ بس میں خاموش رہ جاتی ہوں اور میں نے خود کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے۔"

"تمہیں یقین ہے کہ آج تک تمہارا سامنا اُس وکیل سے نہیں ہوا۔" ناگر نے پوچھا۔

"ہاں.... یقین ہے بھی اور نہیں بھی ہے۔ میں جب اُسے پہچانتی ہی نہیں تو وہ ہزاروں بار میرے سامنے آیا ہوگا.... اور کیا یہ ممکن نہیں ہے...."

وہ خاموش ہو کر ناگر کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ پھر شرارت آمیز لہجے میں بولی۔

"وہ وکیل تو تم بھی ہوسکتے ہو۔"

ناگر ہنسنے لگا اور وہ بدستور شرارت سے آنکھیں چمکاتی ہوئی بولی۔ "بتاؤ نا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم وہی وکیل نہیں ہو۔"

"کیا ٹرانسمیٹر میں تم میری ہی آواز سنتی ہو۔"

"آواز بدلی بھی جاسکتی ہے اور پھر ٹرانسمیٹر پر آواز پہچاننا تو بہت مشکل ہے، جب کہ میں فون پر بھی اپنے بعض بے تکلف دوستوں کی آوازیں پہچاننے کا سلیقہ نہیں رکھتی۔"

"بات تو ٹھیک ہے۔" ناگر مسکرایا۔ "میں تمہیں یقین نہیں دلا سکوں گا کہ میں ہی وہ وکیل نہیں ہوں، جو اب تمہارا باس بن بیٹھا ہے۔ مگر تم نے آخر یہ سب کچھ مجھے کیوں بتادیا۔"

"تاکہ تم مجھے ہی باس نہ سمجھ لو۔" مونا مسکرائی۔

وہ تھوڑی دیر تک اس مذاق سے محظوظ ہوتے رہے پھر ناگر نے پوچھا۔

"کم از کم تم یہ تو بتا ہی سکو گی کہ ٹرانسمیٹر پر بولنے والا مشرقی ہے یا مغرب کا باشندہ۔"

"لہجے سے وہ مجھے فرانسیسی معلوم ہوتا ہے اور بہتیرے الفاظ کا تلفظ بھی فرانسیسیوں ہی کے سے انداز میں کرتا ہے۔"

ناگر پھر کسی سوچ میں پڑگیا۔ مونا بھی خاموش ہوگئی تھی۔ کچھ دیر بعد اُس نے ہنس کر کہا۔ "آج تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ایک بہت ہی گندہ کام کرنا ہے۔"

"وہ کیا۔"

"ایک کتے کی لاش کنوئیں میں پھینکنی ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"کتے کی لاش بھئی.... وہ تمہیں آج آٹھ بجے رات کو نادر محل کے صدر دروازے پر پڑی ملے گی۔ تم اُسے پرانے شہر کی حاتم گلی والے کنوئیں میں پھینکو گے۔"

"تم مذاق تو نہیں کر رہی ہو۔"

"شاید اس سے پہلے بھی مذاق ہی کر رہی ہوں کیوں؟"

ناگر بُرا سا منہ بنائے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔



ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سارے شہر کی پولیس فن لینڈ میں الٹ پڑی ہو۔ ہلدا کی تلاش بڑی تندہی سے جاری تھی۔ باوردی پولیس تو خیر تھی ہی.... لاتعداد سادہ لباس والے جزیرے کے چپے چپے پر پھیل گئے تھے۔

عمارتوں کی تلاشیاں لی جا رہی تھیں اور دولت مند طبقہ کے لوگ اس پر جھلا جھلا کر احتجاجاً اعلیٰ آفیسروں کو فون کر رہے تھے، لیکن اس وقت کسی کی بھی شنوائی نہیں ہو رہی تھی۔

معاملہ محکمہ سراغ رسانی کی ایک لڑکی کا تھا اس لئے ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر گویا سارا جزیرہ الٹ پلٹ کر رکھ دیا گیا لیکن ہلدا نہ ملی۔

دونوں لڑکیوں کا بیان تھا کہ ہلدا کو لادلے جانے والا ایک لمبا تڑنگا نقاب پوش تھا جس نے جاتے جاتے پلٹ کر ان دونوں کو جان سے مار دینے کی دھمکی دی تھی اور وہ چیختی ہوئی اوپر بھاگی تھیں۔

حمید کو اس پر بڑا غصہ آیا تھا اور اُس نے لیڈی انسپکٹر ریکھا سے کہا تھا۔ "کاش وہ تم سبھوں کو پکڑ لے جاتا۔"

"سب تمہاری وجہ سے ہوا۔" ریکھا دہاڑی۔

"طوفان نوح بھی تو میری وجہ سے آیا تھا۔"

ریکھا بُری طرح چڑھ گئی اور اس کا بخار اُس نے قاسم پر نکالا۔ وہ کسی کٹے ہوئے پتنگ کی طرح جزیرے میں ڈولتا پھر رہا تھا۔ ریکھا نے کانسٹیبلوں کو حکم دیا کہ وہ اسے نرغے میں لے لیں۔

پھر وہ اُن دونوں لڑکیوں کو اس کے قریب لے گئی۔

"کیا یہی تھا....!" اُس نے پوچھا۔

"نہیں اتنا لمبا چوڑا بھی نہیں تھا۔" ایک لڑکی نے جواب دیا۔

"ارے.... بھلا.... میں.... غغ.... واہ....!" قاسم بوکھلائے ہوئے انداز میں ہکلایا۔

اتنے میں حمید بھی وہاں پہنچ گیا۔

"غمید.... بھائی.... جرا دیکھو تو....!" قاسم نے جھینپے ہوئے انداز میں شکایتاً کہا۔

"میں کیا.... خدا دیکھ رہا ہے.... یہ سب چیچک کا شکار ہو کر نقشین ہو جائیں گے انشاء اللہ۔"

"خدا کرے تم خود مرو۔" ریکھا کی نسوانیت جاگ اٹھی۔

"خدا کرے یا نہ کرے ایک دن تو مرنا ہی پڑے گا۔ مگر تمہارا چہرہ کیسا لگے گا۔ اگر نکل آئی چیچک۔"

ریکھا دانت پیس کر آگے چلی گئی۔

پھر کچھ دیر بعد حمید کو وہاں کرنل فریدی نظر آیا جس کے چہرے پر گہری طمانیت تھی اور وہ سگار کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ اُس نے حمید کو اشارے سے اپنے قریب بلایا۔

"کیا قصہ ہے؟" اس نے پوچھا۔

حمید کو اپنی شیطنت بھی دہرانی پڑی لیکن فریدی نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ وہ تو سمجھا تھا کہ شاید فریدی حسب معمول پہلے تو اخلاقیات پر ایک طویل لیکچر پلائے گا اور پھر اُسے کسی بار بردار گدھے کی طرح کام پر لگا دے گا، لیکن اس کے انداز سے یہ بھی نہ ظاہر ہو سکا کہ وہ اس کیس میں دلچسپی ہی لے گا۔

"آج کل میرے پاس کام کی زیادتی ہے، ورنہ اسے بھی دیکھتا۔" اس نے لاپروائی سے کہا اور ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ حمید کی جان میں جان آئی اور اس نے سوچا کہ اب اتوار بارہ بجے شب تک اتوار ہی رہے گا۔

"مگر مجھے حیرت ہے کہ وہ اتنی جلدی غائب کہاں ہو گیا۔" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔ "وہاں پہنچنے میں بمشکل تمام دو منٹ لگے ہوں گے۔"

"لانچ میں بیٹھ کر نکل گیا ہو گا۔"

"دور دور تک کسی لانچ کا پتہ نہیں تھا۔" حمید نے کہا۔

"کیا تم پورے جزیرے کا چکر لگا سکے ہو گے دو منٹ میں۔"

"نہیں پھر بھی میں شائد اپنی زندگی میں کبھی اتنا تیز نہیں دوڑا تھا جتنا آج دوڑا ہوں۔"

"ایک لڑکی کا معاملہ تھا نا۔" فریدی مسکرایا۔

"میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ اس معاملے کا مضحکہ کیوں اڑا رہے ہیں۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"بکواس مت کرو۔" فریدی کہتا ہوا اٹھ گیا۔

تین لڑاکے

اس معاملے میں تو حمید کو اس سے غرض تھی ہی نہیں کہ فریدی اس میں دلچسپی لے رہا ہے یا نہیں۔ وقتی طور پر اُس سے ضرور کاہلی سرزد ہوئی تھی لیکن پھر اُس نے سوچا کہ ہلدا اس کی موجودگی میں وہاں سے غائب ہوئی تھی اس لئے اسے کچھ کرنا چاہئے۔

لیڈی انسپکٹر ریکھا اُس کے ہم چشموں میں اُس کا مضحکہ اڑاتی پھر رہی تھی۔ وہ حمید سے یوں بھی بُری طرح خار کھاتی تھی۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے حمید ہی اس کے اور فریدی کے درمیان آگیا ہو۔

وہ اس وقت ریکھا ہی کے متعلق سوچ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

اُس نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے فریدی بول رہا تھا۔

"میری کوئی کال آئی تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"کوئی نہیں۔"

"تم کیا کر رہے ہو۔"

"میں تاؤ کھا رہا ہوں۔"

"کیوں....!"

"کیا ریکھا یہ سمجھتی ہے کہ آپ مجھ سے عشق کرنے لگے ہیں۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"ارے وہ مجھ سے اس طرح جلتی ہے جیسے مجھے آپ کی محبوبہ بننے کا شرف حاصل ہو گیا ہو۔"

"کسی وقت تمہارا ذہن عورت سے خالی بھی رہتا ہے۔"

"اُس وقت کو میرا آخری لمحہ کہیں گے جب ایسا ہو۔"

"کیا تم اپنے بیڈروم سے بول رہے ہو۔"

"ظاہر ہے۔"

"تمہیں باہر جانا ہے۔"

"کہاں....!"

"آر لکچو.... وہاں ٹھیک ساڑھے نو بجے تین آدمی پہنچیں گے۔ تمہیں اُن کا تعاقب کرنا ہے۔"

"وہاں شائد تین ہزار.... تین آدمی ٹھیک ساڑھے نو بجے پہنچیں گے۔ لیکن میں تین ہزار تو کیا ایک سہی ایک بٹا دو بھی نہیں ہو سکتا۔"

"پوری بات سنو۔"

"سن رہا ہوں۔" حمید مردہ سی آواز میں بولا۔

"تم ان تینوں کو اچھی طرح پہچانتے ہو۔ وہ ایڈی۔ ٹونی اور ٹمپلر ہیں۔"

"اُن کی نگرانی تو ویسے بھی ہوتی تھی۔" حمید نے کہا۔

"آج کل نہیں ہو رہی ہے۔"

"ارے کسی سادہ لباس والے کو لگائیے۔"

"نہیں.... تم جاؤ گے۔" فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔ "اور میک اپ میں جاؤ گے، جلدی کرو صرف دو گھنٹے۔"

"بہت بہتر جناب عالی۔" حمید نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

میک اپ اور بھاگ دوڑ۔ بات کیا تھی اُسے علم نہیں تھا۔ لیکن میک اپ کی ضرورت بہت ہی خاص مواقع پر محسوس کی جاتی تھی۔ مگر کچھ بھی ہو حمید اس وقت کام کے موڈ میں ہرگز نہیں تھا خواہ وہ ہلدا ہی کا معاملہ کیوں نہ ہوتا۔

دراصل اُسے آٹھ بج کر پچیس منٹ پر ہائی سرکل نائٹ کلب پہنچنا تھا۔ وہ اپنی ایک نئی ملنے والی کو وقت دے چکا تھا۔ الجھن.... الجھن کے علاوہ اور کیا ہوتا۔ نہ وہ یہی برداشت کر سکتا تھا کہ اس کی نئی دوست اس کے متعلق کوئی بُری رائے قائم کرے اور یہ بھی ناممکن تھا کہ وہ فریدی کے حکم کی تعمیل نہ کرتا۔ اگر میک اپ کا جھگڑا نہ ہوتا تو وہ دونوں ہی کو نپٹانے کی کوشش کرتا۔ ساڑھے آٹھ بجے وہ ہائی سرکل نائٹ کلب میں ملنے والی تھی اور ساڑھے نو بجے اُن تینوں کو آر لکچو میں دیکھنا تھا۔ صرف ایک گھنٹے کا وقت ملتا لیکن اس ایک گھنٹے میں میک اپ کر کے صحیح وقت پر آر لکچو پہنچنا ناممکن ہو جاتا۔

وہ سر پیٹتا ہوا اوپری منزل پر آیا۔ یہاں تجربہ گاہ میں میک اپ کا سامان بھی رہتا تھا۔ وہ چند لمحے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بے حس و حرکت کھڑا رہا پھر یک بیک اس کے ہونٹوں پر ایک شریر

ی مسکراہٹ نظر آئی۔

اس کے بعد وہ الیکٹرک شیونگ مشین سے اپنی ڈاڑھی اور مونچھیں کھرچنے لگا۔ چہرے کی مکمل قسم کی مرمت ہو جانے پر اُسے پہچاننا دشوار ہو گیا اور پھر جب اُس نے اپنے سر پر مصنوعی سنہرے بال چپکا لئے تو بس قیامت ہی ہو گئی۔ خود اس کا دل چاہا کہ آئینے ہی سے لپٹ جائے۔ ایسی حسین نسوانی شکل نکلی تھی کہ بس۔

اب وہ سوچنے لگا کہ ساری استعمال کرے یا اسکرٹ۔ زندگی میں پہلی بار عورت کا میک اپ کیا تھا لیکن اُسے خود پر اعتماد تھا۔ وہ مطمئن تھا کہ اس رول میں بھی کہیں سے جھول نمایاں نہیں ہو سکتا۔ ویسے فریدی کی یہ منشا ہرگز نہیں تھی کہ حمید کسی عورت کے میک اپ میں اُن تین آدمیوں کی نگرانی کرے اس نے نہ کبھی خود پر اس قسم کا کوئی میک اپ آزمایا تھا اور نہ کبھی حمید ہی کو اس کی رائے دی تھی۔

پھر تو گویا یہ سو فیصدی اُسی چھپکلی کا مسئلہ تھا جو کبھی کبھی حمید کے سر پر سوار ہو کر اُسے رسوا کیا کرتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہلکے نارنجی رنگ کی ساری میں ایک دراز قد اور غیر معمولی طور پر صحت مند لڑکی نظر آنے لگا اور پھر اُس نے آئینے میں آنکھ ماری۔

اب سوال تھا ملازموں کی نظروں سے بچ کر نکل جانے کا۔ اس کے لئے اُس نے عقبی زینے استعمال کئے اور عمارت کی پشت پر پہنچ گیا۔

پھر گیراج تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئی۔ کمپاؤنڈ کا پھاٹک ابھی کھلا ہی ہوا تھا۔ اُس نے گیراج سے چھوٹی آسٹن نکالی جس کا رنگ وقتاً فوقتاً ضرورت کے مطابق تبدیل کیا جاتا رہتا تھا اور یہ بہت ہی مخصوص قسم کے موقع پر استعمال کی جاتی تھی۔ اس کے کوئی مخصوص نمبر نہیں تھے اسلئے بعض اوقات اس پر تھوڑے تھوڑے وقفے سے مختلف نمبر کی پلیٹیں نظر آیا کرتی تھیں۔

وہ ٹھیک نو بجے آرلکچو پہنچ گیا۔

مگر اپنی اسکیم کے مطابق اُسے باہر ہی رک کر اُن تینوں کا انتظار کرنا تھا۔ وہ شہر کے بدنام لوگوں میں سے تھے اور اُن کا ذریعہ معاش فریب دہی اور دوسری مختلف غیر قانونی حرکات تھیں۔ یہ دیسی ہی تھے، لیکن انہوں نے انگریزوں کے سے نام اختیار کر رکھے تھے۔

حمید نے گاڑی کمپاؤنڈ کے ایک درخت کے نیچے کھڑی کر دی، جہاں اندھیرا تھا لیکن پورچ

یہاں سے صاف نظر آتی تھی اور پورچ کی چھت سے لٹکے ہوئے بڑے بڑے لیمپ کی روشنی میں ہر آنے جانے والے کا چہرہ بخوبی دکھائی دیتا تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ تینوں پورچ میں نظر آئے۔ حمید چپ چاپ گاڑی سے اترا اور انتظار کرنے لگا کہ وہ لوگ اندر داخل ہو جائیں۔

پھر جب حمید اندر پہنچا تو بیک وقت درجنوں آنکھیں اُس کی طرف اٹھ گئیں۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی اور آنکھیں خمار آلود ہو رہی تھیں۔ چال تو قیامت تھی قیامت۔

اُس نے ان تینوں کو ایک میز پر دیکھا اور ان کے قریب ہی دو ایک میزیں اور بھی خالی تھیں۔ وہ اسی طرح چل پڑا۔ ایڈی کا رخ اسی کی طرف تھا۔ اس نے اُسے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ اُسے اس طرح ایک جانب گھورتے دیکھ کر اُس کے ساتھی بھی مڑے اور پھر اُن کی بھی وہی کیفیت ہوئی، جو ایڈی کی ہوئی تھی۔ حمید ایک میز پر جم گیا۔ وہی لاپرواہ سی مسکراہٹ اب بھی اس کے ہونٹوں پر تھی اور وہ کسی کی طرف بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ ایڈی، ٹونی اور ٹمپلر بے چین نظر آنے لگے۔

پھر کچھ دیر بعد حمید نے ایسی حرکتیں شروع کیں کہ اُن کا دل بڑھ گیا اور ایڈی اٹھ کر اُس کی میز پر آیا۔

"کیا آپ ہماری دعوت قبول کریں گی محترمہ۔" اُس نے بڑے ادب سے کہا۔

"تشریف رکھیے۔" حمید نے جھینپی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔"

ایڈی اُس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"یہ بدتمیزی ضرور تھی۔" اُس نے متاسفانہ انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "مگر میں نے سوچا ممکن ہے آپ اس شہر میں نووارد ہوں۔ بات دراصل یہ ہے محترمہ.... اب سچی ہی بات عرض کروں۔ ہم تینوں پیشہ ور گائیڈ ہیں۔ اگر آپ نے ابھی تک کوئی گائیڈ نہ کیا ہو تو میں اپنی خدمات پیش کروں۔"

"ضرور پیش کیجئے.... میں آج ہی تو آئی ہوں۔" اُس نے ہنس کر کہا۔ پھر منہ بنا کر بولا۔

"اُف فوہ.... کتنی پیاس ہے.... وہ کم بخت.... ویٹر۔"

"کیا پئیں گی آپ....!"

"رات کو میں پانی نہیں پیتی۔"

"پھر بھی بتایئے نا کیا منگاؤں۔"

"میں خود منگوالوں گی.... "حمید نے کچھ غصیلے لہجے میں کہا "کیا تم مجھے کوئی فلرٹ سمجھتے ہو۔"

"ارے نہیں محترمہ.... یہ آپ کیا فرما رہی ہیں۔" ایڈی بوکھلا گیا۔

"بلاؤ اپنے ساتھیوں کو بھی بلاؤ.... اور تم تینوں مل کر مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کرو.... اے.... بوائے۔"

ویٹر تیزی سے میز کے قریب آیا۔

"شیری لاؤ اور ایک اسکاچ.... یا پھر تم لوگ کیا پیتے ہو۔" اُس نے ایڈی کیطرف دیکھ کر کہا۔

"وہسکی.... وہائٹ ہارس....!" ایڈی گڑبڑا کر بولا۔

"ایک بوتل وہائٹ ہارس.... ایک شیری.... جلدی کرو۔" حمید نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

بٹر چلا گیا پھر وہ ایڈی کی طرف مڑ کر بولا۔ "بلاؤ نا اپنے ساتھیوں کو۔ نہ میں کوئی مفلس عورت ہوں اور نہ مردوں سے ڈرتی ہوں۔"

"آپ خواہ مخواہ بدگمان ہوتی ہیں محترمہ.... ہم تو آپ کے خادم ہیں۔" ایڈی نے کہا اور اپنے ساتھیوں کو اسی میز پر آجانے کا اشارہ کیا لیکن حمید نے اُسکی آنکھوں میں الجھن کے آثار دیکھے۔

"آپ ایک مہربان خاتون ہیں۔" اُس نے ٹونی اور ٹمپلر سے کہا۔ "آپ نے ازراہ نوازش میری خدمات قبول کرلی ہیں اور.... یہ دعوت.... آپ ہی کی طرف سے ہے؟"

اُن دونوں نے متشکرانہ انداز میں صرف سر ہلا دیئے۔ زبان سے کچھ نہیں کہا۔

"ہاں میں حاتم کی بیٹی ہوں۔" حمید ہنس پڑا۔

ویٹر ٹرے میں شراب کی بوتلیں گلاس اور سوڈا کا سائیفن لایا اور وہ دونوں اشتباہ آمیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگے۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ سب بڑی گرمجوشی سے پی رہے تھے۔ کیونکہ حمید نے انہیں تاؤ دلا دیا تھا اس نے اپنے کسی ایسے دوست کا تذکرہ کیا، جو بڑا پکیڑ تھا، جسے ایک ہی نشست میں کئی کئی بوتلیں صاف کردینے کے بعد بھی نشہ نہیں ہوتا تھا اور اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ ایسے ہی پینے والوں کے ساتھ بیٹھ کر پینے میں لطف بھی آتا ہے۔

وہ تینوں شہر کے چھٹے ہوئے بدمعاش تھے لیکن حمید کو ایک آوارہ مزاج رئیس زادی کے

علاوہ اور کچھ نہ سمجھ سکے۔ پہلی بوتل ذرا ہی سی دیر میں خالی ہوگئی لیکن انہیں نشہ نہیں ہوسکا۔ شاید حمید کا دوست اُن کے ذہنوں پر بُری طرح حاوی ہوگیا تھا۔ پھر ٹونی نے دو بوتلیں اپنی جیب سے منگوائیں۔ حمید شیری پیتا رہا۔

اچانک ساڑھے دس بجے حمید کو وہاں شہر کا ایک اور بدمعاش دکھائی دیا جس کے کئی جوئے خانے چلتے تھے لیکن ابھی حال ہی میں فریدی نے اس کا یہ بزنس بند کرادیا تھا۔ حمید نے محسوس کیا کہ وہ اسی میز کی طرف آرہا ہے۔ ناگر کو وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ یہ بھی اُسے معلوم تھا کہ وہ بہت چالاک آدمی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میک اپ ہی کا بھرم کھل جائے کیونکہ ناگر بہت عرصہ تک اسٹیج کا ایکٹر بھی رہ چکا تھا۔

"میں ابھی آئی۔" حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے.... نائیں.... ہام.... کاسے.... جی.... ئییں گے۔" ایڈی جھومتا ہوا بولا۔ لیکن حمید اپنا وینٹی بیگ سنبھالتا ہوا کھسک ہی گیا۔ وہ بڑی تیزی سے ریکریئیشن ہال کی طرف جارہا تھا۔

"اب تمہیں کہاں جانا ہے میرے دوستو.... کہ میں تمہارا تعاقب کروں گا۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور بے اختیار مسکرا پڑا۔ پھر بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کہیں کسی نے اُسے اس طرح خودبخود مسکراتے تو نہیں دیکھ لیا.... آج وہ جی بھر کے تفریح کرنا چاہتا تھا۔



ٹونی، ایڈی اور ٹمپلر بُری طرح ڈاؤن ہوگئے تھے اور اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ناگر کو دیکھ رہے تھے، جیسے وہ کوئی جیتی جاگتی سچویشن نہ ہو بلکہ انہوں نے اُسے خواب میں دیکھ پایا ہو۔

"کیا کررہے تھے تم لوگ۔" ناگر غرایا۔

"مزہ کررہے تھے پیارے۔ تم بھی آؤ۔" ایڈی جھومتا ہوا انگلی نچا کر بولا۔

"وہ عورت کون تھی۔" ناگر غصہ پی گیا۔

"حاتم کی بیٹی۔" ٹمپلر آنکھیں بند کرکے بڑبڑایا۔ "حاتم کی بیٹی جس نے اپنے گھوڑے کو مہمان ذبح کرکے کھلادیا تھا۔"

"میں کہتا ہوں.... تم لوگ وہاں کیوں نہیں گئے۔"

"وہاں.... سے زیادہ.... یہاں.... چ.... مزہ آرہا.... چ.... تھا...." ٹونی ہچکیاں لیتا

ہوا بولا۔ "حاتم کی بیٹی تمہیں بھی پلائے گی۔۔۔۔ بچ۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔۔ بچ۔۔۔۔!"

"مت بکواس کرو۔" ناگر بیٹھتا ہوا بولا۔ "کان کھول کر سن لو۔۔۔۔ اگر تمہیں سنجیدگی سے کام کرنا ہے تو کرو، ورنہ جہنم میں جاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔۔۔۔!" ٹمپلر نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "ہم جہنم میں چلے جائیں گے۔۔۔۔ آج ہی چلے جائیں گے۔۔۔۔ ابھی چلے جائیں گے۔"

"جہنم۔۔۔۔ میرے چچا نے بنوائی تھی۔۔۔۔ سا سمجھے۔" ٹونی میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "تم۔۔۔۔ بچ۔۔۔۔ وہاں کا سے۔۔۔۔ جاؤ گے۔"

"ابے۔۔۔۔ جا۔۔۔۔!" ٹمپلر نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "تیرے چچا کے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ میرے باپ کے شراب خانے میں پڑا رہا کرتا تھا۔ وہ بنوائے گا جہنم۔۔۔۔ ہونہہ۔۔۔۔!"

"ابے۔۔۔۔ چوپ۔۔۔۔ چھچھورے کی اولاد۔۔۔۔ تیرا باپ دھکے کھاتا پھرتا تھا۔" اس نے ٹمپلر کو گھونسہ دکھایا۔

"اے۔۔۔۔ ٹونی۔۔۔۔!" ایڈی اس کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا۔ "ہوش میں رہو۔ میں اس کے باپ کی بہت عزت کرتا تھا۔۔۔۔ زبان بند کرو۔"

"تم۔۔۔۔ بچ۔۔۔۔ میرے چچا۔۔۔۔ کی عزت کیوں نہیں کرتے تھے۔" ٹونی جھٹکا دے کر اس کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹاتا ہوا بولا۔ "اس کی عزت کرو۔۔۔۔ یہ میرا۔۔۔۔ بچ۔۔۔۔ چچا تھا۔۔۔۔ تمہارا باپ تھا۔۔۔۔ ساری دنیا کا باپ تھا۔"

ناگر چند لمحے انہیں گھورتا رہا پھر اٹھ گیا۔ شاید اُس نے یہ سوچا تھا کہ ان سے ہوشمندی کی توقع فضول ہے۔ عین ممکن تھا کہ اُن کے درمیان ہاتھا پائی کی بھی نوبت آجاتی۔

آمدورفت کے دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رکا اور ایک بار پھر پلٹ کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔ میز الٹ گئی تھی اور وہ تینوں ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے اور پھر بھاگ دوڑ شروع ہوگئی۔ ناگر چپ چاپ باہر نکل آیا۔۔۔۔ اس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے۔ شاید وہ بہت غصے میں تھا۔

کمپاؤنڈ میں پہنچ کر اس نے موٹر سائیکل سنبھالی اور ایک طرف چل پڑا۔ کچھ دیر بعد اس نے ایک عمارت کے سامنے موٹر سائیکل روکی اور اتر کر اندر چلا گیا۔ واپسی پر اس کے ہاتھ میں پٹرول

کا ایک ٹن تھا! جسے اس نے موٹر سائیکل کے کیریئر پر رکھ کر چمڑے کے تسمے سے کس دیا اور پھر چل پڑا۔۔۔۔ موٹر سائیکل کی رفتار بہت تیز تھی۔

اب اس کا رخ پرانے شہر کی طرف ہو گیا تھا۔

پرانے شہر پہنچ کر اس نے نادر محل سے کافی فاصلے پر موٹر سائیکل چھوڑ دی اور ہاتھ میں پیٹرول کا ٹن لٹکائے ہوئے نادر محل کی طرف چلنے لگا۔

چاروں طرف سناٹا تھا۔ سردیوں کی راتیں تھیں۔ اس لئے گیارہ بجے ہی ایسا معلوم ہونے لگا جیسے آدھی سے زیادہ رات گذر گئی ہو۔

وہ نادر محل کے قریب پہنچ کر پھر رکا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یہاں بھی ہر طرف سناٹے کی حکمرانی تھی۔ آس پاس کے کسی آوارہ کتے نے بھی آواز نہ نکالی۔

وہ صدر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں ایک بڑے سے سیاہ رنگ کے کتے کی لاش موجود تھی۔ اس نے نہایت اطمینان سے پٹرول کا ٹن اس پر خالی کر دیا اور پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر ایک دیا سلائی کھینچی اور لاش کی طرف اچھال دی۔

یک لخت روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا اور لاش دھڑا دھڑ جلنے لگی۔

پھر موٹر سائیکل تک پہنچتے پہنچتے اس کے پھیپھڑے دھونکنی بن گئے۔

وہاں سے وہ سیدھا مونا کرسٹی کے فلیٹ میں آیا۔ وہ شاید سو چکی تھی۔ بار بار گھنٹی بجانے پر تھوڑی دیر بعد اندر کچھ کھڑکھڑاہٹ سنائی دی اور پھر قدموں کی آوازیں آئیں، جو دروازے کے قریب ختم ہوگئیں اور ایک لمحے کے لئے سکوت طاری ہو گیا۔

"کون ہے؟" اندر سے مونا کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

"ناگر۔۔۔۔!"

"کیوں؟" لہجے میں حیرت تھی۔ "اوہ ٹھہرو! ایک منٹ! ذرا میں سلیپنگ گاؤن ڈال لوں۔"

پھر تقریباً تین منٹ بعد دروازہ کھلا اور ناگر نے محسوس کیا کہ وہ اس قلیل وقفے میں چہرے پر پف کرنا اور ہونٹوں پر اسٹک پھیرنا نہیں بھولی تھی۔ ویسے اس کی خمار آلود آنکھیں صاف بتا رہی تھیں کہ وہ کچی نیند سے جاگی ہے۔ بڑے بڑے پھولوں والا سلیپنگ گاؤن اس کے سڈول جسم پر بہت حسین لگ رہا تھا۔

"میں یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ میں نے کتے کی لاش جلادی۔"

"کیوں....؟" مونا چونک سی پڑی۔

"ٹونی، ٹمپلر اور ایڈی اُسے کنوئیں میں نہیں پھینک سکے۔"

"انہوں نے اتنی پی لی ہے کہ دو قدم بھی نہیں چل سکتے۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُسے پھینک دیں گے..... میں خود نہیں پھینک سکا۔ اپنے باس سے کہہ دو کہ میں آدمی کی لاش برداشت کر سکتا ہوں لیکن کتوں کی لاشیں میرے بس سے باہر ہیں۔"

"مگر تم نے اُسے جلا کیوں دیا۔"

"پتہ نہیں وہ لاش کیسی تھی۔ اگر وہاں پڑی رہ جاتی تو معلوم نہیں کس قسم کے نتائج برآمد ہوتے۔ یہی سب سوچ سمجھ کر میں نے اُسے ضائع ہی کر دینا مناسب سمجھا۔ اور ہاں اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ اب مجھے دوسرے آدمیوں کا انتظام کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ تینوں تو شاید اب تک حوالات میں پہنچ چکے ہوں گے۔"

"اچھا اب میں جا رہا ہوں۔"

ناگر واپسی کے لئے مڑ گیا۔ اس نے یہ گفتگو وہیں کھڑے کھڑے کی تھی۔

تفریح

آر لکچو میں ہنگامہ ہوا اور آن واحد میں فرو بھی ہو گیا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ تین شرابی آپس میں لڑ پڑے تھے۔ انہیں پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ ان کے ساتھ جو عورت تھی کہاں گئی۔ ایڈی، ٹونی اور ٹمپلر سے بہتیرے واقف تھے اور یہ بھی بہتیروں نے دیکھا تھا کہ ہنگامے کے وقت اس میز پر کوئی چوتھا آدمی نہیں تھا۔

بس یہ ہنگامہ ڈائننگ ہال ہی تک محدود رہا۔ ریکریئشن ہال والوں کو اس کی خبر بھی نہ ہو سکی۔ مگر حمید غافل تو نہیں تھا۔ وہ اس وقت تک یہاں کی تفریحات میں مشغول نہیں ہوا تھا جب تک اس نے ناگر کو ڈائننگ ہال سے نکلتے نہیں دیکھ لیا تھا۔

اس کے بعد اُسے کسی شکاری کی تلاش ہوئی۔ وہ آج جی بھر کے تفریح کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ

فریدی کی وجہ سے اپنی ایک دوست کو وقت دے دینے کے باوجود بھی ہائی سرکل نائٹ کلب نہیں پہنچ سکا تھا۔

ذرا ہی سی دیر میں اُسے شکار نظر آ گیا اور شکار بھی ایسا کہ بس مزہ ہی آ جاتا۔ قاسم ان دنوں روزانہ آر لکچو میں آ رہا تھا کیونکہ رقص گاہ کے فرش پر پاؤڈر چھڑکنے والی لڑکیوں میں سے ایک اُسے بہت زیادہ پسند آ گئی تھی۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ اُسے صرف دیکھتا اور ٹھنڈی سانسیں ہی کھینچتا رہا ہوگا۔ اس میں بھلا اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ کسی لڑکی سے ملنے ملانے میں پہل کر سکتا۔ ویسے اُس کا یہ قول بھی سچا ہی ہو سکتا تھا کہ

محوبت اثر کرتی ہے چپکے چپکے
محوبت کی کھاموش انگاریاں ہیں

وہ اس شعر کو گنگنا کر پڑھا کرتا تھا۔ مگر "چنگاریاں" اُسے ہمیشہ "انگاریاں" یاد آتیں۔ اگر کوئی ٹوک دیتا تو ہتھے سے اکھڑ جاتا اور حلق پھاڑ کر کہتا۔ "میں انگاریاں ہی کہتا ہوں، یہی درست ہے۔ انگارہ سے انگاریاں.... اگر چنگاریاں صحیح ہے تو انگارہ کو چنگارہ کیوں نہیں کہتے..... نہیں کہونا۔"

حمید نے اُسے دیکھا۔ وہ گیلری کی ایک میز پر تنہا تھا۔ وہ بڑے دلکش انداز میں وینٹی بیگ ہلاتا ہوا اس کی طرف بڑھا.... اور جب اُس کے قریب پہنچ گیا تو قاسم نے منہ کھول کر اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے کسی اُلو کو پکڑ کر دھوپ میں بٹھا دیا گیا ہو۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔" حمید نے مسکرا کر پوچھا۔ اُس کی آواز میں نہ جانے کہاں کا رس اور لوچ آ گیا تھا۔

"جج.... جی.... جی ہاں" قاسم بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ میز پر سر کے بل کھڑا ہو جانا چاہتا ہو۔

"آپ بھی بیٹھئے نا۔" حمید نے کہا، جو پہلے ہی بیٹھ گیا تھا۔

"جج.... جی ہاں.... بب.... بالکل.... بالکل....!" قاسم پیچھے ہٹ کر کرسی سنبھالنے لگا۔ کبھی ادھر کھسکاتا اور کبھی اُدھر۔ اس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور نتھنے پھول پچک رہے تھے۔ شاید زندگی میں پہلا ہی موقع تھا جب کسی تنگڑی سی لڑکی نے خود ہی اُس سے اُس کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت طلب کی تھی۔

"میں کہتی ہوں.... تشریف رکھئے نا.... یا اگر میرا بیٹھنا ناگوار ہو تو میں چلی جاؤں۔"

"نن.... نہیں.... ارے نہیں.... بیٹھئے.... بھائی صا....ب.... اُدغ.... ادغ.... مطلب یہ کہ.... جی ہاں۔"

قاسم دھم سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

حمید نشیلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ قاسم کا بُرا حال تھا۔ کبھی وہ اس کی طرف دیکھتا اور کبھی بوکھلا کر بغلیں جھانکنے لگتا۔ حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا۔

"میں آپ کو کتنے دنوں سے دیکھ رہی ہوں آپ کے متعلق میں نے سب کچھ معلوم کر لیا ہے.... مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ آپ سیٹھ عاصم کے لڑکے ہیں آپ کا نام قاسم ہے۔ آپ کی شادی ایک ایسی لڑکی سے کر دی گئی ہے جو آپ کو پسند نہیں کرتی۔"

"جج.... جی ہاں....!" قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ رو دے گا۔

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ اچھا یہ بتائیے آخر مجھے کیا پڑی تھی کہ میں نے آپ کے متعلق اتنی معلومات فراہم کر ڈالیں۔"

"خخ.... خدا آپ کا بھلا کرے۔" قاسم کو اس کے علاوہ اور کوئی جواب نہ سوجھا۔

حمید پھر خاموش ہو گیا اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ قاسم کو بڑی میٹھی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کتنے اچھے ہیں۔ مجھے کتنے اچھے لگتے ہیں۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

قاسم ہکا بکا رہ گیا اور اب تو وہ بالکل ہی گونگا ہو گیا تھا۔

"میں اکثر آپ کو خواب میں بھی دیکھتی ہوں۔ آپ کتنے بانکے سجیلے ہیں۔"

قاسم نے بوکھلاہٹ کے عالم میں سوچا کہ اُسے بھی کچھ نہ کچھ بولنا ہی چاہئے۔ مگر بولے کیا۔ ظاہر ہے اسی جملے کے جواب میں کچھ نہ کچھ کہنا چاہئے مگر اتنی دیر تک جواب بھی نہ سوچنا چاہئے کہ لڑکی کو کسی قسم کا شبہ ہو جائے۔ اتنی عقل تو قاسم بھی رکھتا تھا۔ دفعتاً اُسے سوجھ ہی گئی کہ اس موقع پر اُسے کسر نفسی اور خاکساری سے کام لینا چاہئے۔ لہٰذا وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"اجی میں کس.... لائق ہوں.... بالکل چمار ہوں.... اررر.... ہوف.... یعنی کہ خبیث

ہوں.... اُف فوہ.... مطلب یہ کہ.... الاقسم جب بھی آئینہ دیکھتا ہوں بالکل دھوبی معلوم ہوتا ہوں.... ہت تیرے کی سب غلط۔"

قاسم نے جھنجھلا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبا لیا۔ اُسے شدت سے احساس ہو گیا تھا کہ اس نے رو میں اچھی خاصی بکواس کر ڈالی ہے۔

"ہے ہے.... آپ کی یہی ادا تو مار ڈالتی ہے۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"ادا.... مار ڈالتی ہے.... ارے باپ رے۔" قاسم نڈھال سا ہو کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

"کیوں کیا ہوا....!" حمید آگے جھک آیا۔

"آپ مردوں کی طرح کیوں بول رہی ہیں۔" قاسم نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"آپ عورتوں کی طرح بدحواس کیوں ہو جاتے ہیں۔" حمید نے لچک کر کہا۔

"یہاں گگ.... گرمی کتنی ہے۔" قاسم اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

"تو اٹھئے.... باہر چلیں....!" حمید نے تجویز پیش کی۔



ناگر کی موٹر سائیکل ایک بار پھر سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی، لیکن وہ اُسے اپنی قیام گاہ کی طرف نہیں موڑ سکا کیونکہ اسے یک بیک وہ عورت یاد آگئی تھی جسے اُس نے اپنے ساتھیوں کی میز سے اٹھتے دیکھا تھا۔

"کیا وہ اب بھی وہاں موجود ہو گی؟ ناگر سوچ رہا تھا۔ وہ کون تھی؟ اور اس حرکت کا کیا مقصد تھا۔ ٹونی ایڈی اور ٹمپلر اس کے لئے نئے نہیں تھے۔ وہ انہیں اچھی طرح جانتا تھا۔ ان کی عادت سے بھی واقف تھا کہ وہ کبھی زیادہ نہیں پیتے تھے۔ اتنی زیادہ کہ ہوش ہی میں نہ رہیں اور آپس ہی میں لڑ مریں۔ پھر یہ کیا قصہ تھا۔

موٹر سائیکل اسی سڑک پر مڑ گئی جس پر آرلکچو کی عمارت واقع تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ آرلکچو کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوا یہاں حالات معمول پر آچکے تھے۔ لیکن ڈائننگ ہال میں وہ لڑکی نہ دکھائی دی۔

ناگر نے سوچا ممکن ہے وہ چلی ہی گئی ہو۔ ویسے بھی یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ اگر وہ کسی قسم کی سازش ہی تھی تو اس کے بعد لڑکی وہاں ٹھہرنے ہی کیوں لگی۔

وہ کاؤنٹر کی طرف مڑ گیا اور کاؤنٹر کلرک سے فون استعمال کرنے کی اجازت طلب کر کے کسی کے نمبر ڈائیل کئے لیکن تیسری بار رنگ کرنے پر رابطہ قائم ہو سکا۔

"ہیلو....!" اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اٹ از ناگر.... میری کوئی کال۔"

"جی ہاں۔" دوسری طرف سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔ "تھری تھری ایٹ سکس ناٹ پر رنگ کر کے صرف اپنا نام لیجئے۔"

"کیا لہجہ غیر ملکی تھا۔" ناگر نے پوچھا۔

"جی ہاں.... غیر ملکی ہی تھا۔"

"شکریہ۔" ناگر نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد اُس کے بتائے ہوئے نمبر ڈائیل کئے۔

دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

"ناگر....!"

"گڈ....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تم بہت ذہین ہو ناگر اسی لئے میں تمہیں بہت اہمیت دیتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں پہلی بار تم سے براہِ راست گفتگو کر رہا ہوں۔"

"شکریہ جناب....!" ناگر نے بہت بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"مجھے مونا سے اطلاع مل چکی ہے۔ تم نے سچ مچ عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اُسے ضائع کر دینا ہی بہتر ہوا۔ مگر تمہارے ساتھیوں کا کیا بنا۔"

"وہی جو ہونا چاہئے تھا۔ غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے۔"

"تم کہاں سے بول رہے ہو۔"

"آر لکچنو سے۔" ناگر نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اب میں سوچ رہا ہوں کہ اگر اُن سے مزید حماقتیں ہوئیں تو کیا صورت ہو گی۔"

"اسکی پرواہ نہ کرو۔" دوسری طرف سے ہلکے سے قہقہے کی آواز آئی۔ "اگر انہوں نے کوئی بیان دیا تو اسکی وقعت بھی نشے کی جھونک سے زیادہ نہ ہو گی۔ یا پھر وہ پاگل قرار دے دیئے جائیں گے۔"

"جی ہاں.... میں بھی یہی سوچ رہا ہوں.... ہاں دیکھئے ابھی فون ہی پر ٹھہریئے گا۔"

"کیا مطلب....!"

"میں سلسلہ منقطع کر رہا ہوں۔" ناگر نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ باہر جا رہا تھا۔ سڑک پر آ کر وہ تیزی سے ایک جانب چل پڑا۔ پھر ایک ٹیلی فون بوتھ ہی کے قریب رکا۔ یہاں سے اُس نے پھر اُسی نامعلوم آدمی کے نمبر ڈائیل کئے جس سے کچھ دیر پہلے گفتگو کر چکا تھا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اب کہاں ہو!"

"ایک پبلک کال بوتھ سے بول رہا ہوں۔"

"واقعی بہت سمجھدار ہو ناگر۔ میرا خیال ہے کہ اب تم مجھے کوئی حیرت انگیز اطلاع دو گے۔"

"حیرت انگیز ہی سمجھئے کیونکہ.... مطلب یہ ہے کہ....!"

"کہو.... ہچکچاہٹ کی ضرورت نہیں۔"

"محکمہ سراغ رسانی کی ایک لڑکی غائب ہو گئی ہے۔"

"لیکن اُس سے ہمیں کیا سروکار۔" دوسری طرف سے متحیرانہ لہجے میں کہا گیا۔

"بہت عرصہ ہوا مجھے اُس سے سروکار تھا۔ لیکن پھر ہم میں بڑی سخت لڑائی ہوئی اور میں نے تہیہ کر لیا کہ اُسے جان سے مار دوں گا۔ شاید میں نے اس پر بھی اپنا یہ خیال ظاہر کر دیا تھا اس کے بعد اس کی ایک پولیس آفیسر سے دوستی ہو گئی جس نے محکمہ کے سپرنٹنڈنٹ کی اسٹینو کی حیثیت سے اُسے ملازمت دلوادی تھی۔ اب یہ لڑکی فن آئی لینڈ سے غائب ہو گئی ہے۔"

"ارے تو تمہیں کیوں فکر ہے۔"

"مجھے تو ذرا ذرا سی بات کی فکر ہو جاتی ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ میرا ایک بہت بڑا دشمن شہر میں موجود ہے۔"

"دشمن.... کیا مطلب....!"

"میرا اشارہ کرنل فریدی کی طرف تھا۔ کیا آپ اُس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔"

"میں نے بہت کچھ سن رکھا ہے۔"

"وہ مجھے پھانسنے کے لئے پیچیدہ ذرائع بھی اختیار کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی کے غائب ہو جانے میں اسی کا ہاتھ ہو۔"

"ارے تم ان جھمیلوں میں نہ پڑو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "شاید وہ تمہارے خلاف

کسی قسم کا ثبوت بھی نہ مہیا کر سکے۔ محض قیاسات کی بناء پر وہ کیا کر لے گا۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اسے اپنے ذہن سے نکال ہی دو۔"



آخر کار قاسم ایک ڈنڈا تلاش کر لینے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ حمید نے ہال سے باہر آتے ہی ڈنڈے کی فرمائش کی تھی اور قاسم یہ سوچے بغیر کہ کسی عورت کے لئے ڈنڈے کا شوق کیا معنی رکھتا ہے ڈنڈا تلاش کرنے لگا تھا۔

"اب ٹہلنے چلیں گے۔" حمید نے کہا۔

"جرور.... جرور.... ڈنڈا لیجئے۔"

"میری گاڑی تک لے چلئے۔" حمید نے کہا اور اُسے کار تک لے آیا۔

تھوڑی دیر بعد کار آر لکچھو کی کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہی تھی۔

"یہ رات کتنی حسین ہے۔" حمید نے کہا۔

"جج.... جی ہاں.... بہت خبصورت۔"

"میں آپ کو اچھی لگتی ہوں۔"

"غوب .. نوب.... ارے باپ رے.... اُوغ....!" قاسم نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبا لیا۔ وہ پھر بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"کیوں.... کیا بات ہے۔ آپ مجھے پسند نہیں کرتے۔"

"پپ پسند.... بہت.... بہوت....!"

"تو پھر اس طرح منہ کیوں بند کرتے ہیں۔"

"منہ میں درد ہے۔"

"منہ میں.... درد.... واہ.... یہ نئی بات سنی۔"

"درد.... دانت میں ہوگا۔" قاسم نے کہا اور منہ پر سے ہاتھ ہٹا لئے۔

"خیر....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں بہت عرصہ سے آپ کو دیکھ رہی ہوں۔ اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں آپکے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ کیا آپ مجھ سے محبت کریں گے۔"

"الا قسم کروں گا.... کرتے دم تک مروں گا.... ارے ہش.... مرتے دم تک کروں

گا۔" قاسم کی بوکھلاہٹ شدت اختیار کر گئی۔ چونکہ اب اس بوکھلاہٹ میں مسرت کی آمیزش ہو گئی تھی اس لئے اس سچویشن کا کیا پوچھنا۔ اگر خود قاسم ہی ڈرائیو کر رہا ہوتا تو شاید کار سمیت ان دونوں کے چیتھڑے اڑ گئے ہوتے۔

حمید کار کو ایک سنسان سڑک پر لئے جا رہا تھا اور یہ راہ کمٹالی کے ویران میدان کی طرف جاتی تھی۔ قاسم کو اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی کہ وہ جنت میں جا رہا ہے یا جہنم میں۔ اس کا خیال ہی فضول تھا کیونکہ لے جانے والی ایک عورت تھی۔ ایسی جو قاسم کے معیار عشق پر پوری اترتی تھی۔

کمٹالی کے میدان میں حمید نے کار روکتے ہوئے کہا۔ "اتر آیئے سر تاج من، عشق لڑانے کے لئے اس سے مناسب اور جگہ کوئی نہ ہوگی۔"

ایسی بے تکلف لڑکی آج تک قاسم کی نظروں سے نہیں گذری تھی اس لئے کار سے اترتے وقت ایک بار پھر اُس پر بدحواسی کا دورہ پڑا اور یہ اتنا شدید تھا کہ وہ منہ کے بل نیچے چلا گیا۔

حمید نے اُس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ کر بیٹھ گیا۔

"ارے.... ارے.... یہ کیا اٹھیئے اٹھیئے۔" حمید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ قاسم اوندھا پڑا ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔

"ارے اٹھیئے بھی....!" حمید نے کہا۔

"کیسے اٹھوں....!" قاسم نے مردہ سی آواز میں کہا۔ "آپ تو چڑھی بیٹھی ہیں۔"

"ارے توبہ....!" حمید اُس پر سے اٹھتا ہوا بولا۔ "سچ مچ میں محبت میں بالکل دیوانی ہو جاتی ہوں۔"

"قوئی.... کوئی بات نہیں.... ہی ہی ہی۔" قاسم نے بدقت تمام اٹھ کر کہا۔

تھوڑی دیر تک وہ دونوں ہی خاموش رہے پھر حمید نے کہا۔ "میں ازبکستان کی رہنے والی ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔" قاسم بولا۔

"مجھ سے محبت کرو۔"

"جج.... جی ہاں....!"

"تو کرونا.... تم تو کسی اداس خچر کی طرح خاموش کھڑے ہو۔"

"ہی ہی ہی.... کیسے کروں محوبت....!" قاسم دانتوں میں انگلی دبا کر ہنسا۔

"ہائیں! تم اتنا بھی نہیں جانتے۔" حمید نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "اچھی بات ہے تو

پھر میں ہی شروع کروں گی۔ مگر ہم ازبکستانیوں کے رسم و رواج بالکل مختلف ہیں۔ مرد کے طریقے الگ ہیں اور عورت دوسری طرح اظہار محبت کرتی ہے۔ اچھا چلو، جو کچھ میں کہتی ہوں اُسے غور سے سنو پھر تمہیں بھی وہی دہرانا پڑے گا۔ اے ستارو تم کہاں جا چھپے ہو باہر آؤ۔ میں تمہیں پکارتا ہوں.... اور یہ کالی گھٹائیں، جو تمہیں ہڑپ کر گئی ہیں، تھوڑی دیر کی مہمان ہیں۔ تم ان میں آنکھ مچولی کھیلتے رہو۔ ابھی کچھ دیر بعد تمہیں گواہی دینا پڑے گی کہ ہم دونوں ایک دوسری پر جان دیتے ہیں۔ چلو اب اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر اُسے دہراؤ۔"

قاسم نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور ہکلانے لگا۔"اے سس.... ستارو.... باہر نکل کر مجھے.... مجھے.... ہڑپ کر جاؤ.... ارے نہیں.... ہش.... وہ کیا تھا سالا.... گالی کھٹائیں.... ہائیں.... ارے باپ رے.... سب سالا بھول گیا۔ ارے وہ کیا تھا.... مہمان آجائے گا سالا تھوڑی دیر میں گواہی دیتے۔"

"شٹاک....!" ایک زوردار ڈنڈا اُس کے کولہوں پر پڑا۔

"ارے باپ رے۔" وہ بے تحاشہ دہاڑ کر اچھل پڑا۔

"کہتے رہو.... پیارے.... یہ لمحے پھر لوٹ کر نہ آئیں گے۔" حمید نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"ابے تو مارتی کیوں ہو۔" قاسم جھلا کر بولا۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ ہم میں سے ایک کو اظہار عشق ضرور کرنا چاہئے۔ محبت کا یہی دستور ہے۔ تم کہتے ہو کہ تمہیں اظہار محبت کرنا نہیں آتا۔ اس لئے میں نے شروع کیا تھا۔ ازبکستان کی عورتیں اسی طرح اظہار عشق کرتی ہیں۔ وہاں کا یہی رواج ہے۔"

"تو کیا ابھی اور کرو گی۔" قاسم نے کراہ کر مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"کم از کم تین درجن ڈنڈے....!" حمید نے اطمینان سے کہا۔

قاسم کے دیوتا کوچ کر گئے۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے.... نہ تو وہ اُسے اظہار عشق سے روک سکتا تھا اور نہ یہی چاہتا تھا کہ اُس کے کولہوں کی کھال اتر جائے۔ بہر حال جب کچھ بھی نہ بن پڑا تو وہ دل ہی میں ازبکستان والیوں کو گالیاں دینے لگا۔

"ارے تم کیا سوچ رہے ہو پیارے۔ اٹھاؤ ہاتھ اوپر۔" حمید نے قاسم کو جھنجھوڑ ڈالا۔

"اٹھاتا ہوں.... مگر تم جو کچھ بھی کہہ رہی تھیں وہ مجھے زبانی یاد نہیں ہوتا۔"

"پرواہ مت کرو۔" حمید بول پڑا۔"تم کچھ بھی نہ کہو۔ بس چپ چاپ ہاتھ اٹھائے کھڑے رہو۔ میں خود ہی یہ سب کچھ دہراتے ہوئے تین درجن ڈنڈے پورے کرلوں گی۔"

"مر گئے۔" قاسم کی آواز میں بلا کا درد تھا۔

"میں.... تم پر جان دیتی ہوں.... ایک....!" حمید نے کہہ کر دوسرا ہاتھ رسید کیا۔

"اُوف.... فیہا....!" قاسم پھر کراہا۔

"روتے کیوں ہو.... نحوست کیوں پھیلاتے ہو.... دو....!" تیسرا پڑا۔

"ہائے.... ہاہاہاہا...." قاسم رونے کے سے انداز سے ہنسا۔

"میں ستاروں کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ ہمیشہ تمہیں پیار کرتی رہوں گی.... تین....!"

"ہاغ.... غٹ.... کھال اتر جائے گی.... پیاری۔" قاسم کا لہجہ حد درجہ دردناک تھا۔

"پرواہ مت کرو.... یہ لمحات زندگی بھر ایک حسین یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے خوش نصیب لوگ دنیا میں کہاں ملتے ہیں، جن سے عورتیں اظہار عشق کریں.... ہنسو.... قہقہے لگاؤ.... تم بڑے آدمی ہو.... چار....!"

"اُغ.... بم.... ارے تو ذرا آہستہ مارو نا۔"

"مجبوری ہے.... میں نہیں چاہتی کہ زندگی بھر ہم میں جدائی ہو۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر زور سے ڈنڈا نہ جمایا گیا تو شیطان ہم پر حاوی ہو جاتا ہے اور اس کے بعد جدائی لازمی ٹھہری۔ یہ ڈنڈے اس وقت دراصل شیطان ہی پر پڑ رہے ہیں.... پانچ....!"

"ارے جاؤ....!" قاسم جھلاہٹ میں تقریباً ناچ کر بولا۔"کھال میری اُتری جا رہی ہے اور ڈنڈے شیطان پر پڑ رہے ہیں۔ ٹھینگے پر گئی ایسی محوبت.... اب مت مارو۔"

دفعتاً حمید سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور سسک سسک کر رونا شروع کر دیا۔

"ارے.... ارے...." قاسم بوکھلا گیا۔

"نہیں مجھے رونے دو۔ میری تقدیر پھوٹ گئی۔ ازبکستان کی کوئی لڑکی اتنی بدنصیب نہ ہوگی کہ جس کے محبوب نے اظہار محبت کرنے سے اُسے روک دیا ہو۔ اب میں کیسے زندہ رہوں گی۔ تم کل صبح کے اخبارات میں دیکھ لینا کہ ازبکستان کی ایک لڑکی جابرہ زہر کھا کر مر گئی۔"

حمید سر پیٹ پیٹ کر بین کرتا رہا۔

"اچھا اچھا.... روؤ نہیں.... چلو مارلو.... تین نہیں دس درجن۔ اب چوپ بھی رہو۔ خدا کے لئے.... میرا کلیجہ الٹ پلٹ ہو رہا ہے۔"

"یا خدا تیرا شکر ہے۔" حمید اٹھتا ہوا دردناک آواز میں بولا۔ "میں تو سمجھی تھی کہ اب مجھے یا تو عمر بھر کنواری رہنا پڑے گا یا خودکشی کرنی پڑے گی۔"

اُس نے پھر ڈنڈا اٹھایا اور دھڑا دھڑ قاسم پر برسانے لگا۔ لیکن اچانک کسی نے پیچھے سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ساتھ ہی گال پر ایک بھرپور ہاتھ بھی مارا۔ حمید لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا اور پھر اس نے فریدی کی آواز سنی، جو کہہ رہا تھا۔ "اب میں کچھ دنوں کے لئے تمہیں کسی پاگل خانے میں بند کراؤں گا۔"

پھر ایسا معلوم ہوا جیسے حمید کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ نہ تو اُسے اس دخل اندازی پر غصہ آیا تھا اور نہ یہ چانٹا ہی گراں گذرا تھا۔ ویسے داہنے گال کی ایسی ہی کیفیت تھی جیسے کھال اتار کر پسی ہوئی مرچیں چھڑک دی گئی ہوں۔

"اے کون ہے.... کھبر دار....!" قاسم دہاڑا۔

"بکواس مت کرو.... گدھے کہیں کے۔" فریدی نے کہا۔ "میں ہوں۔"

"کرنل صاحب.... ارے باپ رے.... ہم.... مگر آپ نے مارا کیوں.... کیوں مارا۔"

"میں تمہیں بھی ماروں گا ورنہ خاموش رہو۔"

"خواہ.... جان چلی جائے۔" قاسم دہاڑا۔ "لیکن.... لیکن.... میں بتائے دیتا ہوں کرنل صاحب آپ نے اچھا نہیں کیا۔"

حمید نے ان دونوں کو الجھے دیکھا تو چپکے سے کھسک گیا۔ بہ آہستگی گاڑی میں بیٹھا اور کار حرکت میں آگئی۔

"ٹھہرو....!" فریدی نے پلٹ کر کہا لیکن کون سنتا ہے۔ پھر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی وہاں کیسے پہنچ گیا۔

کار تیزی سے راستہ طے کرتی رہی۔ ویسے حمید مڑ مڑ کر دیکھتا جا رہا تھا اور اسے کسی دوسری گاڑی کی ہیڈ لائٹ بھی نظر آ رہی تھی۔ لیکن ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ دوسری گاڑی کا ڈرائیور

اُسے آ لینے کے لئے کوشاں ہو۔

پھر اُسے اپنے آگے ایک کچے راستے پر بھی ایک گاڑی نظر آئی۔ یہ کچا راستہ سڑک کو کراس کرتا تھا۔ حمید نے احتیاطاً اپنی کار کی رفتار کم کر دی اور دوسری گاڑی کے سڑک پار کر جانے کا انتظار کرنے لگا۔ مگر اچانک دونوں گاڑیاں ایک دوسرے سے صرف ایک فٹ کے فاصلے پر رک گئیں۔ دونوں کے بریک کڑکڑائے تھے۔ دوسری گاڑی کا ڈرائیور حمید کو بُرا بھلا کہنے لگا اور پھر حمید کو بھی غصہ آ گیا اور اس کی بھی زبان چل پڑی، لیکن اُسے اتنا ہوش تو تھا ہی کہ وہ کسی عورت کے میک اپ میں ہے۔ ہوش تو تھا۔ مگر نہ جانے کیوں چیختے چیختے اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ دوسری گاڑی آگے بڑھ گئی لیکن حمید چیختا ہی رہا۔ اب وہ محسوس کر رہا تھا کہ اُسے اپنی آواز پر بھی قابو نہیں رہا.... اور وہ اپنی اصلی حالت میں ظاہر ہونے لگی ہے.... اور پھر اُسے اتنا بھی ہوش نہ رہا کہ وہ بعد کی باتیں یاد رکھ سکتا۔

چھت گری

حمید کو اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کتنی دیر تک بیہوش رہا تھا۔ البتہ ہوش میں آتے ہی اُس نے محسوس کیا کہ وہ اب بھی اُس کار والے پر گرج برس رہا تھا۔ جس کی ذرا سی لغزش اُسے دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کر دیتی۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن اُسے بہت زیادہ بوکھلاہٹ میں نہیں مبتلا ہونا پڑا۔ کیونکہ وہ اپنی ہی خواب گاہ میں تھا اور زنانہ لباس اب بھی اُس کے جسم پر موجود تھا۔ لیکن مصنوعی بال سر پر نہیں تھے۔ نہ جانے کیوں اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کمرے کی دیواریں اُسے پیس ڈالنے کے لئے اپنی جگہوں سے کھسک رہی ہوں۔ یک بیک وہ پلنگ پر سے اچھل کر بھاگا اور پھر دروازے کے قریب رک کر بستر کو اس طرح گھورنے لگا جیسے کچھ دیر پہلے اُس کے نیچے سانپ کلبلایا ہو۔ شاید اُس نے یہی محسوس کیا تھا۔ وہ پھر دبے پاؤں بستر کی طرف بڑھنے لگا، اور یکلخت بستر کھینچ کر دور پھینک دیا۔

اب وہ ایک کرسی پر کھڑا ہو کر نیچے جھکا ہوا اس طرح بستر کو گھور رہا تھا جیسے سانپ نکل کر بھاگنے ہی والا ہے۔ پھر اچانک اُسے محسوس ہوا جیسے سانپ بلاؤز کے نیچے اس کی پشت پر کلبلایا اور وہ اچھل پڑا اور اُس کی یہ بوکھلاہٹ اُسے کرسی کے نیچے لائی۔ وہ منہ کے بل فرش پر گرا تھا اور اُس

کے حلق سے عجیب قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ اسی انداز میں اپنے کپڑے نوچ رہا تھا جیسے خود کو سانپ سے بچانا چاہتا ہو۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور فریدی اندر داخل ہوا۔ وہ سلیپنگ گاؤن میں لپٹا ہوا تھا لیکن ایسا نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ سوتا رہا ہو۔ وہ بڑے سکون سے حمید کو فرش پر تڑپتے دیکھتا رہا۔ لیکن پھر یک بیک اُس کی آنکھوں میں استعجاب کی لہریں نظر آئیں۔

حمید چیخا۔ "ارے سانپ.... سانپ.... بچایئے.... بچایئے۔"

پھر وہ اچھل کر فریدی سے آٹکرایا۔ فریدی نے اُسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ حمید کی آنکھیں دہشت سے پھیلی ہوئی تھیں۔

"کیوں؟ کیا بات ہے۔" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔

"سس سانپ...!" حمید نے ہلکی سی سسکاری لی اور اسکا سر فریدی کے بائیں بازو میں ڈھلک گیا۔

"کیا تم ہوش میں ہو۔" فریدی نے پھر پوچھا۔

"مم.... میں ہوش میں ہوں۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ خدا کے لئے چھوڑ دیجئے۔" حمید نے ایسی مضمحل آواز میں کہا جیسے برسوں کا بیمار ہو۔

فریدی نے اُسے آرام کرسی میں ڈال دیا۔ حمید کی آنکھوں کی کیفیت اب کچھ ایسی تھی جیسے ابھی ابھی جاگا ہو۔ فریدی خاموش بیٹھا رہا۔ حمید بھی کچھ نہیں بولا۔

"باتھ روم میں جاکر لباس تبدیل کرلو۔" فریدی نے کچھ دیر بعد کہا۔

حمید کچھ کہے بغیر اٹھ کر باتھ روم میں آیا۔ اب اس کا ذہن کسی حد تک پر سکون تھا۔ لیکن وہ الجھاوے والے خیالات سے دامن بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

حمید نے زنانہ لباس اتار کر سلیپنگ سوٹ پہنا اور تھوڑی دیر تک آئینے پر نظر جمائے رہا۔ اس کے بعد کمرے میں آکر اس نے محسوس کیا کہ فریدی بڑے غور سے اس کے حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا ہے۔

کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ "شاید اب تم ہوش میں ہو۔"

لیکن اُس کے لہجے سے غصہ نہیں ظاہر ہو رہا تھا۔ حمید نے تھوک نگل کر جواب دیا۔ "میں بالکل ہوش میں ہوں۔"

"تم گاڑی میں بیہوش پائے گئے تھے۔" فریدی نے کہا۔

"ہاں شاید میں بیہوش ہو گیا تھا.... لیکن بیہوشی کی وجہ نہ بتا سکوں گا۔"

"مگر تم شاید گاڑی روک کر بیہوش ہوئے تھے۔"

حمید نے سڑک کراس کرنے والی کار کے متعلق اُسے بتایا۔

فریدی چند لمحے اُسکی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "کیا اُس گاڑی سے کوئی غیر ملکی بولا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ لہجہ مشرقی نہیں تھا۔" حمید نے جواب دیا۔

فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو خفیف سی جنبش دی پھر بولا۔ "تم نے دستانے ابھی تک نہیں اتارے۔ میرا خیال ہے شیری پیتے وقت بھی داہنے ہاتھ کا دستانہ نہ اتارا ہو گا۔"

"وہ.... دد.... دیکھئے.... میں نے سوچا کہ اُن تینوں کو وہیں کیوں نہ روک لوں۔"

"کیونکہ یہ ایک شاندار کارنامہ ہوتا۔" فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم انہیں وہاں روک لیتے اور نتیجے کے طور پر زمین کی گردش رک جاتی۔ نہ صبح ہوتی نہ شام ہوتی۔"

"دیکھئے آپ سمجھے نہیں۔"

"ہاں.... آں....!" فریدی اٹھ کر ٹہلتا ہوا بولا۔ "تمہیں ہمیشہ یہ شکایت رہی ہے کہ میں تمہارے محیر العقول کارناموں کو سمجھنے ہی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ داد کیا دوں گا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ اٹھ کر تمباکو کی پاؤچ اور پائپ تلاش کر رہا تھا۔

"جانتے ہو.... تمہاری اس حرکت سے مجھے کیا نقصان پہنچا ہے۔"

"فائدہ ہی کب پہنچا ہے آپ کو میری ذات سے۔" حمید جھلا گیا۔

"بکواس مت کرو۔ تم نے میرے لئے سارے راستے بند کر دیئے ہیں۔"

"جب میں پوری طرح حالات سے آگاہ نہ رکھا جاؤں گا تو یہی ہو گا۔"

"تمہیں حالات سے کیا سروکار۔ میں نے جو کام تمہارے سپرد کیا تھا وہ کچھ ایسا پیچیدہ نہیں تھا کہ تمہارے لئے مسائل پیدا کرتا۔ صرف تین آدمیوں کی نگرانی کرنی تھی۔"

"اگر وہ تین مختلف راہیں اختیار کرتے تو۔"

"یہ بھی بکواس ہے.... میں نے تمہیں پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ اس وقت ان کی راہیں مختلف نہ ہوں گی۔"

"جب اتنا کچھ جانتے تھے تو نگرانی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ کام ایک سادہ لباس والا بھی کر سکتا تھا۔"

"لیکن تم اُس سے بھی بدتر ثابت ہوئے ہو۔"

حمید الماری سے تمباکو کا نیا ڈبہ نکال رہا تھا۔ اچانک اچھل کر پیچھے ہٹ گیا اور اس طرح کپڑے جھاڑنے لگا جیسے کوئی تیز رفتار کیڑا آستین کے راستے اوپر چڑھ آیا ہو۔

پھر اُس نے قمیض اتار ڈالی اور اُسے جھٹکنے لگا۔

فریدی تشویش کن نظروں سے اُس کی یہ حرکت دیکھ رہا تھا۔

"کیا مصیبت ہے۔" حمید بڑبڑایا۔ "پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔"

"کیوں....!"

"کچھ دیر پہلے مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے میرے بستر میں سانپ گھس آیا ہو۔ پھر وہ سانپ قمیض کے نیچے پشت پر کلبلایا تھا۔ پھر اب.... کیڑے سے رینگتے ہیں۔"

"چلو بیٹھ جاؤ...." فریدی نے تلخ لہجے میں کہا۔ "تم قاسم کو وہاں کیوں لے گئے تھے اور یہ کیا حرکت تھی۔"

"صرف تفریح کے موڈ میں تھا۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"اگر میں اُسے بتادوں کہ وہ تم تھے تو کیسی رہے گی۔"

"کیا ابھی نہیں بتایا۔"

فریدی نے نفی میں سر ہلادیا۔

"تو اب بتایئے گا بھی نہیں، ورنہ وہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔ میں نے سوچا تھا کہ آج اس کی کھال گرادوں گا۔"

"اور میں تمہارے ساتھ اس سے بھی بُرا برتاؤ کرنے والا ہوں۔"

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "دیکھئے سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہوتا لیکن میں آج کل ہلدا کی فکر میں ہوں۔ میں نے دراصل وہ میک اپ پہلے کیا تھا۔ بعد میں آپ کی کال آئی تھی۔ میں نے سوچا چلو ایک ساتھ دو کام ہو جائیں گے۔ انہیں نپٹا کر ہلدا کی فکر کروں گا ورنہ اس سے پہلے بھی کبھی میں نے زنانہ میک اپ کیا تھا.... ؟ اور پھر وہ شراب پلانے والا واقعہ

بھی یونہی سا تھا اگر مجھے غصہ نہ آجاتا تو میں انہیں ہرگز شراب نہ پلاتا۔ ُ میں سے ایک نے مجھے آنکھ ماری تھی، بس مجھے تاؤ آگیا اور میں نے انہیں اتنی پلادی کہ وہ آپس میں لڑ مرے۔"

حمید نے واقعات کو توڑ مڑور کر کسی حد تک غلط انداز میں پیش کیا تھا۔ لیکن اُسے ڈر تھا کہ زبان رکتے ہی فریدی کاٹ کرنا شروع کردے گا۔

مگر ایسا نہیں ہوا۔ فریدی نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ اُس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ کوئی دوسری بات سوچنے لگا ہو۔

کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ "اب مجھے براہِ راست ناگر ہی پر نظر رکھنی پڑے گی۔"

"آخر قصہ کیا ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"کوئی نامعلوم آدمی یہاں کے بعض تھکے ہوئے جرائم پیشہ لوگوں کو دوبارہ میدانِ عمل میں لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ طریقہ وہ اختیار کیا ہے کہ جرائم پیشہ لوگ بھی چکرا کر رہ گئے ہیں۔ کام تو کر رہے ہیں وہ اُس کے لئے لیکن کام کی نوعیت اُن کے لئے حیرت انگیز ہے۔ کبھی اُن سے کہا جاتا ہے کہ وہ کسی کتے کی لاش اٹھا کر کسی کنوئیں میں پھینک دیں اور کبھی ہدایت کی جاتی ہے کہ فلاں جگہ ایک کچھوا دفن ہے اُسے کھود نکالو اور شہر کے واٹر سپلائی ٹینک میں ڈال آؤ۔ بہرحال ایسی ہی کئی لایعنی حرکتیں وہ اُن سے کرا چکا ہے۔"

"جب آپ اتنا جانتے ہیں تو اُس آدمی کو نامعلوم کیوں کہتے ہیں۔"

"ایسا ہی قصہ ہے۔" فریدی مسکرایا۔ "ناگر کو یہ احکامات ایک لڑکی کے ذریعہ ملتے ہیں۔"

"لل.... لڑکی....!" حمید ہونٹوں پر زبان پھیر کر ہکلایا۔

"ہاں.... لیکن تمہیں اس کا پتہ نہیں بتایا جاسکتا۔"

"مجھے ضرورت بھی نہیں ہے۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ پھر یک بیک اچھل پڑا۔

اب وہ پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں پاجامے کے پائینچے جھاڑ رہا تھا اور ساتھ ہی اچھلتا کودتا بھی جا رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم...." فریدی بھی جھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"چھپکلی.... شش.... شاید چھپکلی چڑھ گئی ہے۔"

فریدی اُسے غصیلی نظروں سے گھورتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ حمید کی آنکھوں سے خوف

جھانک رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ نڈھال ہو کر آرام کرسی میں گر گیا۔



مونا کرسٹی چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کے سامنے کھڑی کسی خوفزدہ بچے کی طرح پلکیں جھپکا رہی تھی۔ شاید دوسری طرف سے بولنے والا سانس لینے کے لئے رکا تھا۔

چند لمحوں کے بعد پھر آواز آئی۔

"مونا.... ناگر بالکل ناکارہ ثابت ہو رہا ہے۔ اُس نے گدھے قسم کے آدمیوں کا انتخاب کیا تھا تمہیں ہوشیار رہنا چاہئے۔ یہاں کا محکمہ سراغ رسانی ناگر اور اس کے ساتھیوں میں اس حد تک دلچسپی لے رہا ہے کہ اس کے ساتھی اس وقت حوالات میں ہیں۔ تم ہوشیار رہو۔ ناگر کو آگاہ کر دو کہ وہ تم سے ملنے کی کوشش نہ کرے، تم اس سے صرف فون پر گفتگو کر سکتی ہو۔ اور ہاں تم یہاں دوست بنانے کی کوشش نہ کرو۔ مجھے علم ہے کہ تم نے کئی لڑکیوں سے دوستی کی ہے۔"

"میں کیا کروں باس.... یہاں کی لڑکیاں عجیب ہیں، زبردستی دوست بن جاتی ہیں۔" مونا نے کہا۔

"اُن سے بے رخی سے پیش آؤ۔ پھر نوٹ کرو کہ اُن میں سے کون اس کے باوجود بھی تم سے ملنے کی کوشش کرتی ہے۔"

"اس سے کیا ہوگا باس۔"

"بحث مت کرو۔" دوسری طرف سے بولنے والا غرایا۔

مونا سہم کر خاموش ہو گئی۔

دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔ "میرا خیال ہے کہ اس ملک کا سب سے بڑا سراغ رساں کرنل فریدی ہمارے معاملات میں دلچسپی لینے لگا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ناگر ہی کے ذریعہ ان معاملات سے آگاہ ہوا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی پہنچ تم تک ہو گئی ہو۔ اس لئے بہت محتاط رہو۔ اس ٹرانسمیٹر کی حفاظت کا خاص طور پر خیال رکھو۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"اوور.... اینڈ آل....!" آواز آنی بند ہو گئی۔

مونا نے بہت بُرا سا منہ بنایا۔ اب اُس کی آنکھوں میں خوف کی بجائے نفرت کی لہریں

تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس نامعلوم آدمی کے خلاف کچھ کر کے رہے گی۔ لیکن پھر تھوڑی ہی دیر بعد اس کے چہرے سے تھکن سی ظاہر ہونے لگی۔ اس نے الماری کھول کر پورٹ کی بوتل نکالی اور گلاس میں چار انگل ناپ کر انڈیلی چند لمحے رنگین شراب کی سطح پر روشنی کا عکس دیکھتی رہی پھر اسے ایک گھونٹ میں حلق سے اتار گئی۔

سورج غروب ہو چکا تھا لیکن باہر ابھی اتنا اجالا تھا کہ بجلی کی روشنی پھیلاؤ نہیں اختیار کر سکی تھی۔ وہ کمرے سے بالکنی پر آ گئی۔

نیچے سڑک پر آدمیوں کا سیل عظیم رواں دواں تھا۔ اُس نے اپنے فلیٹ کے برابر والی بالکنی پر نظر ڈالی اور بے اختیار مسکرا پڑی۔ وہاں ایک نوجوان بڑے بے نیازانہ انداز میں کھڑا یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت اس کے ذہن میں کسی مقبول ترین فلمی ہیرو کا تصور رہا ہو۔ اس کی وضع قطع بھی "فلمیوں" ہی کی سی تھی۔

مونا دل ہی دل میں گھٹ کر رہ گئی۔ اگر وہ آزاد ہوتی تو اُس نوجوان کو بیوقوف بنا کر تھوڑی سی تفریح ضرور کرتی۔ پہلے اسے یہ ہدایت ملی تھی کہ وہ اجنبی مردوں سے ربط و ضبط بڑھائے لیکن اب لڑکیوں سے ملنے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ کس عنوان سے بے رخی اختیار کرے گی۔ کیونکہ وہ تو انہیں پہلے ہی یقین دلا چکی تھی کہ وہ بہت گاڑھی محبت کرنے والی ہے۔ ہزاروں میل کے فاصلے پر بھی اپنے پرانے ملنے والوں کو نہیں بھولتی۔

وہ یک بیک چونک پڑی۔ باہر کوئی کال بل کا بٹن دبا رہا تھا اور اندر گھنٹی متواتر چیخے جا رہی تھی۔

"کون ہے....!" اُس نے قریب آ کر دروازہ کھولے بغیر پوچھا۔

"میں روزی ہوں۔" باہر سے ایک نسوانی آواز آئی۔

"جاؤ.... چلی جاؤ۔" مونا حلق پھاڑ کر چیخی۔ "میں اس وقت نشے میں ہوں، تمہیں پھاڑ کھاؤں گی۔ پھر تمہاری دادی اپنی قبر سے اٹھ کر بھاگی آئیں گی۔"

وہ خاموش ہو گئی لیکن اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ باہر بھی سناٹا ہی تھا۔ پھر اُس نے لوٹتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔



"تم آخر بیہوش کیسے ہو گئے تھے۔ یہ تو بتاؤ۔" کرنل فریدی حمید سے پوچھ رہا تھا۔

"بخدا میں بیہوش ہو گیا تھا۔ آپ اسے مکر نہ سمجھئے۔ غالباً آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مجھ سے چونکہ ایک بڑی غلطی سرزد ہو چکی ہے اس لئے میں نے بیہوشی کا ڈھونگ رچایا تھا۔ میں کیا بتاؤں مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں کیسے بیہوش ہو گیا تھا۔ مگر ٹھہریئے دیکھئے۔"

حمید داہنے ہاتھ کی آستین الٹنے لگا۔ بازو ننگا ہو جانے پر اُس نے ایک جگہ انگلی رکھی اور اُسے ہولے ہولے دباتا ہوا بولا۔ "یہ دیکھئے یہاں ایک چھوٹی سی گلٹی ہے اور اس میں ہلکا سا درد بھی ہوتا ہے۔"

فریدی اس کا بازو پکڑ کر دیکھنے لگا اور پھر اُس پر سے نظر ہٹائے بغیر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ تو انجکشن کا نشان ہے۔ سو فیصدی یہی بات ہو سکتی ہے۔"

"کیا مجھے یہاں لا کر انجکشن دیا گیا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں.... میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ تم نے مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہے اور یہ حرکتیں تم سے اسی لئے سرزد ہو رہی ہیں کہ ان میں الجھ کر میں اپنا غصہ بھول جاؤں۔"

"تو پھر.... اگر یہ انجکشن کا نشان ہے۔"

"ٹھہرو....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کیا تم اس کار والے کی شکل دیکھ سکے تھے جس نے سڑک کراس کرنا چاہا تھا۔"

"نہیں میں اسمیں کامیاب نہیں ہو سکا۔ ہاں اب آپ یہ بتایئے کہ میرے پیچھے کس کی کار تھی۔"

"مجھے علم نہیں.... کیا حقیقتاً تمہارے پیچھے بھی کوئی کار تھی۔"

"قطعی تھی، لیکن میں اُسے آپ کی گاڑی سمجھا تھا۔"

"مگر میں تو اس وقت کمتالی کے میدان میں قاسم کو ہموار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دراصل اُسے ندامت نے ہموار کیا تھا۔ وہ اس طرح ایک عورت کے ہاتھوں پٹنے پر بے حد شرمندہ تھا۔ بہر حال ایک گھنٹے سے پہلے میری روانگی نہیں ہوئی تھی۔ واپسی پر مجھے تمہاری گاڑی ملی تھی جس کی اگلی سیٹ پر تم بیہوش پڑے تھے۔"

"اُوہ.... تب تو پھر میری نادانستگی میں میرے گرد ایک بہت بڑا جال پھیلایا گیا تھا۔ بیہوش ہو جانے کے بعد کسی نے کوئی چیز میرے بازو میں انجکٹ کی ہو گی.... اوہ.... اُف فوہ.... تو کیا میری...." حمید خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"حمید....!" فریدی نے تھوڑی دیر بعد اُسے مخاطب کیا۔ "اگر تمہارا بیان صحیح ہے تو پھر ہمیں بہت زیادہ محتاط ہو جانا چاہئے۔ ان واقعات کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ نامعلوم آدمی شہر کے چند بُرے آدمیوں کو کسی مقصد کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ لیکن خود بھی ان کی طرف سے مطمئن نہیں ہے۔ وہ کوئی کام ان کے سپرد کر کے سو نہیں رہتا بلکہ کچھ دوسرے لوگ بھی مقامی بدمعاشوں کی نگرانی اُن کی لاعلمی میں کرتے رہتے ہیں۔ اب میں سوچ رہا ہوں کہ اُن تینوں کا حوالات میں پہنچ جانا ہی بہتر ہوا، ورنہ کسی دن کم از کم اس آدمی کی شامت ضرور آجاتی، جو مجھے اطلاعات بہم پہنچاتا رہا ہے۔"

"ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں اگر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کی کوشش نہ کروں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میں بالکل گدھا ہی ہوں۔"

فریدی بے اختیار مسکرا پڑا اور دفعتاً حمید چیخ مار کر اچھل پڑا۔ "ارے چھت گری۔"

دوسری ہی لمحے بعد وہ برآمدے سے صحن میں تھا اور حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔ "باہر نکلئے.... باہر نکلئے.... چھت گر رہی ہے۔"

جھگڑا اور فائر

حمید کا مرض عجیب تھا۔ شہر کے بہترین ڈاکٹروں نے اُسے دیکھا لیکن مرض کے متعلق کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ یہ بات دوسری تھی کہ وہ اسے مالیخولیا ہی قسم کی کوئی ذہنی بیماری قرار دے رہے تھے۔ علامات کی بناء پر ایک معمولی آدمی بھی یہی رائے قائم کرتا۔ مگر وہ سارے ڈاکٹر اس بات پر بھی متفق تھے کہ ذہن پر مالیخولیا کے اثرات نہیں ہیں۔

اب فریدی بھی اس مسئلے پر سنجیدگی سی غور کرنے لگا، ورنہ پہلے تو وہ یہی سمجھا تھا کہ حمید کسی دوسری شرارت کا پلاٹ مرتب کر رہا ہے۔ اُسے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور ہو جانا پڑا۔ کیونکہ حمید نے اس قسم کی بوکھلاہٹ کا مظاہرہ ایک بھری پُری سڑک پر کیا تھا۔ پچھلی شام وہ صدر کے ایک فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ غالباً فریدی شاپنگ کرنے نکلا تھا۔ اچانک حمید بھڑک کر بھاگا اور ٹریفک کی پرواہ کئے بغیر سڑک کے وسط میں بھاگتا چلا گیا۔

استفسار پر اُس نے بتایا تھا کہ ایک بس فٹ پاتھ پر چڑھ آئی تھی اگر وہ ذرا سا بھی چوکتا تو کچل کر رہ جاتا۔

پھر دو تین دن بعد ٹریفک کے کچھ ایسے حادثات ہوئے جن سے سارے شہر میں سنسنی پھیل گئی۔ اس طرح کچھ لوگ فٹ پاتھوں پر چلتے چلتے بھڑک کر بھاگے تھے اور بدحواسی میں بسوں، ٹراموں اور کاروں کی زد میں آکر ختم ہوگئے تھے۔

پھر پرانے شہر سے اطلاع ملی کہ وہاں کی تقریباً نصف آبادی وہم اور مالیخولیا کا شکار ہوگئی ہے۔ لوگ رات گئے گھروں سے نکل کر بھاگتے ہیں اور جدھر سینگ سمائے بھاگتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اکثر دیواروں اور درختوں کے تنوں سے ٹکرا کر زخمی بھی ہوئے تھے۔

مکانوں کی اوپری منزلوں پر رہنے والے بے تحاشہ دوڑتے ہوئے زینوں پر آئے اور اُن کی بوکھلاہٹ پیروں کو تکلیف دیئے بغیر ہی نیچے لے آئی۔ اس طرح کئی آدمی زندگی ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

اس وبائی ہیجان نے سارے شہر کو سراسیمہ کر کے رکھ دیا۔ ویسے یہ وباء ابھی نئے شہر میں نہیں داخل ہوئی تھی۔ نئے شہر میں شاید حمید ہی اس کا شکار ہوا تھا یا ہو سکتا ہے، دو چار اور بھی رہے ہوں۔ شہر کے جدید حصے میں، جو حادثے ہوئے تھے ان میں کام آنے والے بھی پرانے ہی شہر کے باشندے ثابت ہوئے تھے۔

حمید عام حالات میں بالکل نارمل نظر آتا تھا۔ مالیخولیائی دورے کسی کسی وقت اچانک پڑتے تھے۔ اس سے پہلے یہ بات اسکے وہم و گمان میں بھی نہ ہوتی کہ تھوڑی ہی دیر بعد دورہ پڑ جائے گا۔

اس وقت وہ باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا لیکن آج کل وہ خود ڈرائیو نہیں کر رہا تھا۔ فریدی نے اُسے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ ڈرائیو نہ کیا کرے ویسے بھی حمید اپنی ذمہ داری پر مرنا تو ہرگز پسند نہ کرتا۔

کار کمپاؤنڈ سے باہر نکلی ہی تھی کہ ایک اجنبی نے راستہ روک لیا۔ ڈرائیور نے بریک لگائے اور حمید اس آدمی پر برس پڑا۔

"مجھے آپ کو ایک خط دینا ہے جناب۔" اجنبی نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"لاؤ....!" حمید کھڑکی سے باہر ہاتھ نکال کر غرایا۔

لفافہ لے کر اُسے کھولے بغیر اُس نے ڈرائیور سے کہا۔ "چلو۔"

کار آگے بڑھ گئی۔ اب حمید نے لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھا جس پر کوئی تحریر نہیں تھی۔

پھر اُس نے اُسے چاک کر کے خط نکالا۔ پہلی ہی نظر میں اس نے تحریر پہچان لی۔ یہ فریدی کا خط تھا۔ اُس نے لکھا تھا۔

"حمید.... خدشہ ہے کہ یہ حیرت انگیز وبا شہر کے جدید حصے میں بھی پھیل جائے گی۔ تم تو اس کے شکار ہو کر بیکار ہو ہی چکے ہو۔ لہٰذا اب میں اپنے لئے بہت زیادہ محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں کچھ دنوں کے لئے شہر ہی چھوڑ دوں۔ اس دوران میں تمہیں چاہئے کہ ناگر کے متعلق چھان بین کرتے رہو۔ اس کیلئے تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ گھر بیٹھے اُسے طلب کر سکتے ہو۔ اُس سے اس قسم کے سوالات کرتے رہو جیسے تم اُس سے اس وباء کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ اُسے صرف دھمکیاں دیتے رہو۔ حراست میں لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ زیادہ باہر مت نکلو۔ وقتاً فوقتاً میری طرف سے تمہیں ہدایات ملتی رہیں گی۔ اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ اس وباء کا ذمہ دار کوئی آدمی ہے۔"

حمید نے خط ختم کر کے ایک طویل سانس لی اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ جب سے اُس پر اس قسم کے دورے پڑنے لگے تھے اُسے زندگی کی ہماہمی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دورے کی حالت میں بھی یہ احساس اس کے ذہن کے کسی نہ کسی گوشے میں ضرور موجود ہوتا تھا کہ اُس سے حماقت سرزد ہو رہی ہے لیکن دورے کی شکل میں جو اضطراری افعال اس سے سرزد ہوتے تھے اُن پر وہ قابو بھی نہیں پاسکتا تھا بس ایک لہر سی اٹھتی تھی اور وہ اسی لہر میں بہتا چلا جاتا تھا۔ بیٹھے بٹھائے اُسے ایسا محسوس ہوتا رہتا جیسے چھت یقینی طور پر گر گئی ہوگی۔ پھر جب وہ اس ذہنی کیفیت کے دور سے گذر جاتا اور خیالات کی رو پھر شعور سے قریب ہو جاتی تو اُسے اپنی کچھ دیر پہلے والی حماقت پر بے تحاشہ ہنسی آنے لگتی۔ غرضیکہ اس ذہنی کیفیت کو زیادہ سے زیادہ نیم شعوری کیفیت کہا جا سکتا تھا۔ بیہوشی ہرگز نہیں۔

دورے کے اختتام پر تھوڑی دیر بعد اس کے ذہن میں بیزاری سر ابھارتی اور زندگی کی ساری رنگینیاں اس کی نظروں میں خاک و خون سے زیادہ وقعت نہ رکھتیں۔

اس نے خط کے پرزے پرزے کر کے کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور ڈرائیور سے بولا۔ "واپس چلو۔"

ڈرائیور سمجھا شاید دورہ پڑنے والا ہے۔ لہٰذا اُس نے اتنی بدحواسی کے ساتھ ٹرن لیا کہ ایک حادثہ ہوتے ہوتے بچا۔



فریدی کا خیال درست نکلا۔ یہ وبا شہر کے جدید حصے میں ن پھیلنے لگی اور پھر سڑکیں ویران ہو گئیں، نہ جانے کتنے حادثات ہو چکے تھے۔ لوگ چلتے چلتے گاڑیوں سے جا ٹکراتے اور وہ انہیں کچل کر رکھ دیتیں۔ لوگ شہر سے مضافات کی طرف بھاگنے لگے۔

ایک ہفتے کے اندر ہی اندر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اساطیری عفریتوں نے کسی قدیم شہر کو تاراج کر دیا ہو۔ حکومت کی ذمہ دار شخصیتیں بھی شہر سے ہٹ گئی تھیں اور سارے دفاتر ہٹا دیئے گئے تھے۔ اس حیرت انگیز وبا نے ساری دنیا کو چکرا کر رکھ دیا۔ مختلف ممالک سے طبی مشن آنے لگے لیکن خود ان مشنوں کے بیشتر افراد بھی اسی وبا کا شکار ہو گئے۔

ابھی تک حالات پر قابو نہیں پایا جا سکا تھا۔ بڑی بڑی طبی تجربہ گاہیں دن رات کھلی رہتیں۔ اس مرض کے متعلق چھان بین ہوتی لیکن اسے ختم کرنے کا کوئی مستقل ذریعہ ہاتھ نہ آتا اور نہ اس کے اسباب ہی سمجھ میں آتے۔

اچانک ایک دن شہر کی سڑکوں پر ایک چھوٹی سی کار دیکھی گئی جس پر لاؤڈ سپیکر کے ہارن فٹ تھے اور کوئی شخص متواتر اعلان کرتا پھر رہا تھا۔

"بھائیو! میں نے اس وبائی ہیجان کا علاج دریافت کر لیا ہے۔ آپ مجھے آج سے نہیں، بہت عرصہ سے جانتے ہیں۔ میں ڈاکٹر گوہن ہوں۔ میں خود بھی اس وبا کا شکار ہوا تھا لیکن اتفاقاً اس کا علاج دریافت کر لیا ہے۔ آپ بھی سنئے اور اس سے فائدہ اٹھائیے۔ جب اس وبا کا زور نہ ٹوٹے تو اسی علاج کو بار بار دہراتے رہئے۔ علاج یہ ہے کہ تین اونس چائے کے پانی میں کم از کم ڈیڑھ اونس نمک حل کر کے پی جائیے۔ دن میں کم از کم دو بار تین اونس چائے کے پانی میں ڈیڑھ اونس نمک....!"

لوگ سراسیمہ تو تھے ہی۔ انہوں نے یہ نسخہ بھی آزمایا اور پھر شام ہوتے ہوتے ڈاکٹر گوہن زندہ باد کے نعرے گلی کوچوں میں گونجنے لگے۔

دوسرے دن کے اخبارات صرف ڈاکٹر گوہن کی تصاویر اور اس کے حالات سے بھرے

پڑے تھے۔ وہ ایک مغربی ملک کا باشندہ تھا اور چند سال پہلے اُس نے یہیں کی شہریت اختیار کر لی تھی۔ ایک اچھے معالج کی حیثیت سے وہ پہلے ہی سے کافی شہرت رکھتا تھا۔

اخبارات میں وہ واقعہ بھی درج تھا جس کی بناء پر اچانک وہ علاج دریافت ہو گیا تھا، ہوا یہ کہ ڈاکٹر گوہن چائے پینے جا رہا تھا۔ اُس نے ایک کپ تیار کیا اور خیالات میں ڈوبا ہوا اس کا گھونٹ حلق سے اتار گیا۔ گھونٹ حلق سے بس بوکھلاہٹ ہی میں اتر گیا تھا ورنہ وہ گھونٹ تو ایسا تھا کہ زبان ہی اسے نہ برداشت کر سکتی۔ ڈاکٹر نے غلطی سے شکر کی بجائے نمک کے دو چمچے چائے میں ڈال لئے تھے۔ اس کا موڈ اس واقعہ سے اتنا خراب ہو گیا کہ اس نے پھر چائے نہیں پی۔ لیکن اس کے بعد کئی گھنٹے تک اس پر مالیخولیائی دورہ بھی نہیں پڑا۔ ویسے پہلے دو دو گھنٹے کے وقفے سے اُس پر ہلکے قسم کے دورے پڑتے رہے تھے۔ پھر جب پورا ایک دن گذر گیا اور اس پر دورے نہ پڑے تو اس نے سوچنا شروع کیا کہ یہ کس دوا کا ردعمل ہو سکتا ہے۔ اس نے وہ ساری دوائیں دوسرے مریضوں پر آزما ڈالیں، لیکن اس سے مرض میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ آخر کار اُسے وہ نمکین چائے یاد آئی اور اس نے اسے آزمانا شروع کیا.... نتائج حیرت انگیز تھے۔ مریض روبصحت نظر آنے لگے۔ اُن پر دن بھر دورے نہیں پڑے تھے۔

یہ کہانی لکھ کر اخبارات نے رائے ظاہر کی تھی۔ ڈاکٹر گوہن ایک سچا وطن پرست آدمی ہے، حالانکہ اس کی موجودہ وطنیت زیادہ پرانی نہیں ہے، لیکن پھر بھی وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں وطن کے لئے گہری محبت رکھتا ہے۔ اس کی جگہ اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو اسی نسخے کی بدولت کروڑ پتی ہو جاتا، مگر وہ سڑکوں پر اس نسخے کا اعلان کرتا پھر رہا ہے۔

کئی دن تک ڈاکٹر گوہن کی کار سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ لوگ اس کا نسخہ استعمال کرتے رہے۔ وبا کا زور کم ہو گیا۔ اب سرکاری طور پر بھی اس نسخے کا علاج کیا جانے لگا تھا۔

کیپٹن حمید بھی یہی نسخہ استعمال کر رہا تھا اور اُسے یقین تھا کہ اب اُس پر دورے نہ پڑیں گے۔ اب اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ذہنی یا جسمانی طور پر کبھی بیمار ہی نہ رہا ہو۔

اس دوران میں فریدی اکثر اُس سے فون پر گفتگو کرتا رہا تھا لیکن اس نے یہ نہیں بتایا تھا نہ وہ کہاں ہے۔

حمید ڈاکٹر گوہن کے متعلق بھی سوچ رہا تھا۔ اُس نے واقعی ملک و قوم پر بڑا احسان کیا تھا....

مگر اس طرح اچانک کوئی علاج دریافت ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ایک ہفتے کے اندر ہی اندر علاج بھی دریافت ہوا، اس پر تجربات بھی ہوئے اور اعلیٰ پیمانے پر مریضوں کو شفا بھی ہونے لگی۔

مگر چونکہ اُسے فریدی کی طرف سے اس کے متعلق کوئی ہدایات نہیں ملی تھیں، اس لئے وہ خاموش تھا۔ ناگر تو شہر سے ایسا غائب ہوا تھا جیسے کبھی وہاں رہا ہی نہ ہو۔ حمید نے اُسے تلاش کرنے کے لئے سادہ لباس والوں کی ایک بہت بڑی ٹولی تعینات کی تھی۔

البتہ ڈاکٹر گوہن کا معاملہ اس کے لئے ایک مستقل ذہنی خلش بن کر رہ گیا تھا۔ آخر کار اُس نے اس کی بھی نگرانی شروع کرادی۔ نگرانی کرنے والوں کا انچارج سارجنٹ رمیش تھا۔

رمیش اُسے ہر تین گھنٹے بعد اُس کے متعلق اطلاعات دیتا تھا۔ مگر حمید کی دانست میں ابھی تک صرف ایک ہی کام کی بات معلوم ہوئی تھی وہ یہ کہ ڈاکٹر گوہن کے ساتھ دو لڑکیاں بھی تھیں۔ دونوں بے حد حسین تھیں۔ سفید فام تھیں۔ ان میں سے ایک روزا سیکریٹری تھی اور دوسری مونا کرسٹی نرس۔

حمید نے ایک دن تو کسی نہ کسی طرح صبر کیا اور اس کے بعد ڈاکٹر گوہن پر چڑھ دوڑا۔ یہ ماڈل ٹاؤن کی ایک بڑی عمارت میں رہتا تھا۔ ماڈل ٹاؤن شہر کی جدید ترین بستی تھی اور یہاں بہت زیادہ مالدار طبقے کے لگ آباد تھے۔

عمارت جس میں گوہن رہتا تھا بڑی شاندار تھی۔ اس کے ایک حصے میں اس کی رہائش تھی اور دوسرے میں ہسپتال تھا۔

آج کل تو اس نے کمپاؤنڈ میں ایک بڑا شامیانہ لگا رکھا تھا اور باہر ہی بیٹھ کر مریضوں کو دیکھتا تھا۔ پھاٹک کے قریب نمکین چائے کی دیگیں چڑھی رہتی تھیں۔

حمید سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے وہاں پہنچا۔ ڈاکٹر گوہن شامیانے کے نیچے ہی موجود تھا۔ یہ ایک دراز قد اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان رہی ہوگی کیونکہ اس کے بال بالکل سفید تھے۔ مگر جسم کی بناوٹ اتنی شاندار تھی کہ خضاب استعمال کرنے پر تیس اور چالیس کے درمیان معلوم ہوتا تھا۔ چہرے پر گھنی ڈاڑھی اور مونچھیں تھیں۔ حمید اُسے اس سے پہلے بھی اکثر دیکھ چکا تھا۔

مگر اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے شامیانے کے نیچے ہنگامہ برپا ہو۔ کئی لوگ چیخ چیخ کر

گفتگو کر رہے تھے اور ڈاکٹر گوہن بھی اچھے موڈ میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔

حمید کے قدم تیزی سے شامیانے کی طرف اٹھنے لگے۔ ڈاکٹر گوہن کے سامنے تین غیر ملکی تھے۔ یہ بھی کسی مغربی ملک سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک بہت زیادہ غصے میں معلوم ہوتا تھا۔ وہ ڈاکٹر گوہن کی طرف ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے دونوں ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ "میں دیکھوں گا کہ یہ چائے والا فراڈ کب تک چلتا ہے۔ میں کہتا ہوں...."

"میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔" ڈاکٹر گوہن حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"تمہیں سننا پڑے گا.... تمہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ تمہاری یہ نمکین چائے اتنی ہی زود اثر ہے۔"

"آنکھیں کھول کر دیکھو.... یہ ثابت ہو چکا ہے۔" گوہن غرایا۔ "پورا شہر تمہیں بتائے گا۔"

"یہ ہماری تقسیم کردہ ٹکیوں کا اثر ہے۔" غیر ملکی نے کہا۔

"تمہاری ٹکیاں میں خود بھی استعمال کر چکا ہوں۔ مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں خود بھی اس وبا کا شکار ہو چکا ہوں۔"

"عنقریب تمہاری پول کھل جائے گی۔" غیر ملکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جاؤ.... جاؤ.... اگر تم میرے ملک میں مہمان نہ ہوتے تو بتاتا تمہیں۔" ڈاکٹر گوہن نے انتہائی غصے کے عالم میں ہاتھ ہلا کر کہا۔

حمید کو اس قضیئے سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو اس خوبصورت لڑکی کو دیکھ رہا تھا، جو ڈاکٹر گوہن کے پیچھے کھڑی تھی۔

حمید چکر کاٹ کر اس کے قریب پہنچا۔

"سنئے محترمہ....!" اُس نے آہستہ سے کہا۔

لڑکی اس کی طرف مڑی اور پھر بیساختہ چونک پڑی۔ لیکن فوراً ہی سنبھل بھی گئی۔ ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نظر آئی تھی۔

"فرمائیے۔"

"ذرا.... ادھر.... الگ آیئے۔"

وہ اس کے ساتھ کچھ دور ہٹ آئی۔

"یہ کون بدتمیز ہے۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "جو ڈاکٹر جیسے فرشتہ خصلت آدمی سے

الجھ رہا ہے۔ کیا میں اسے کچا چبا جاؤں۔"

"نہیں.... ابال کر کھائیے۔ کیا آپ اس کی کچھوے جیسی کھال نہیں دیکھ رہے ہیں۔" لڑکی مسکرائی۔

"نہیں.... بتائیے تو آخر یہ کون بیہودہ ہے۔"

"کسی بیرونی مشن کا کوئی ڈاکٹر ہوگا۔" لڑکی نے لاپروائی سے کہا۔

"اور یہ نمکین چائے کو لغو قرار دے رہا ہے، جسے میں بھی استعمال کر کے فائدہ اٹھا چکا ہوں۔"

"اوہ.... تو پھر آپ کہتے کیوں نہیں اُس سے۔ کیا آپ کسی بیرونی طبی مشن کی دوائیں بھی استعمال کر چکے ہیں۔"

"ہرگز نہیں.... ایک بھی نہیں۔ میں نے تو نمکین چائے کے علاوہ سرے سے اور کوئی دوا استعمال نہیں کی۔"

لڑکی حمید کو جواب دیئے بغیر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ اس نے ڈاکٹر گوہن سے آہستہ آہستہ کچھ کہا اور ڈاکٹر گوہن جھلائی ہوئی بلند آواز میں بولا۔ "جہنم میں جائے مجھے گواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے کس کی پرواہ ہے۔"

پھر اُس نے دوسرے غیر ملکی سے کہا۔ "میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے۔ میں فراڈ رہا ہوں تو میرے خلاف قانونی کاروائی کی جاسکتی ہے۔"

اب وہ ان کے جواب کا انتظار کئے بغیر عمارت کی طرف مڑ گیا۔ اس کی رفتار بڑی تیز تھی۔ مگر حمید کو اس کی رفتار سے زیادہ اُس کی پتلون کی داہنی جیب سے دلچسپی تھی، جس میں رفتار کی تیزی کی وجہ سے کوئی وزنی چیز زور زور سے ہل رہی تھی اور یہ چیز ریوالور کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی۔

ایک ڈاکٹر کی جیب میں ریوالور کا کیا کام.... ؟ حمید سوچنے پر مجبور ہو گیا اور پھر وہ اپنے مکان کی کمپاؤنڈ ہی میں تھا۔ کیا کوئی ڈاکٹر مریضوں کو دیکھتے وقت بھی اپنے جیب میں ریوالور رکھ سکتا ہے۔

وہ تینوں غیر ملکی قہر آلود نظروں سے عمارت کی طرف دیکھتے رہے اور پھر پھاٹک کی طرف مڑ گئے جہاں ایک بڑی سی سیاہ رنگ کی سیڈان کھڑی تھی۔

حمید نے سیڈان کے قریب ایک مقامی ڈاکٹر کیپٹن سانگلو کو بھی دیکھا۔ یہ شاید انہیں غیر ملکیوں

کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ وہ چاروں سیڈان میں بیٹھ گئے۔

اب حمید پھر لڑکی کی طرف مڑا اور اس کی آنکھیں جھپک گئیں کیونکہ اب وہاں ایک کی بجائے دو لڑکیاں تھیں۔

"کیا مجھ پر دورہ پڑنے والا ہے۔" حمید بڑبڑایا اور وحشت خیز نظروں سے لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیوں؟ کیوں....؟" پہلی لڑکی نے پوچھا۔

"ایک کی دو نظر آنے لگتی ہیں.... دورے سے پہلے۔" حمید کی آواز خوفزدہ سی تھی۔

دونوں ہنس پڑیں۔ لیکن یہ ہنسی طویل نہ ہو سکی کیونکہ یک بیک عمارت سے پے در پے کئی فائروں کی آوازیں آئی تھیں۔ حمید عمارت کی طرف دوڑا۔

ناچ

فریدی موٹر سائیکل پر شاذو نادر ہی بیٹھتا تھا۔ مگر جب بیٹھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ طوفان پر سوار ہو۔

اس وقت بھی بالکل یہی کیفیت تھی۔ پرنسٹن کے چوراہے پر سرخ روشنی نے ٹریفک روک رکھا تھا لیکن اس کی موٹر سائیکل نکل ہی گئی۔ اس پر ٹریفک سارجنٹ نے جھلا کر سیٹی بجائی۔ فریدی نے بایاں ہاتھ اٹھا کر اُسے کسی قسم کا اشارہ کیا لیکن سارجنٹ نے اپنی موٹر سائیکل اس کے پیچھے چھوڑ ہی دی۔ شاید اس نے اُسے اچھی طرح دیکھا نہیں تھا۔ بہر حال تھوڑی ہی دیر بعد اس نے فریدی کو جالیا۔

"دفع ہو جاؤ۔" فریدی غرایا۔ "میں ٹریفک کے اصولوں کا اس وقت پابند نہیں ہوتا جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو۔"

دونوں موٹر سائیکلیں برابر سے دوڑ رہی تھیں۔

"معاف کیجئے گا جناب.... کرنل صاحب۔ میں نے پہچانا نہیں تھا۔" سارجنٹ نے کہہ کر رفتار کم کردی۔ فریدی کی موٹر سائیکل بدستور فراٹے بھرتی رہی۔

کچھ دیر بعد آبادیاں بہت پیچھے رہ گئیں اور جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سڑک سنسان پڑی تھی اور آہستہ آہستہ دھندلکا پھیل رہا تھا۔

فریدی نے موٹر سائیکل روک کر ایک گڑھے میں اتارا اور اس کچے راستے کے سرے پر چلا آیا، جو بائیں جانب والے جنگل سے نکل کر سڑک سے آملا تھا۔

اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر ڈالی اور کچے راستے کے قریب والی جھاڑیوں میں گھس گیا۔

شاید دس ہی منٹ بعد بائیں جانب والا جنگل موٹر سائیکل کی کرخت آواز سے گونجنے لگا۔ موٹر سائیکل اسی کچے راستے پر آرہی تھی۔ جھاڑیوں کے قریب آکر اس کی رفتار برائے نام رہ گئی کیونکہ کچے راستے کا سرا جو سڑک کی طرف تھا کافی اونچائی پر تھا۔

"رک جاؤ دوست....!" دفعتاً فریدی نے جھاڑیوں سے نکل کر کہا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ پھر بائیں ہاتھ سے اس نے اس کا گریبان پکڑ لیا۔

موٹر سائیکل والا بوکھلا گیا کیونکہ یہ حادثہ اس کے لئے قطعی غیر متوقع تھا۔

موٹر سائیکل رک گئی۔ فریدی نے اس کے گریبان کو جھٹکا دیا۔ موٹر سائیکل دوسری طرف لڑھک گئی کیونکہ سوار تو اس جھٹکے کے ساتھ ہی اس پر سے اکھڑ گیا تھا۔

"ڈاکٹر گوہن ختم ہو گیا ہو گا.... ناگر....!" فریدی نے ریوالور کی نال سے اُسے زمین سے اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ناگر اٹھا۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"میں اس کے علاوہ اور کیا چاہتا کرنل۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تو تم اقبال جرم کرتے ہو۔"

"ہاں.... میں پھانسی کے تختے پر بھی اقبال جرم کروں گا۔ بشرطیکہ اس کے بعد مجھے ایک محب وطن کہا جائے۔"

"خوب.... تو تم وطن کی خدمت انجام دے کر آرہے ہو۔"

"یقیناً.... کرنل.... وہ پورے ملک کو تباہ کر کے رکھ دیتا۔"

"وہ کیسے....!"

"اس طرح....!" یک بیک ناگر نے فریدی پر چھلانگ لگائی لیکن فریدی جو خود کو غافل ظاہر کر رہا تھا حقیقتاً غافل نہیں تھا۔ ایک طرف ہٹ کر اس نے جو ناگر کی پسلی پر ٹھوکر رسید کی ہے تو ناگر کی متواتر کئی چیخیں نکل گئیں۔

"اس طرح بھی ہو سکتا ہے مسٹر ناگر۔" فریدی طنزیہ انداز میں مسکرایا۔ اس کے انداز سے بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ شطرنج کی بساط پر کوئی اچھی سی چال چل کر مطمئن ہو گیا ہو۔

اب اس نے ریوالور جیب میں رکھ لیا اور ناگر کو گریبان سے پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا۔ "اگر تمہاری وطن پرستی کی مناسب داد نہ دوں تو یہ بڑی بُری بات ہو گی۔ کیونکہ تمہارے جوئے خانے بھی بند ہو چکے ہیں۔"

ناگر نے فریدی کے گریبان پر ہاتھ ڈالنا چاہا لیکن اس سے قبل ہی اُس کی ٹھوڑی پر گھونسہ پڑا اور وہ ایک بار پھر زمین پر نظر آیا۔

"اب یہ بتاؤ کہ ہلدا کہاں ہے۔ تمہارے علاوہ اور کون اُسے غائب کر سکے گا۔" فریدی نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

اس بار ناگر زمین ہی پر پڑا رہا لیکن وہ ہوش میں تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح مزید مرمت سے بچنا چاہتا رہا ہو۔

"میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا.... قطعی نہیں جانتا۔ میں اس وقت تم پر حملہ نہ کرتا مگر تمہاری طرف سے میرے دل میں بہت غبار ہے۔"

"نکال بھی ڈالو۔" فریدی مسکرایا۔

"ابھی نہیں.... آج کل میرے ستارے گردش میں ہیں۔" ناگر نے جواب دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "مگر تم اس وقت یہاں کیسے!"

"یہ کیسے ممکن تھا کہ تم میری آنکھوں کے سامنے اُسے قتل کر کے نکل آتے۔"

"ہاہا....!" ناگر نے قہقہہ لگایا۔ "میں تو اُسے قتل کر بھی چکا۔ میری سب سے بڑی خواہش پوری ہو گئی۔"

"تم جھک مارتے ہو.... وہ زندہ ہے۔" فریدی نے کہا۔ "تمہارے بھاگنے کے بعد میں نے اُسے کھڑکی میں دیکھا تھا اور پھر مجھے یہ تو معلوم ہی تھا کہ تم اس کے بعد کہاں جاؤ گے، لہٰذا میں

اطمینان سے روانہ ہوا تھا اور تم سے دس منٹ پہلے یہاں پہنچ گیا۔"

"ہوں تو تم نے پوری طرح مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر نظر رکھی ہے۔" ناگر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا، پھر سنبھل کر بولا۔ "لہٰذا تم یہ بھی جانتے ہوگے کہ میں کس کے لئے کس طرح کام کرتا رہا ہوں۔"

"ہاں.... میں یہ بھی جانتا ہوں۔"

"کس کے لئے۔"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔" فریدی نے جواب دیا۔

"ہاہا.... اگر تم جھوٹ نہیں بول رہے ہو تو میں نے اُسے مار ڈالا۔"

"ڈاکٹر گوہن....!"

"ہاں ڈاکٹر گوہن۔"

"یقین نہیں آتا۔"

"کیوں کیا تم اُس لڑکی سے واقف نہیں، جو مجھ سے اس کے لئے کام لیتی تھی۔"

"شاید میں اُسے نہیں جانتا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مونا کرسٹی.... جو آج کل اس کی نرس کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔"

"اوہ....!"

"ہاں کرنل.... اس لڑکی نے مجھے اپنی درد بھری کہانی بھی سنائی تھی۔ اب سوچتا ہوں کہ وہ سب کچھ فراڈ تھا۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ اس وبا کا ذمہ دار وہی ہے۔"

"ہاں کرنل.... اُس نے مجھ سے درجنوں مردہ کتے شہر کے کنوؤں اور واٹر سپلائی کے تالابوں میں پھنکوائے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میرا دعویٰ ہے کہ انہیں کتوں سے پیدا ہونے والے جراثیم نے یہ وبا پھیلائی ہے۔"

"اور اب اُس نے ایک سہل سا نسخہ بھی دریافت کر لیا ہے۔" فریدی مسکرایا۔

"کوئی چال ہے۔" ناگر بولا۔ "کیا ممکن نہیں ہے کہ ملک گیر شہرت کے حصول کے لئے اس

نے ایسا کیا ہو۔ ظاہر ہے کسی ڈاکٹر کی شہرت اس کے لئے دولت ہی لاتی ہے۔ میرے جوئے خانے دولت ہی کے لئے چلتے تھے۔ دولت ہی کے لئے دنیا کا بڑے سے بڑا جرم کیا جاتا ہے اور محکمہ سراغ رسانی کے قیام کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر گوہن اگر ڈاکٹر نہ ہوتا تو میری طرح ایسا آدمی ہوتا جسے سب لٹیرا اور بدمعاش کہتے۔"

"لڑکی کی کہانی کیا تھی۔"

"کیا میں بیٹھ سکتا ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے کہا۔ ناگر اٹھ کر بیٹھ گیا اور مونا کرسٹی کی داستان دہرانے لگا۔

جب یہ کہانی ختم ہوگئی تو فریدی نے پوچھا۔ "آخر تم نے اس پر حملہ کیوں کیا جبکہ اس سے خاصی اچھی رقم مل جاتی تھی۔"

"وہ خود ہی مجھے ختم کرا دینے کے چکر میں تھا۔ اس دوران میں مجھ پر تین بار حملہ کرا چکا ہے، جب سے اسے علم ہوا ہے کہ سرکاری سراغ رساں میرے پیچھے ہیں وہ مجھے زندہ دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔"

"خیر....!" فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "فی الحال تمہیں میرے ساتھ کوتوالی چلنا ہے۔"

"میں تیار ہوں۔"



حمید کے پیچھے دونوں لڑکیاں بھی دوڑ رہی تھیں اور ان میں سے ایک اُسے بتاتی جا رہی تھی کہ اسے کدھر چلنا ہے۔ وہ ایک ایسے کمرے میں آئے جس کی ایک جانب کی کھڑکیاں کمپاؤنڈ کے بائیں بازو میں کھلتی تھیں۔

یہاں حمید کو ڈاکٹر گوہن نظر آیا، جو ایک میز پر دونوں ہاتھ ٹیکے ویران ویران آنکھوں سے کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا۔

اُن کی آہٹ پر وہ چونک کر اُن کی طرف مڑا اور حمید پر نظر پڑتے ہی بُری طرح جھلا گیا۔

"تم کون ہو.... میری اجازت کے بغیر یہاں کیوں گھس آئے۔ جاؤ.... دفع ہو جاؤ۔"

"میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم زندہ تو نہیں ہو۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ لیکن قبل اس کے ڈاکٹر کا ہاتھ اس کی جیب تک پہنچتا حمید نے اپنا ریوالور نکال لیا۔

لیکن پھر یک بیک اس کو عقل آ گئی اور اس نے جلدی سے کہا۔ "یہ تو صرف اس لئے ہے۔ ڈاکٹر کہ کہیں تم اپنا ریوالور نہ نکال لو۔ تمہاری اس حرکت سے مجھے گہرا صدمہ پہنچتا لہٰذا میں نے سوچا کہ میں ہی پہل کیوں نہ کروں۔"

"تم کون ہو۔"

"کیپٹن حمید.... فرام سنٹرل انٹیلی جنس بیورو۔"

"اوہ....!" ڈاکٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا اور حمید ریوالور جیب میں ڈالتا ہوا بولا۔ "میونسپل حدود میں جہاں بھی مجھے فائرنگ کی آواز سنائی دے۔ میں صاحب خانہ کی اجازت حاصل کئے بغیر بھی مکان میں داخل ہو سکتا ہوں۔"

"بالکل بالکل....!" ڈاکٹر سر ہلا کر بولا۔ "اوہ.... کیپٹن میں اس وقت ختم ہی ہو گیا ہوتا....! یہ دیکھئے۔"

اُس نے سامنے والی دیوار کی طرف اشارہ کیا جہاں گولیوں سے کئی جگہ کا پلاسٹر اُدھڑ گیا تھا۔ حمید نے ریوالور کے سامنے والی کھڑکی کی طرف دیکھا۔

باہر شور ہو رہا تھا۔ دوسروں نے بھی فائروں کی آوازیں سنی تھیں اور شاید وہ بھی عمارت کے اندر داخل ہونا چاہتے تھے۔

"انہیں روکو....!" ڈاکٹر نے ایک لڑکی سے کہا۔ "یہاں سب ٹھیک ہے۔"

طویل قامت لڑکی چلی گئی۔ حمید کنکھیوں سے دوسری لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

"فائر کس نے کئے تھے۔" حمید نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"کاش میں اس کی شکل دیکھ سکا ہوتا۔"

"اس سے پہلے بھی کبھی آپ پر حملہ ہوا تھا۔"

"نہیں کبھی نہیں۔"

"شامیانے کے نیچے کن لوگوں سے آپ کا جھگڑا ہو رہا تھا۔"

"اوہ.... وہ کینہ توز ڈاکٹر سانگلو انہیں مجھ پر چڑھا لایا تھا۔ خود قریب نہیں آیا مگر میں جانتا ہوں۔ وہ میرا حریف ہے۔ مجھ سے پہلے اس شہر میں اس کا طوطی بولتا تھا مگر اب اُلو بھی نہیں بولتا۔"

"مگر وہ لوگ تھے کون۔"

"ڈاکٹر برونو.... ایک بیرونی طبی مشن کا قائد.... اس کا دعویٰ ہے کہ وبا کا زور اس کی ادویات سے کم ہوا ہے۔"

"مگر اس اتنی سی بات کے لئے وہ لوگ آپ پر فائر تو نہیں کر سکتے۔" حمید بولا۔

"میں نے کب کہا ہے کہ فائروں کا تعلق اُن سے ہے۔" ڈاکٹر گوہن جھلا گیا۔

حمید نے کھڑکی کے قریب جا کر باہر دیکھا۔ یہاں سے چہار دیواری کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ بیس فٹ رہا ہو گا اور چہار دیواری چار فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ اس کے نیچے سلاد کی کیاریاں تھیں۔ حمید کھڑکی سے نیچے کود گیا۔

چہار دیواری پھلانگ کر کمپاؤنڈ میں آنا اور دوبارہ پھلانگ کر واپس جانا مشکل نہیں تھا۔ حمید نے ایک کیاری میں سلاد کے کچلے ہوئے پودے بھی دیکھے۔ اس کے سامنے ہی دیوار پر گیلی مٹی کے نشانات ملے، جو غالباً حملہ آور کے جوتوں کے نشانات تھے۔

ڈاکٹر کھڑکی ہی میں کھڑا تھا۔ حمید نے ایک بار مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور پھر سلاد کی کیاری پر نظریں جما دیں۔

وہ سوچ رہا تھا کہ ڈاکٹر گوہن کم از کم اس وقت اس پر فائر کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ یہ اس کے لئے کوئی نیا واقعہ نہیں تھا۔ اس سے پہلے بھی کئی ایسے مجرم اس کی نظروں سے گزرے تھے جنہوں نے پولیس کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے اس قسم کی حرکتیں کی تھیں۔ خود ہی اپنے اوپر حملے کرائے تھے اور پھر اس کام کے لئے یہ موقع تو بے حد مناسب تھا کیونکہ محکمہ سراغ رسانی کا ایک آفیسر یہاں موجود تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ لوگ یقینی طور پر اُس سے واقف تھے، ورنہ وہ لڑکی اُسے دیکھ کر چونکی کیوں تھی۔

"اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔" حمید نے ڈاکٹر گوہن کی بھرائی ہوئی سی آواز سنی۔

حمید اس طرح چونک کر اُس کی طرف مڑا جیسے حقیقتاً اس سے بے خبر رہا ہو۔

"باقاعدہ رپورٹ درج کرائیے۔" اس نے جواب دیا۔

"آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔"

"یقیناً کسی نے آپ پر گولی چلائی تھی۔" حمید مسکرایا۔ "لیکن آپ بھی کافی مشاق معلوم ہوتے ہیں۔ شاید اندر دیوار پر چار نشانات ہیں لیکن ایک بھی گولی آپ کے نہیں لگی مجھے حیرت ہے۔"

"تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں مر جاتا۔" ڈاکٹر گوہن جھلا کر بولا۔

"میں تو یقیناً مر جاتا اگر مجھ پر چار فائر ہوتے۔"

"آپ محکمہ سراغ رسانی کے آفیسر ہیں یا کسی کالج کے پروفیسر۔" گوہن کے لہجے میں طنز تھا

حمید آگے بڑھا اور کھڑکی پر دونوں ہاتھ ٹیک کر اوپر اٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ کمرے کے اندر تھا۔ ڈاکٹر گوہن پیچھے ہٹ کر اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ ہر وقت جیب میں ریوالور کیوں لئے پھرتے ہیں۔" حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میرے پاس لائسنس ہے۔"

"لیکن اس کے باوجود بھی لوگ ہر وقت جیب میں نہیں ڈالے رہتے۔"

"میری عادت ہے۔"

"ڈاکٹروں میں اگر ایسی عادتیں پائی جائیں تو ہم انہیں حیرت انگیز کہیں گے۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"تم اس طرح مسکراتے کیوں ہو۔ کیا میں گدھا ہوں۔" ڈاکٹر دہاڑا۔

"گدھوں کو دیکھ کر میں ہمیشہ سنجیدہ ہو جاتا ہوں۔ آپ غلط سمجھے۔"

دونوں لڑکیاں منہ پھیر کر مسکرائیں لیکن ڈاکٹر نے دیکھ لیا۔ اس کے بعد وہ اور زیادہ جھلایا ہوا نظر آنے لگا۔

"آپ تشریف لے جائیے۔ میں رپورٹ نہیں درج کراؤں گا۔" اس نے کہا۔

"وہ تو درج بھی ہو چکی۔ میری موجودگی کا یہی مطلب ہے۔ اب آپ کو مجھے مطمئن کرنا پڑے گا کہ آپ رپورٹ کیوں نہیں درج کرانا چاہتے۔"

دفعتاً ڈاکٹر کی آنکھوں میں ایک چمک سی لہرائی اور اس نے لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"روزا! انہیں مطمئن کر دو۔"

"چلئے۔" روزا نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی دلآویز مسکراہٹ تھی۔ پھر وہ خود ہی آگے بڑھی اور حمید کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف چلنے لگی۔

حمید بوکھلا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اسے اس کی توقع نہیں تھی۔ دروازے کے باہر قدم رکھتے

وقت وہ یہ بھی بھول گیا کہ ابھی کس مسئلے پر گفتگو ہو رہی تھی۔

لڑکی اُسے کھینچتی ہوئی ایک کمرے میں لائی اور مسکرا کر بولی۔ "ناچو گے....؟"

حمید خاموش کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔ لڑکی نے گراموفون پر رقص کی موسیقی کا ریکارڈ چڑھا دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ناچنے لگی۔

"ارے.... ارے....؟" حمید کو بھی بالآخر شرارت سوجھی۔

"کیوں.... ناچو نا....!"

"ارے بچاؤ...." دفعتاً حمید حلق پھاڑ کر دہاڑا اور لڑکی بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئی۔ پھر یک بیک سنبھل کر بولی۔

"بڑے ڈرپوک ہو۔ حالانکہ تمہاری جیب میں ریوالور بھی موجود ہے۔"

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا چکر ہے۔ کچھ دیر پہلے جس عمارت میں فائروں کی آوازیں گونجی تھیں، وہاں اب رمبا بج رہا ہے اور جس پر فائر ہوئے تھے خود اسی نے لڑکی کو اس حرکت کے لئے اس کے ساتھ بھیجا تھا۔

وہ دوبارہ بڑھتی ہوئی لڑکی کو دھکیل کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

"بُری بات ہے۔" اس نے ڈاکٹر گوہن کی آواز سنی اور پلٹ پڑا۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا۔ "لڑکیوں سے اس طرح نہیں پیش آیا کرتے۔"

"میں تو لڑکیوں کو تل کر کھاتا ہوں۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اسی لئے صورت پر اتنی نحوست برس رہی ہے۔" گوہن بولا۔ "ہضم نہیں ہوئیں شائد۔"

"میں تمہیں دیکھ لوں گا۔" حمید اُسے مکا دکھا کر بولا اور اسی میں عافیت سمجھی کہ جلد از جلد عمارت سے باہر نکلنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ گوہن کا رویہ ناقابل فہم تھا۔

اس نے اپنی پشت پر اُن دونوں کے قہقہے سنے۔ اس کے قدم تیزی سے اٹھ رہے تھے۔

رنگین جراثیم

اسی رات کو حمید نے فون پر فریدی کی کال ریسیو کی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"حمید! بے تکی حماقتوں سے یہی بہتر ہے کہ تم اپنی تفریحات میں مصروف رہو۔ مجھے کوئی

اعتراض نہ ہوگا۔ تم سے کس گدھے نے کہا تھا کہ ڈاکٹر گوہن تک جا پہنچو۔"

"ارے جناب! یہ رمیش بڑا واہیات آدمی ہے؟" حمید چہک کر بولا۔

"کیوں؟"

"آخر مجھ سے ان دونوں لڑکیوں کا تذکرہ کرنے کی کیا ضرورت تھی جو ڈاکٹر گوہن کے یہاں پائی جاتی ہیں۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"یقین کیجئے اُس نے نہ صرف تذکرہ کیا تھا بلکہ اُن کے حسن کے اتنی شدت سے تعریف کی تھی کہ بس شاید آپ بھی بے قابو ہو جاتے اگر سن لیتے.... کہئے تو بیان کروں۔"

"میں کہتا ہوں بکواس بند کرو.... اور اب سنو! تم اس وقت تک گھر سے باہر قدم نہ نکالو گے، جب تک کہ میں نہ کہوں۔"

"میں ہلدا کی تلاش میں ہوں۔"

"حمید میں تمہارے ہاتھ پیر توڑ کر بٹھا دوں گا.... ہلدا کا کیس دوسروں کے پاس ہے تم جھک نہ مارو۔"

حمید نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اسے اس پر غصہ نہیں آیا تھا بلکہ وہ بور ہو گیا تھا۔

بہت عرصہ سے فریدی نے شہر میں سادہ لباس والوں کا جال سا بچھا رکھا تھا۔ کوئی ایسا ہوٹل کوئی ایسی تفریح گاہ نہیں تھی کہ جہاں دو چار ہر وقت نہ موجود رہتے ہوں۔ اس رات جب حمید نے عورت کے میک اپ میں ہنگامہ برپا کیا تھا۔ فریدی کی معلومات کا باعث یہی سادہ لباس والے بنے تھے۔ پھر حمید کی دانست میں ڈاکٹر گوہن پر تو خصوصیت سے اس کی نظر رہی ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے ہی سے اس کی تاک میں رہا ہو۔ بہر حال حمید جو گوہن اور اس کی لڑکیوں کو ایک اچھا سبق دینا چاہتا تھا فریدی کی اس سرزنش پر ٹھنڈا پڑ گیا اور پھر ہلدا کو بھی جہنم میں جھونک کر اُس نے سوچا کہ اب کچھ دن سچ مچ آرام کرے گا یعنی گھر سے باہر ہی نہ نکلے گا۔

کھانا ہضم کرنے کے لئے اچھی صورتیں بھی ضروری تھیں اس لئے اس نے سوچا کہ باتصویر رسائل ہی سے کام چلائے گا۔

لیکن دوسرے ہی دن اس کا دم گھٹنے لگا مگر فریدی کی کوئی کال نہ آئی۔ یہ مسئلہ بڑا تکلیف دہ

تھا۔ ایسی بھی کیا پابندی.... اسے خود پر غصہ آنے لگا۔ مگر غنیمت یہی تھا کہ اس غصے کے ساتھ ہی ساتھ سر پر وہ پرانی چھپکلی نہیں سوار ہوئی جس نے اکثر اسے ان دیکھے جہانوں تک کی سیر کرا ڈالی تھی۔

تیسرے دن اچانک فریدی کی کال آئی۔

"ہیلو....!" وہ ریسیور اٹھا کر ایسی کمزور آواز میں بولا جیسے دم نکل رہا ہو اور پھر یک بیک اسے شرارت سوجھی اور وہ ماؤتھ پیس میں گھوڑے کی طرح ہنہنایا۔

"او حمید کے بچے.... تم....!"

"ذرا ایک منٹ...." حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "گھوڑوں اور آدمیوں میں تمیز مشکل ہو گئی ہے اس لئے مجھے کم از کم ایک ہفتے کی قید اور برداشت کرنی پڑے گی۔"

"اوہ.... تو کیا سچ مچ تم گھر ہی تک محدود رہے ہو۔"

"نہیں.... اڑن کھٹولے اترتے تھے آسمان سے میرے لئے۔" حمید جھلا کر بولا۔ "اور کل کا گھوڑا روئے زمین کی سیر کراتا تھا اور قاف کی پریاں.... ہاہا....!"

"بات سنو....!" فریدی جھلا گیا۔ "تمہیں ڈاکٹر سانگلو سے مل کر ڈاکٹر گوہن کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"ڈاکٹر جانگلو نہیں ہوتے۔"

"سانگلو.... گدھے.... سانگلو....!"

"سانگلو گدھے۔" حمید نے حیرت سے دہرایا۔ "ارے بابا میں نے گدھوں کی اقسام کے متعلق آج تک چھان بین نہیں کی۔ میں نہیں جانتا کہ یہ سانگلو گدھے کس قسم کے ہوتے ہیں۔"

فریدی نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا اور حمید نے بھی ریسیور کریڈل میں ڈال کر ایک طویل انگڑائی لی۔ ان دنوں وہ ڈاکٹر گوہن اور اس کی دونوں لڑکیوں ہی کے متعلق سوچتا رہا تھا لہٰذا ڈاکٹر سانگلو سے اس کے متعلق گفتگو کرنے میں ذرا بھی بوریت محسوس نہ کرتا۔ ویسے یہی کیا کم تھا کہ گھر سے باہر قدم نکالنے کی اجازت مل چکی تھی۔

وہ ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر ڈاکٹر سانگلو کی قیام گاہ پر جا پہنچا۔ اس کی کمپاؤنڈ میں بھی ویسا ہی ایک بہت بڑا شامیانہ نظر آیا جیسا وہ تین چار دن پہلے ڈاکٹر گوہن کی کمپاؤنڈ میں دیکھ چکا تھا۔ یہ ایک غیر ملکی طبی مشن کی ادویات کی تقسیم کا مرکز تھا۔

حمید نے کمپاؤنڈ میں اُن غیر ملکیوں کو بھی دیکھا جن سے ڈاکٹر گوہن کو جھگڑتے دیکھا تھا۔

وہ سیدھا ڈاکٹر سانگلو کی طرف بڑھ گیا جو اس وقت ایک مریض کے بازو میں انجکشن دے رہا تھا۔

سانگلو نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور پھر مریض کے بازو سے سوئی نکال کر اُسے روئی کے ٹکڑے سے صاف کرتا ہوا بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں جناب۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔" حمید مسکرایا۔ "ویسے کیا آپ مجھے تھوڑا سا وقت دینا پسند کریں گے۔"

"ضرور.... ضرور.... لیکن دس منٹ کے لئے مجھے معاف کیجئے۔ مجھے تین انجکشن اور دینے ہیں۔"

حمید سر ہلا کر رہ گیا۔

سانگلو کا شمار شہر کے اچھے ڈاکٹروں میں تھا۔ لوگ اس کی خوش اخلاقی اور خوش مزاجی کے بھی مداح تھے۔ اکثر کو کہتے سنا گیا تھا کہ آدھا مرض تو اس کی دلچسپ گفتگو ہی ختم کر دیتی ہے۔

اُس نے دس منٹ سے زیادہ وقت نہیں لیا۔

"فرمایئے.... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"چند بہت ضروری باتیں کرنی ہیں آپ سے۔" حمید نے کہا۔

"یہیں.... یا کہیں الگ چلیں۔" ڈاکٹر سانگلو نے کہا۔

"کہیں اطمینان سے۔" حمید نے کہا۔ "یہاں اس بھیڑ بھاڑ میں تو....!"

"اوہ.... تو آیئے میرے ساتھ۔"

وہ دونوں عمارت کے بیرونی برآمدے میں آئے اور پھر ڈاکٹر سانگلو نے ایک الگ تھلگ کمرے تک حمید کی رہنمائی کی۔

"تشریف رکھئے جناب۔" اس نے جھک کر کہا۔

حمید ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اس دن....!" حمید کچھ دیر بعد بولا۔ "میں نے آپ کو ڈاکٹر گوہن کی کمپاؤنڈ میں دیکھا تھا۔"

"کس دن....!"

"جب وہ آپ کے غیر ملکی دوستوں سے جھگڑا کر رہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ آپ ڈاکٹر برونوہا کے وفد کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔"

"جی ہاں....!"

"میں دراصل اس آدمی ڈاکٹر گوہن کے متعلق الجھن میں ہوں۔"

"کیوں؟ کیسی الجھن جناب۔"

"وہ پھر بتاؤں گا.... پہلے آپ یہ بتایئے کہ اس حیرت انگیز وبا کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔"

"اوہ.... میرے خدا.... تو کیا.... محکمہ سراغ رسانی بھی اسی راہ پر دوڑ رہا ہے جس پر ہم چل نکلے ہیں۔" ڈاکٹر سانگلو نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا....!"

"کچھ نہیں کیپٹن....!" ڈاکٹر سانگلو مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ "کچھ نہیں! ہم جب تک اپنے تجربات مکمل نہ کر لیں اس مسئلے پر روشنی ڈالنے سے معذور ہیں۔"

"آخر محکمہ سراغ رسانی کس راہ پر دوڑ رہا ہے۔" حمید نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں کیپٹن میں اپنی اس بے تکی بکواس پر شرمندہ ہوں۔ بعض اوقات خیالات زبان کا ساتھ نہیں دیتے۔ آدمی کہنا کچھ چاہتا ہے زبان سے، نکلتا کچھ ہے۔"

"ہاں ہو سکتا ہے.... خیر.... ہاں.... تو میں آپ سے ڈاکٹر گوہن کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں بھلا اس کے بارے میں کیا بتا سکوں گا۔ مگر نہیں.... جو آپ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہیں ممکن ہے میرے علم میں ہو۔"

"یہ اس شہر میں کب سے مقیم ہے۔"

"اندازاً چار سال سے۔"

"کیا وہ بکٹیریالوجسٹ بھی ہے۔"

"اوہ.... یقیناً.... میرا اندازہ یہی ہے۔ وہ ایک خاصی بڑی تجربہ گاہ بھی رکھتا ہے۔"

"اس علاج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، جو اس نے دریافت کیا ہے۔"

"آہا.... اُس دن وہاں اس کا طریق علاج ہی زیرِ بحث تھا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے وہاں آپ کو بھی دیکھا تھا۔ میں کیا بتاؤں کیپٹن.... آج تک کی رپورٹ یہ ہے کہ اس مرض کی وجہ ابھی تک دریافت نہیں ہو سکی۔ قاعدہ یہ ہے کہ پہلے عموماً مرض کا سبب دریافت کیا جاتا ہے اس

کے بعد ہی طریق علاج کا تعین ہو سکتا ہے۔"

"سامنے کی بات ہے۔" حمید سر ہلا کر بولا۔

"پھر! آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ مرض کے اسباب سے واقف ہو چکا ہے یا پھر اسے تسلیم کیجئے کہ وہ جھوٹا ہے اور اس میں سچائی نہیں ہے کہ وہ علاج اتفاقاً دریافت ہوا تھا۔"

"ٹھیک ہے.... میں آپ سے متفق ہوں۔"

"اچھا! اب اگر اس نے مرض کا سبب دریافت کر لیا ہے تو اسے تسلیم کیوں نہیں کرتا طریق علاج کی دریافت کو اتفاقات پر کیوں ٹال رہا ہے۔"

"بہت عمدہ نکتہ ہے۔ یقیناً اس پر غور کرنا پڑے گا۔" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔ "مگر مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس دن آپ کے غیر ملکی ساتھی اس طریق علاج کو ڈھونگ قرار دینے کی کوشش کر رہے تھے، جس پر وہ آپے سے باہر ہو گیا تھا۔"

"جی ہاں.... لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کا دریافت کردہ علاج سو فیصدی کامیاب رہا ہے۔"

"مگر آپ کے ساتھی تو اپنی دواؤں کا تذکرہ کر رہے تھے۔"

"کیپٹن! وہ بکواس کر رہے تھے مگر ضرورتاً ہم ڈاکٹر گوہن سے حقیقت اگلوانا چاہتے ہیں۔ اُسے مرض کے اسباب معلوم ہیں۔ اُسے تسلیم کرنا پڑے گا۔"

"وہ تو شاید آپ لوگ اُسے خواہ مخواہ غصہ دلا رہے تھے تاکہ سچی بات اس کی زبان سے نکل جائے۔"

"جی ہاں.... ہماری یہی خواہش تھی۔"

"مگر آپ آج تک کامیاب نہیں ہو سکے۔"

"ابھی تک تو نہیں۔"

"مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آتی ڈاکٹر صاحب۔" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "آخر وہ اسے کیوں چھپانا چاہتا ہے کہ اس نے مرض کے اسباب معلوم کر لئے ہیں اور آپ لوگ اس پر کیوں مصر ہیں کہ وہ اس کا اعتراف کر لے؟"

"خدا کی پناہ۔" ڈاکٹر سانگلو مسکرایا۔ "کیا آپ تہیہ کر کے آئے ہیں....!"

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا اور حمید کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

"اس سوال کا جواب بہت ضروری ہے ڈاکٹر۔" حمید نے پائپ سلگا کر کہا۔

"آپ نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔"

"آخر بات کیا ہے۔"

"دیکھئے ہم کوئی ایسی بات قبل از وقت نہیں کہنا چاہتے جس پر بعد میں ہمیں شرمندہ ہونا پڑے۔ بعض اوقات آدمی دھوکا بھی کھا جاتا ہے۔ مثلاً میں نے آپ کے متعلق ایک نظریہ قائم کر لیا ہے کہ آپ فلاں شخص کے قاتل ہیں۔ چونکہ یہ خیال اچھی طرح ذہن میں جم گیا ہے اس لئے آپ کا ہر فعل ہمارے لئے اشتباہ انگیز ہوگا اور ہمارا یہ نظریہ پختہ ہوتا جائے گا کہ آپ قاتل ہیں لیکن ضروری نہیں ہے کہ حقیقت بھی یہی ہو۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر گوہن ہی اس وباء کا ذمہ دار ہے۔" حمید نے ضرورت سے زیادہ سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔ لہجہ بھی بیحد خشک تھا۔

"جی ہاں.... میرا یہی خیال ہے لیکن خدارا باور کیجئے کہ یہ ابھی شبہے کی حدود سے باہر نہیں ہوا۔ آپ نے چونکہ رگ پکڑ لی ہے اس لئے آپ کے سامنے یہ خیال الفاظ کا جامہ پہن سکا ہے ورنہ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ ثبوت مہیا کئے بغیر کہی جائے۔"

حمید اس وقت اپنے خالص پیشہ ورانہ انداز پر اتر آیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر سانگلو پر کچھ اس طرح نظر ڈالی جیسے وہ اپنا جرم ڈاکٹر گوہن کے سر تھوپنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کیوں....؟" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ڈاکٹر گوہن کو اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور پھر اب وہ اس کا ایک سہل سا نسخہ کیوں بتاتا پھر رہا ہے۔"

"سہل کہاں کیپٹن....!" ڈاکٹر کے لہجے میں طنز تھا۔ "وہ سادہ پانی میں بھی نمک کا محلول بتا سکتا تھا۔ آخر چائے ہی کیوں۔"

"چائے نسخے کا ایک جزو ہے۔"

"قطعی نہیں کیپٹن! میں صرف سادہ پانی میں بہتیرے مریضوں کو نمک استعمال کرا چکا ہوں مگر نتیجہ وہی نکلا ہے جو چائے کے محلول سے نکلتا رہا ہے۔"

"تب تو آپ کی معلومات اس سے بہر حال زیادہ ہوئیں۔"

"یقیناً.... لیکن یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اُسے صرف پانی کے محلول کا علم نہ ہوگا۔"

"اگر ہوتا تو وہ چائے کا کھڑاگ کیوں کرتا۔"

اس پر ڈاکٹر سانگلو نے قہقہہ لگایا۔ کچھ دیر ہنستا رہا پھر بولا۔ "اگر وہ سادہ پانی ہی کے محلول کا اعلان کرتا تو پھر یہ بات کیسے بنتی کہ علاج اتفاقیہ طور پر دریافت ہوا تھا۔ کوئی دھوکے سے بھی سادہ پانی میں نمک ملا کر نہیں پیتا۔ چائے کے ساتھ یہ فقرہ چل گیا تھا کہ شکر کے بجائے غلطی سے نمک کے چمچے چل گئے تھے۔"

"یہ بات بھی پکی ہے ڈاکٹر۔" حمید اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"لیکن یہ مسلمہ ہے کہ اگر ہم طبیبوں کو کوئی خاص بات اتفاقاً معلوم ہو جائے تو ہم ہر زاویئے سے اس کا تجربہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر چائے اور نمک ہی کو لے لیجئے۔ اگر یہ واقعہ مجھے پیش آیا ہوتا تو میں یہ معلوم کرنے کی کوشش ضرور کرتا کہ چائے اور نمک دونوں میں سے کون زیادہ اہم ہے۔ چائے کی اہمیت یوں ختم ہو جاتی کہ مریض دن بھر میں سیروں چائے پی جاتے ہیں لیکن اس سے ان کے مرض میں نہ کمی ہوتی ہے اور نہ زیادتی۔ لامحالہ نمک ہی اہم جزو قرار پایا.... یہ تو ہوئی ذہنی دلیل.... اور عملی دلیل یہ ہوتی کہ نمک صرف سادہ پانی میں حل کر کے مریضوں کو پلایا جاتا۔ میں نے یہی کیا تھا۔ نتیجہ وہی نکلا یعنی چائے قطعی غیر ضروری ثابت ہوئی۔"

حمید نے تعریف کرنے کے سے انداز میں سر ہلایا۔

ڈاکٹر سانگلو پھر بولا۔ "کیپٹن! ہم مسئلے پر بہت محنت کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر گوہن کے اس نسخے ہی کی بدولت ہم مرض کے اسباب تک پہنچ گئے ہیں۔"

"وہ کس طرح....!" حمید نے اشتیاق ظاہر کیا۔

"دیکھئے! وبائی امراض کے جراثیم مختلف ذرائع سے ہمارے سسٹم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یا تو وہ فضا میں موجود ہوتے ہیں اور ہوا کے ساتھ ہمارے جسم میں پہنچتے ہیں یا اس پانی میں ان کا وجود ہوتا ہے جسے ہم پیتے ہیں یا پھر کیڑوں مکوڑوں کے ذریعے وہ ہمارے جسم میں داخل ہوتے ہیں۔ ہم نے سارے ذرائع چھان مارے لیکن ہمیں نئے قسم کے جراثیم کہیں بھی نہ ملے۔ ایک دن میں تجربہ گاہ میں سلائیڈ پر مشتبہ پانی کی چند بوندیں ڈال کر خوردبین سے ان کا جائزہ لے رہا تھا کہ کسی نے مذاقاً اس پر ایک چٹکی نمک ڈال دیا۔ شاید اُس نے ایسا کرتے وقت ڈاکٹر گوہن پر پھبتی بھی کہی تھی لیکن کیپٹن مجھے تو خدا کی قدرت کا تماشہ نظر آگیا۔ نمک کی چٹکی پڑتے ہی پانی میں لاتعداد

نارنجی رنگ کے ذرات سے نظر آنے لگے لیکن یہ غیر متحرک تھے۔ بس پھر یہیں سے ہمارے کام کا آغاز ہوا۔ نمک نہ صرف ان کے لئے سَم قاتل ہے بلکہ ان کی رنگت بھی تبدیل کر دیتا ہے۔ رنگت تبدیل ہونے سے قبل انہیں خوردبین سے بھی نہیں دیکھا جاسکتا۔ یعنی آپ انہیں صرف مردہ حالت میں دیکھ سکتے ہیں۔ اگر یہ زندہ ہوں تو دنیا کی طاقتور ترین خوردبین سے بھی نہیں دیکھے جاسکتے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہوں تو میرے ساتھ میری تجربہ گاہ تک چلئے، حالانکہ یہ تجربہ گاہ بڑی حقیر سی ہے اتنی بڑی نہیں ہے، جتنی بڑی ڈاکٹر گوہن رکھتا ہے میرا خیال ہے شہر میں شاید ہی کوئی بیکٹیریالوجسٹ اتنی بڑی تجربہ گاہ رکھتا ہو۔"

حمید اس کے ساتھ اس کی تجربہ گاہ میں آیا اور ڈاکٹر سانگلو نے اُسے وہ سب کچھ دکھا دیا جس کے متعلق دعوے کرتا رہا تھا۔

"واقعی ڈاکٹر....!" حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "یہ سارے معاملات چکرا دینے والے ہیں۔ ڈاکٹر گوہن اتنا بدھو نہیں معلوم ہوتا کہ چائے ہی پر اڑا رہتا۔ آخر وہ کیا چیز ہو سکتی ہے جس نے اسے ایک جھوٹا افسانہ تراشنے پر مجبور کیا۔"

ڈاکٹر سانگلو کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ بڑبڑایا۔ "کاش میں صرف ایک ہی بار اس کی تجربہ گاہ میں پہنچ سکتا۔"

"اس سے کیا ہوتا.... ڈاکٹر....!" حمید نے پوچھا۔

"اوہ.... کیپٹن ابھی کچھ نہ پوچھئے.... یہ غدار.... کمینہ جو وطن پرستی کا دعویٰ کرتا رہتا ہے کتنا نیچ ہے۔ یہ میں دنیا کو دکھا دوں گا۔"

"بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ میں اس لیبارٹری کی تلاشی کا وارنٹ بھی نہیں حاصل کر سکتا کیونکہ آج کل وہ شہر بھر کی آنکھوں کا تارا بنا ہوا ہے، حکام اس کی بے حد عزت کرتے ہیں۔ وزیراعظم اور صدر مملکت نے اُسے بڑے شاندار پیغامات بھیجے ہیں۔ لیکن مجھے اس پر شبہ ہے۔ کرنل بھی اس کی تاک میں ہیں۔ کاش اس کے خلاف کچھ ثابت ہو سکے کوئی واضح ثبوت مل سکے۔ اچھا ڈاکٹر! میں کوشش کروں گا کہ آپ اس کی لیبارٹری تک پہنچ سکیں، حالانکہ وہ اُس دن کے جھگڑے کا قصہ شاید ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تک پہنچا چکا ہوگا۔ دیکھئے اگر کوئی قانونی صورت نہ نکلی تو غیر قانونی ہی سہی.... مگر ہاں وہ ڈاکٹر کون تھا جس نے سلائیڈ پر نمک ڈالا تھا۔"

"یہی تو یاد نہیں پڑتا۔ مگر وہ کسی غیر ملکی طبی وفد ہی کا کوئی آدمی تھا۔ اُس دن میری لیبارٹری میں کئی ممالک کے لوگ تھے۔"

حمید تھوڑی دیر بعد وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد کہاں جاتا۔ وہ ڈاکٹر گوہن کے خلاف دل ہی دل میں کھولتا ہوا واپس آ گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد پھر فریدی کی کال آئی اس نے یہ معلوم کرنے کے لئے اُسے رنگ کیا تھا کہ اس نے گوہن کے متعلق معلومات فراہم کیں یا نہیں۔

حمید کو اپنی اور ڈاکٹر سانگلو کی گفتگو کا ایک ایک لفظ دہرانا پڑا۔

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔" فریدی نے پوری روداد سن کر کہا۔ "مگر ڈاکٹر سانگلو اپنے نام سے کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ ڈاکٹر گوہن اُس سے بُری طرح خار کھاتا ہے اس کے لئے اسے کسی غیر ملکی وفد کے آدمی سے کام لینا پڑے گا۔ غیر ملکی.... ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے استدعا کرے کہ وہ اپنے چند ساتھیوں سمیت ڈاکٹر گوہن کی تجربہ گاہ میں کچھ تجربات کرنا چاہتا ہے کیونکہ شہر میں صرف وہی ایک ڈھنگ کی تجربہ گاہ ہے۔"

انسانیت کے محسن

ایک غیر ملکی وفد کے قائد ڈاکٹر برونو نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا اجازت نامہ حاصل کر ہی لیا اور ڈاکٹر سانگلو نے اسکی اطلاع حمید کو دیتے ہوئے استدعا کی تھی کہ ان کیساتھ وہ چلے تو بہتر ہے۔

آج بھی حمید کو ڈاکٹر گوہن کی تجربہ گاہ سے اتنی دلچسپی نہیں تھی جتنی اس کی دونوں لڑکیوں سے تھی۔ اُس نے سوچا اسی بہانے سہی ایک بار اور ان سے قریب ہونے کا موقع مل جائے گا اور اگر بن پڑا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس لڑکی روزا سے اس دن کی حرکتوں کا بدلہ بھی لے ڈالے، جب ڈاکٹر گوہن نے خود پر کسی کے حملے کا ڈھونگ رچایا تھا۔

شاید ڈاکٹر گوہن کو براہِ راست ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے اس کی اطلاع ملی تھی کہ کچھ لوگ اس کی تجربہ گاہ استعمال کرنا چاہتے ہیں کیونکہ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تھے تو ان دونوں لڑکیوں نے کچھ ایسے ہی انداز میں ان کا استقبال کیا تھا جیسے انہیں اُن کی آمد کی اطلاع پہلے ہی سے رہی ہو۔

لیکن ڈاکٹر گوہن موجود نہیں تھا۔ حمید کو اس کے اس بے پروائی کے مظاہرے پر بڑا تاؤ آیا

مگر وہ اس کو لڑکیوں کے شربت دیدار میں گھونٹ گھاٹ کر پی ہی گیا۔

ڈاکٹر گوہن کے دوسرے ساتھی شامیانے کے نیچے مریضوں کو دیکھ رہے تھے۔ حمید، ڈاکٹر برونو اور ڈاکٹر سانگلو دونوں لڑکیوں کے ساتھ لیبارٹری میں آئے۔

ڈاکٹر برونو ایک آلے کے قریب بیٹھ گیا اور ڈاکٹر سانگلو بالکل کسی چھوٹے سے بچے کی طرح لیبارٹری کا جائزہ لینے لگا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار کوئی ایسی تجربہ گاہ دیکھی ہو جس میں ان دیکھی چیزیں موجود ہوں۔ حمید لڑکیوں سے غپ لڑانے لگا۔

روزا کہہ رہی تھی۔ "پتہ نہیں کیوں اُس دن آپ بھاگ نکلے تھے۔ میں بڑے اچھے موڈ میں تھی اور میرا ارادہ تھا کہ آپ کو شام تک نچاتی رہوں گی۔ ڈاکٹر بڑا خوش مزاج آدمی ہے۔ نوجوان جوڑوں کو ہنستے کھیلتے دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔"

"بس بہت ہو چکا۔" اچانک ڈاکٹر گوہن کی غراہٹ سنائی دی۔

حمید چونک کر مڑا۔ ڈاکٹر گوہن ایک دروازے کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہو رہا تھا۔

"اوہ.... ڈاکٹر...." برونو اٹھتا ہوا بولا۔ "ہم بغیر اجازت آپکی لیبارٹری میں نہیں داخل ہوئے۔"

"لیکن تمہارے ساتھ ایک پولیس آفیسر کیوں آیا ہے۔"

"یہ مجھ سے پوچھو ڈاکٹر....!" حمید نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے سنا ہے کہ تم نوجوان جوڑوں کو ناچتے دیکھ کر بیحد خوش ہوتے ہو۔ اگر اجازت دو تو ہم لوگ یہیں تمہارے خوش ہونے کا انتظام کر دیں۔"

"میں کہتا ہوں تم نے کس کی اجازت سے میری تجربہ گاہ میں قدم رکھا۔ میں نے صرف ڈاکٹروں کے داخلے کی اجازت دی تھی۔"

"میں حسن کا ڈاکٹر ہوں.... ڈیئر.... کیا اس تجربہ گاہ میں حسن بھی موجود نہیں ہے۔ جب حسن نزلے زکام میں مبتلا ہو جاتا ہے تو لوگ عموماً اسی خاکسار کو یاد کرتے ہیں کیونکہ حسن کی چھینکیں اس شہر میں صرف میں ہی برداشت کر سکتا ہوں۔"

"اے ڈاکٹر....!" گوہن نے دفعتاً ڈاکٹر سانگلو کو للکارا۔ "تم میری الماریوں میں کیوں جھانکتے پھر رہے ہو۔"

"مجھے ان جراثیم کی تلاش ہے جو مردہ ہونے پر ہی نظر آ سکتے ہیں۔" ڈاکٹر سانگلو نے لاپروائی

سے جواب دیا۔

"کیا مطلب....!"

"میرا یہ جملہ بجائے خود مطلب ہے۔" ڈاکٹر سانگلو کا جواب تھا۔

حمید کی نظر ڈاکٹر گوہن کے داہنے ہاتھ پر تھی کہ کب وہ جیب کی طرف جائے اور کب وہ اپنا ریوالور نکال لے لیکن ڈاکٹر گوہن کا ہاتھ جیب کی طرف نہیں گیا۔ البتہ اس کی آنکھیں ضرور چنگاریاں برسانے لگی تھیں۔

"ہاں ڈاکٹر....!" سانگلو پھر بولا۔ "اس جملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ تم تو ایک بہت سمجھدار آدمی ہو۔ چائے کے ساتھ نمک پلاتے ہو کیونکہ سادہ پانی چائے سے زیادہ مہنگا ہے.... اور.... اور کیا کہوں۔ تم تو سمجھتے ہی ہو۔"

"اوہ.... تو یہ کہو۔" ڈاکٹر گوہن حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "مجھے کسی چکر میں پھانسنے کے لئے کوئی پلاٹ مرتب کیا جارہا ہے۔"

وہ چند لمحے خاموش رہا پھر بے تحاشہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"اس ہنسی کی وجہ....؟" حمید اُسے گھور کر بولا۔

"کیا یہاں.... میری تجربہ گاہ میں کسی قسم کی سازش کامیاب ہوسکتی ہے۔ ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا کہ مجھ سے ٹکرانے والے پاش پاش نہ ہوگئے ہوں۔"

بڑی پھرتی سے حمید کا ہاتھ جیب میں گیا لیکن پھر دفعتاً اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ ریوالور جیب میں نہیں تھا۔ پھر اس نے اپنی ساری جیبیں ٹٹول کر رکھ دیں۔

ڈاکٹر گوہن کا قہقہہ پھر گونجا اور اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہ میری تجربہ گاہ ہے۔ یہاں ریوالور کے پر لگ جاتے ہیں۔ یہ دیکھو تمہارا ریوالور میری جیب میں اڑا آیا ہے۔"

ڈاکٹر گوہن نے ہاتھی دانت کے دستے والا ریوالور جیب سے نکال کر حمید کو دکھایا اور بولا۔ "اس کے سارے چیمبر بھرے ہوئے ہیں.... اور تم صرف تین ہو۔ کیا سمجھے.... چلو کیپٹن.... تم بھی ان دونوں کے قریب پہنچ جاؤ۔"

"کیا تم پاگل ہوگئے ہو۔" ڈاکٹر برونو غرایا۔

"ہاں میں پاگل ہوگیا ہوں کیونکہ تم لوگ بے حد ذلیل ہوتے جارہے ہو۔ میں صرف

تمہاری نہیں بلکہ تمہارے ملک کی بات کر رہا ہوں۔"

"اور تم اب اس ملک کے باشندے بن کر اسے تباہ کر رہے ہو۔" ڈاکٹر سانگلو غصیلے لہجے میں بولا۔

"میں دوغلے دیسی کتوں سے بات نہیں کرنا چاہتا۔" ڈاکٹر گوہن بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"خاموش رہو۔" حمید گرجا۔

"حلق پھاڑتے رہو۔ پاگلوں کی طرح۔" ڈاکٹر گوہن نے لاپروائی سے کہا۔ پھر مونا کرسٹی کی طرف مڑ کر بولا۔ "وہ جو دیسی ڈاکٹر اُدھر کھڑا ہے.... جاکر اس کے گالوں پر طمانچے لگاؤ۔"

"کیا مطلب....!" یک بیک ڈاکٹر سانگلو چونک پڑا۔

"مطلب یہ کہ تم اس لڑکی کو برما سے ورغلا کر انگلینڈ لے گئے تھے اور انگلینڈ سے پھر برما واپس لائے تھے اس کے بعد پھر یہاں لائے.... اور وکیل کے بجائے اس کے باس بن بیٹھے۔"

حمید نے دیکھا کہ مونا کا چہرہ سفید پڑ گیا ہے اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ڈاکٹر گوہن کو گھور رہی تھی۔

"کیپٹن یہ پتہ نہیں کیا بکواس کر رہا ہے۔" ڈاکٹر سانگلو نے حمید کو للکارا۔ "آپ کی موجودگی میں یہ ہمیں مار ڈالنے کی دھمکیاں دے رہا ہے اور آپ کھڑے منہ دیکھ رہے ہیں۔"

"ڈاکٹر گوہن میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ریوالور زمین پر ڈال دو۔" حمید نے گرج کر کہا۔

"میں تمہارا پابند نہیں ہوں۔" ڈاکٹر گوہن نے لاپروائی سے کہا اور مونا کرسٹی سے بولا۔ "کیا تم نے سنا نہیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ ڈاکٹر سانگلو کے منہ پر تھپڑ لگاؤ کیونکہ اس نے تمہیں بڑی اذیتیں دی ہیں اور یہ ابھی ابھی اپنے ساتھ دو ایسے خطرناک ٹیوب لایا ہے جو مجھے پھانسی دلوا سکتے ہیں۔"

"کیا بک رہے ہو تم....!" ڈاکٹر برونو دہاڑا۔

"شیشے کے دو ٹیوب جن میں اختلاجی وبا کے جراثیم ہیں اور یہ ابھی میری لیبارٹری کے ایک حصے میں چھپائے گئے ہیں۔ ڈاکٹر سانگلو نے ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے۔"

"کیپٹن یہ جھوٹا ہے.... اسے ڈر ہے کہ کہیں تم لیبارٹری کی تلاشی نہ لے بیٹھو۔" ڈاکٹر سانگلو پر سکون لہجے میں بولا۔

"تلاشی....!" ڈاکٹر گوہن نے قہقہہ لگایا۔ "کیا تم میرے ہاتھ میں ریوالور نہیں دیکھ رہے ہو۔ ایسے میں تلاشی لینے کی ہمت کون کر سکتا ہے۔ روزا لیبارٹری کے سارے دروازے مقفل کردو۔"

روزا آگے بڑھی اور جلدی جلدی دروازے بند کرنے لگی۔ پھر جب ڈاکٹر گوہن کے پاس واپس آگئی تو وہ بولا۔

"ہاں ڈاکٹر برونو.... اور ڈاکٹر سانگلو اب معاملے کی بات کرو۔ کیا میں بھی ایک بڑی رقم کا حقدار نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب....!" دونوں بیک وقت بولے۔

"مجھے سب کچھ معلوم ہے اور تم لوگوں کے خلاف ثبوت بھی رکھتا ہوں۔" ڈاکٹر گوہن نے کہا۔ "مونا کرسٹی کے ٹرانسمیٹر سے سانگلو کی آواز اس وقت ریکارڈ کی گئی تھی جب وہ اُسے ایک پیغام دے رہا تھا.... کیوں مونا اس وقت تمہارے پاس تمہاری دوست پیکسی بھی موجود تھی نا جب تمہارے نامعلوم باس نے تمہیں ہدایت دی تھی کہ اس رات کو بھی تین کتے واٹر سپلائی ٹینک میں پھینکے جائیں گے۔"

"میں پاگل ہو جاؤں گی۔" مونا اپنی پیشانی رگڑنے لگی۔

"نہیں پاگل ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہاں اس وقت پیکسی موجود تھی اور اس کے پاس ایک ٹیپ ریکارڈر بھی تھا جسے تم نہیں دیکھ سکی تھی۔ لیکن اس وقت تم اس آدمی کی آواز تو پہچان ہی سکتی ہو، جو فرانسیسیوں کی طرح ڈال کو دال اور رٹ کو رت بولتا ہے۔ یہ اس کی کمزوری ہے، لیکن ٹرانسمیٹر پر بولتے وقت یہ سچ مچ فرانسیسیوں ہی کا سا لہجہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا تھا کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

مونا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ڈاکٹر گوہن کہتا رہا۔ "سانگلو تم منظر عام پر آئے بغیر ہی ایک بہت بڑی سازش کر رہے تھے، جن لوگوں سے تم کام لے رہے تھے وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ان کا سرگروہ کون ہے۔ اس کام کے لئے تم نے مونا کو پھانسا تھا اور مونا نے گروہ ترتیب دیا تھا بس تم کہتے تھے وہ کرتی رہتی تھی۔ اس نے تمہارے لئے ناگر کو ملازم رکھا اور ناگر نے کچھ اور آدمی مہیا کیے۔ تم خود تو مردہ کتے گھسیٹ نہیں سکتے تھے اس لئے تمہیں ایسے آدمیوں کی بھی ضرورت تھی.... اور میری طرف دیکھو.... ڈاکٹر سانگلو.... کیپٹن کی طرف دیکھنے سے کیا فائدہ.... اگر تم نے مجھ سے سودا کرلیا تو یہ بیچارا آسمان بھی نہ دیکھ سکے گا۔ اس کی قبر یہیں بنے گی اور یہ نہیں ثابت ہو سکے گا کہ کیپٹن حمید نے کبھی یہاں قدم بھی رکھا تھا۔ ظاہر ہے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھی

اتنا ہی جانتا ہے کہ صرف تم اور برونو یہاں آئے ہو۔"

"تمہارا باپ کرنل فریدی بھی جانتا ہے۔" حمید غرایا۔

"کرنل فریدی جیسے لونڈے میری جیب میں پڑے رہتے ہیں۔" گوہن نے لاپروائی سے کہا۔ "اس کا بھی انتظام کر چکا ہوں۔ ہاں ڈاکٹر سانگلو.... جب وبا پھیلنے لگی تو مونا کرسٹی نے تم سے اس کا تذکرہ کیا کہ وہ بھی اس وبا کا شکار ہو گئی ہے۔ تم نے اُسے نمک اور پانی والا نسخہ بتایا کیونکہ ابھی تک برونو صاحب جادو کی ٹکیاں لے کر نہیں تشریف لائے تھے۔ اس نے نسخہ استعمال کیا اور ٹھیک ہو گئی۔ اس کی سہیلی پیکسی بھی اسی مرض میں مبتلا تھی۔ بھلا وہ اُسے کیوں نہ یہ نسخہ بتا دیتی۔ پیکسی نے یہ نسخہ مجھ تک پہنچایا۔ میرے تجربات نے یہ بتایا کہ نمک کی زیادہ مقدار خواہ کسی سیال میں استعمال کی جائے، خواہ اپنی اصلی شکل میں اثر بہر حال ہوگا.... اس لئے میں نے چائے والا اسٹنٹ تیار کیا۔ مقصد یہ تھا کہ تم لوگ میری طرف متوجہ ہو کر مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کرو اور میں تمہیں بلیک میل کروں.... آخر میں نے کیا قصور کیا ہے۔ مجھے بھی میرا حصہ ملنا چاہئے۔ اگر نہ ملا تو میں تمہاری آواز کا ریکارڈ اور دونوں ٹیوب جن پر صرف تمہاری انگلیوں کے نشانات ہیں، پولیس کے حوالے کر دوں گا۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔" ڈاکٹر برونو بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"خاموش رہو ڈاکٹر.... یہ بکواس کر رہا ہے۔" ڈاکٹر سانگلو غرایا۔

"اچھا اگر میں بکواس کر رہا ہوں تو مونا کرسٹی میرے پیچھے کیوں لگائی گئی تھی۔ پہلے وہ رضاکارانہ طور پر میرے ساتھ کام کرتی رہی تھی، پھر اس نے درخواست کی تھی کہ میں اپنے مکان کے کسی حصے میں اس کی رہائش کا بھی انتظام کر دوں۔ میں تو واقف ہی تھا کہ وہ یہاں یوں آئی ہے لہٰذا مجھے کوئی اعتراض نہ ہوا کیوں مونا کیا تمہیں اس کے لئے ٹرانسمیٹر پر ہدایت نہیں ملی تھی۔"

مونا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔ تم فراڈ کر رہے ہو۔" سانگلو دہاڑا۔

حمید خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ ڈاکٹر گوہن کی نظریں ہر طرف ہوتی ہیں۔ اب اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ اصل مجرم بھی اُس کے سامنے ہی تھے

اور ایک بلیک میلر بھی۔ ظاہر ہے کہ وہ اُن دونوں کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس ایک نکتے پر دونوں ہی متفق ہو سکتے تھے کہ حمید کو مار ڈالا جائے۔

ڈاکٹر گوہن نے سانگلو کی بات کا جواب دیئے بغیر کہا۔ "ڈاکٹر برونو تم سمجھدار آدمی ہو۔ تمہارے مقابلے میں سانگلو جاہل ہے۔ اس لئے کم از کم تمہیں تو اس کا خیال رکھنا ہی چاہئے کہ بات زیادہ آگے تو نہیں بڑھ رہی ہے۔"

"ڈاکٹر سانگلو.... ختم کرو....!" برونو نے کہا پھر حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اسکا کیا ہوگا۔"

"پانچ لاکھ.... کم سے کم مطالبہ ہے میرا۔" ڈاکٹر گوہن مسکرایا۔

"مجھے منظور ہے...." برونو نے کہا۔ "یہ رقم تمہیں آج ہی مل سکتی ہے۔ مگر یہ جاسوس۔"

"اسے تم دونوں قتل کر دو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔"

برونو چند لمحے خاموش رہا پھر آہستہ آہستہ حمید کی طرف بڑھنے لگا۔ ڈاکٹر سانگلو اب بھی خاموش کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ لیکن پھر بیک بیک بول اٹھا۔

"ٹھہرو ڈاکٹر برونو.... جلد بازی اچھی نہیں ہے۔"

"کیا ٹھہروں....!" برونو غرایا۔ "تم اتنے گدھے ہو کہ تمہاری ہی وجہ سے اس کی نوبت آئی۔ ہم مطمئن تھے کہ تم ذہین آدمی ہو۔"

"اس کی ذہانت میں کوئی شبہ نہیں ہے ڈاکٹر برونو....!" گوہن نے کہا۔

"اب یہی دیکھو کہ اس نے کتنے پاپڑ بیل ڈالے محض اس کی خاطر کہ گروہ کے دوسرے آدمیوں کی نظروں سے پوشیدہ رہے۔ مونا کرسٹی کو نہ جانے کہاں کہاں نچاتا پھرا۔ پھر جعلی پاسپورٹ پر برما سے یہاں لایا۔ اُسے قابو میں رکھنے کے لئے یہی دھمکی کیا کم تھی کہ وہ یہاں جعلی پاسپورٹ پر آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ بیچاری اپنے خلاف قانونی کاروائی سے بھی ڈرتی تھی۔"

"ارے چھوڑو....!" برونو ہاتھ ہلا کر بولا۔ "اس سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ جاسوس کا انتظام کرو۔"

"تم ہی لوگ مارو اسے۔ میں تو بدحواس ہو گیا ہوں۔ کسی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔"

دفعتاً برونو نے حمید پر چھلانگ لگائی اور حمید جھکائی دے کر ایک طرف ہٹ گیا۔ پھر وہ گوہن کے ریوالور کی زد سے بچنا ہی چاہتا تھا کہ گوہن نے اردو میں کہا۔ "ہاں بیٹے حمید اب تم سمجھ بوجھ لو۔ میرا کام تو ختم ہو گیا۔"

حمید کی کھوپڑی ہوا میں اڑ گئی کیونکہ یہ آواز سو فیصدی فریدی کی تھی۔

بس پھر کیا تھا۔ اس نے اچھل کر ایک بھرپور لات ڈاکٹر برونو کے سینے پر رسید کی اور وہ کراہ کر دوسری طرف الٹ گیا اور اٹھتے اٹھتے اس نے ڈاکٹر گوہن سے کہا۔ "تم کھڑے دیکھ رہے ہو ڈاکٹر۔ یہ ہم دونوں کا یکساں دشمن ثابت ہوگا۔"

اس بار حمید کا مکا اس کے جبڑے پر پڑا اور برونو نے ڈاکٹر گوہن کو ایک گندی سی گالی دی، جو ریوالور لئے ہونے کے باوجود بھی حمید پر فائر نہیں کر رہا تھا۔ پھر اس نے ڈاکٹر سانگلو کو غیرت دلائی لیکن ڈاکٹر سانگلو جو بہت زیادہ پرسکون نظر آ رہا تھا بولا۔ "تم ہی پٹتے رہو۔ مجھے لڑائی بھڑائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ تمہاری حماقت تھی کہ تم کرنل فریدی کے فقرے میں آ گئے۔"

"کہاں ہے کرنل فریدی۔" برونو حلق پھاڑ کر چیخا۔

"جس سے تم اتنی دیر سے بکواس کرتے رہے ہو حالانکہ میں تمہیں منع کر رہا تھا۔" ڈاکٹر سانگلو نے پرسکون لہجے میں کہا۔

حمید کے پانچویں گھونسے پر ڈاکٹر برونو ڈھیر ہو گیا۔ مونا کرسٹی بے حد خوفزدہ تھی۔ روزا البتہ بُری طرح ہنس رہی تھی۔

دفعتاً حمید نے ڈاکٹر سانگلو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی اور جھلا کر اس کی طرف بڑھا۔

"نہیں کیپٹن! شریف آدمی مار دھاڑ سے دور ہی رہتے ہیں۔" ڈاکٹر سانگلو ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"اچھی بات ہے حمید۔" فریدی نے بھی مسکرا کر کہا۔ "اس شریف آدمی کو ہاتھ مت لگاؤ۔"

"دروازہ کھلواؤ.... میں باہر جانا چاہتا ہوں۔" ڈاکٹر سانگلو نے کہا۔

"سسرال جانا چاہتے ہو تو میں کوشش کروں۔" حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"وقت نہ برباد کرو حمید دونوں کے ہتھکڑیاں لگا دو۔" فریدی نے کہا۔

"مر گئے ہتھکڑیاں لگانے والے۔" سانگلو چلتے چلتے رک کر انہیں گھورنے لگا۔ حمید آنکھیں نکال کر اس کی طرف جھپٹا تھا لیکن فریدی نے اُسے روکتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "کیوں کیا باقی رہا ہے۔"

"میرے خلاف کچھ بھی نہیں ثابت کیا جا سکتا۔ تم نے جو آواز ٹیپ کی ہے وہ تمہاری ہی ہوگی کیونکہ تم آوازوں کے ایک کامیاب نقال ہو۔ جس طرح گوہن کا بہروپ بنا سکتے ہو اسی

طرح.... اور پھر بھلا میں بیچارہ کس شمار میں ہوں۔ رہے وہ ٹیوب جن کا ابھی تذکرہ ہوا تھا، نئی وضع کے ہیں اس لئے میں نے انہیں اٹھا کر دیکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان پر میری انگلیوں کے نشانات ضرور ملیں گے۔ نہیں تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کرنل.... اور پھر میں یہ سب کچھ کرنے ہی کیوں لگا۔ آخر مجھے خواہ مخواہ کیا پڑی ہے کہ وبائیں پھیلاؤں گا۔"

"مگر ابھی کچھ دیر پہلے تم نے ایک بلیک میلر سے بہت سی باتیں کی تھیں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"یقیناً کی تھیں.... ابھی گھنٹوں کر سکتا ہوں لیکن عدالت میں تمہاری ہوا بگڑ جائے گی۔"

دفعتاً فریدی نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑا کر ایک بڑی میز سے جا ٹکا اور بس پھر لیبارٹری تباہ ہونے لگی۔ وہ شیشے کے مختلف آلات اٹھا اٹھا کر فریدی پر پھینک رہا تھا۔ حمید ایک ہی سپاٹے میں اس تک پہنچا اور لپٹ پڑا۔

ٹھیک اسی وقت ایک دروازے پر دستک ہوئی اور روزا نے آگے بڑھ کر قفل کھول دیا۔ بہت سے مسلح کانسٹیبل اندر گھس آئے۔ سب سے آگے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھا۔

"شکریہ.... کرنل۔" اس نے کہا۔ "آپ نے واقعی بڑی چالاکی سے کام لیا تھا ورنہ یہ بدبخت عدالت میں ہم سبھوں کے لئے مستقل دردِ سر بن جاتا۔ یہاں کی پوری گفتگو ریکارڈ کر لی گئی ہے شروع سے آخر تک۔"

"گفتگو ریکارڈ کر لی گئی ہے۔" سانگلو حلق پھاڑ کر چیخا۔

"ہاں....!" فریدی کی گرجدار آواز لیبارٹری میں گونجی۔ "یہاں لیبارٹری میں ایک بہت زیادہ قوت والا ڈکٹا فون تمہارے داخلے سے پہلے ہی رکھ دیا گیا تھا۔ شروع سے اب تک کی ساری گفتگو برابر والے کمرے میں ریکارڈ ہوتی رہی تھی۔"

ڈاکٹر سانگلو پاگلوں کے سے انداز میں گالیاں بکنے لگا۔ ڈاکٹر برونو ابھی تک فرش پر بیہوش پڑا ہوا تھا۔

سب کچھ ہوا مگر حمید کو وجہ جرم نہ معلوم ہو سکی۔ کسی کو بھی نہیں معلوم تھی۔ اخبارات میں اس پکڑ دھکڑ کا کہیں ذکر تک نہیں آیا تھا۔ لوگ بدستور ڈاکٹر گوہن کو دعائیں دیتے رہے اور وباء کا زور ٹوٹتا رہا۔ شہر پھر پہلے کی طرح پر رونق نظر آنے لگا تھا۔ اب لوگوں کے بھڑک کر بھاگنے

کی خبریں نہیں سنی جاتی تھیں۔

فریدی کو حمید نے بہت ہلایا جلایا لیکن اس نے کچھ ایسے انداز میں خاموشی اختیار کر لی تھی جیسے ابھی یہ کیس نامکمل ہی ہو۔

"کیا بتاؤں....!" آخر ایک دن فریدی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یہ آدمی کے چھچھورے پن کی کہانی ہے۔ آدمی کتنا گر سکتا ہے اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے اس کیس میں جرم کی وجہ ایسی ہے کہ شاید ہی کسی کو اس پر یقین آئے۔ مگر دنیا کی وہ بڑی طاقتیں جو اپنے اقتدار کے لئے آپس میں رسہ کشی کر رہی ہیں۔ اس سے بھی زیادہ گر سکتی ہیں۔ ان کے بلند بانگ نعرے جو انسانیت کا بول بالا کرنے والے کہلاتے ہیں کتنے زہر آلود ہیں اس کا اندازہ مشکل ہے۔ یہ ایسے ہی ایک ملک کی کہانی ہے، جو اپنے حریف سے نپٹنے کے لئے ایشیاء کی لاش پر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہا ہے مگر کم از کم ہمارے ملک کے عوام اس سے بیزار ہی رہے ہیں، لہٰذا ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ یہاں ایک ناقابل فہم قسم کی وبا پھیلا کر اس کا علاج کیا جائے.... وبا پھیلی اور غیر ملکی طبی مشن آنے لگے۔ اس ملک کا وفد بھی آیا جس کے ایجنٹوں نے یہ وبا پھیلائی تھی، لیکن ظاہر ہے کہ وہ اتنے اعلیٰ پیمانے پر ادویات نہیں تقسیم کر سکتا تھا کہ سارا شہر بیک وقت مستفید ہو سکتا اس لئے اس ملک کا طبی وفد جلد ہی شہرت نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ اسی دوران میں اچانک ڈاکٹر گوہن نمک اور چائے والے نسخے کا اعلان کر کے ان کی ساری اسکیموں پر پانی پھیر دیا۔ وہ جھلا گئے اور انہوں نے سوچا کہ اب ڈاکٹر گوہن ہی کی گردن پھنسا دینی چاہئے۔ وہ کامیاب بھی ہو جاتے لیکن گوہن تو وہی کر رہا تھا جو میں نے چاہا تھا۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ناگر کے ایک آدمی نے کسی پُراسرار آدمی کی ملازمت کے بارے میں مجھے بتایا تھا۔ میں ناگر کی نگرانی کرتا رہا۔ مونا کرسٹی بھی میری نظروں میں تھی، لیکن دشواری یہ تھی کہ وہ مردوں سے کتراتی تھی، لہٰذا اب ایک لڑکی کی ضرورت پیش آئی، جو مونا سے دوستی کر سکے۔ نظرِ انتخاب ہلدا پر پڑی اور میں نے اسے فن آئی لینڈ سے غائب کرا دیا۔ ہلدا کو علم تھا کہ ایسا ہو گا کیونکہ میں نے اسے پہلے ہی سمجھا دیا تھا اور اس طرح غائب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ناگر صرف میری طرف سے محتاط ہو جائے اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ جو مجرم جتنی زیادہ احتیاط برتے گا اتنی ہی جلدی گرفت میں بھی آ جائے گا۔ ناگر کے ساتھ یہی ہوا۔ وہ احتیاط برتنے کے سلسلے میں

بے شمار غلطیاں کرتا چلا گیا۔ ویسے خود اُسے بھی فکر تھی کہ کسی طرح اس نامعلوم ہستی کا پردہ فاش کردے، جو اسے انگلیوں پر نچا رہا ہے دوسری طرف ہلدا نے پیکسی کے روپ میں مونا سے دوستی بڑھالی۔ میں نے اُسے اسی لئے منتخب کیا تھا۔ وہ بہت جلد دوستی پیدا کرلیتی ہے۔ ڈاکٹر سانگلو نے مونا کو ہدایت دی تھی کہ وہ اپنی دوست لڑکیوں سے بداخلاقی سے پیش آئے اور پھر دیکھے کہ اس کے بعد بھی کوئی لڑکی اس سے قریب ہونے کی کوشش کرتی ہے یا نہیں۔ لیکن مونا نے اسے یہ نہیں بتایا کیونکہ وہ پیکسی جیسی پیاری لڑکی کا دل نہیں توڑ سکتی تھی وہ اس سے نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ اس سے نہ ملا کرے.... اسی دوران میں وباء اچھی طرح پھیل گئی اور پیکسی یا ہلدا بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکی۔ مگر مونا نے اُسے نمک کے پانی والا نسخہ بتادیا۔ پھر وہ نسخہ میرے توسط سے ڈاکٹر گوہن تک پہنچ گیا اور ہم دونوں نے گھنٹوں غور و غوص کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ سادہ پانی کی بجائے چاپے کا اعلان کیا جائے اور وہ اتفاقات بھی عوام کی نظروں میں لائے جائیں جن کے تحت وہ نسخہ اچانک دریافت ہوگیا تھا۔ غرضیکہ پھر سانگلو نے مونا کو بھی ڈاکٹر گوہن کے پیچھے لگادیا۔ ادھر ناگر نے جو اُسے ڈاکٹر گوہن کے ساتھ دیکھا تو یہی سمجھا کہ ڈاکٹر گوہن ہی ان کا پُراسرار باس ہے کیونکہ اس دوران میں ناگر پر کچھ حملے بھی ہوچکے تھے۔ اس نے جھلاہٹ میں ڈاکٹر گوہن پر کئی فائر جھونک مارے۔ بڈھا پھرتیلا ہے اس لئے بچ گیا۔ جب مونا ادھر آگئی تو ہلدا کو دوسرے میک اپ میں پیش کیا گیا۔ یہ ڈاکٹر گوہن کی سیکریٹری روزا تھی.... میں نے تمہیں سانگلو کے پاس اسی لئے بھیجا تھا کہ اس کے آئندہ کے ارادوں کا اندازہ کرسکوں۔ تم نے جو کچھ مجھے بتایا اس سے یہی ظاہر ہورہا تھا کہ وہ کوئی چیز ڈاکٹر گوہن کی لیبارٹری تک پہنچانا چاہتا ہے۔ یہ گرفت میں لینے کے لئے بہترین موقع تھا۔ بس اسی دن ڈاکٹر گوہن کے میک اپ میں میں آگیا۔ نتیجے کے طور پر تم نے ان لوگوں کی شکست دیکھ لی۔"

"مگر ان کا ہوا کیا....!"

"بند کمرے میں ان کا مقدمہ چل رہا ہے۔ مونا سرکاری گواہ بنالی گئی ہے۔ چونکہ اس معاملے میں کچھ بین الاقوامی قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہوگئی ہیں اس لئے منظر عام پر نہیں لایا جاسکتا۔ البتہ اس ملکی غدار سانگلو پر کچھ دوسرے سنگین الزامات عائد کرکے کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ اُسے سزا تو بہر حال ملنی چاہئے۔"

"مگر اتنی ذرا سی بات کے لئے اتنا ہنگامہ۔"

"اوہ.... یہ ذرا سی بات نہیں تھی، حمید صاحب! تم خود سوچو کہ اگر درمیان میں ڈاکٹر گوہن والا نسخہ نہ نکل پڑتا تو برونوہی کا وفد کامیاب ہوتا۔ اپنی کوششوں میں اور ہمارے عوام میں جو اس کے ملک کے خلاف بُرے خیالات پائے جاتے تھے۔ کیا وہ برقرار رہتے.... ارے یہ بڑی طاقتیں اسی طرح تو ایشیا پر سکہ جمارہی ہیں۔ کہیں غلہ تقسیم ہورہا ہے کہیں کپڑے بانٹے جارہے ہیں اور کہیں کسی وباء کا خاتمہ کرنے کے لئے مفت دوائیں بھاری مقدار میں تقسیم کی جارہی ہیں، جہاں ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی، وہاں بھی ضرورت پیدا کرلی جاتی ہے۔ طریقہ یہی ہوتا ہے جو ہمارے یہاں اختیار کیا گیا تھا۔ مصنوعی قحط پیدا کئے جاتے ہیں۔ مصنوعی وبائیں پوری پوری بستیوں پر دھاوا بول دیتی ہیں اور پھر یہ فرشتے آکر ہمارے آنسو بھی پونچھتے ہیں، اور ہماری دعائیں بھی لے جاتے ہیں۔ کتنا کمینہ ہے آدمی.... ذرا سوچو تو.... کیا وہ کتوں کے ساتھ بھی باندھے جانے کے لائق ہے؟"

فریدی خاموش ہوکر سگار سلگانے لگا۔

"اس وباء کے متعلق دنیا کا جو کچھ بھی خیال رہا ہو مگر قاسم بہت دور کی کوڑی لایا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ایک طلسمی لڑکی نے شہر بھر پر ڈنڈے برسائے۔ پہلے سب کا دماغ ٹھنڈا ہوا اور پھر گرم ہوگیا۔ بس دورے پڑنے لگے۔ قاسم پر تو پٹنے کے دوسرے دن ہی دورہ پڑا تھا۔"

جب اس کے باپ پر بھی دورہ پڑا تو اس نے بسور کر کہا۔ "ہائے.... کم بخت نے بابا جان کو بھی نہ چھوڑا۔ ان کے بڑھاپے پر بھی رحم نہ کیا۔" پھر خود ہی لچک کر بولا تھا۔ "ارے واہ.... یہ بڑھاپے میں کیا سوجھی تھی.... اظہار محوبت کر بیٹھے.... ہی ہی ہی ہی۔"

وہ منہ بنا کر دیر تک ہنستا رہا تھا۔ کسی طرح اس کے باپ کے کان میں بھی اس کی بھنک پڑ گئی اور پھر جو اسی اختلاج کے عالم میں قاسم کی پٹائی شروع ہوئی ہے تو ساری کوٹھی ہل کر رہ گئی اور قاسم ہفتوں بستر ہی سے ہلنے کو ترستا رہا۔ لیکن لڑکی کا راز اسے آج تک نہ معلوم ہوسکا۔

تمام شد

جاسوسی دنیا نمبر 77

اونچا شکار

(مکمل ناول)

پیشرس

اب جاسوسی دنیا کا ستترواں ناول "اونچا شکار" ملاحظہ فرمائیے.... اسے آپ ایسا ہی پائیں گے، جیسے ناول کی خواہش آپ عرصہ سے ظاہر کررہے تھے۔ حمید اور فریدی دونوں ہی خاصے Active نظر آئیں گے۔ اس بار فریدی نے مجرم کو ٹھکانے لگانے کے لئے ایسا طریق کار اختیار کیا ہے کہ آپ کچھ دیر تک یہی سوچتے رہ جائیں گے کہ اس کا وہ اقدام صحیح تھا یا غلط.... لیکن اس کا اعتراف آپ کو بھی ہوگا کہ بہتیرے چالاک مجرم بڑے سے بڑے جرم کے مرتکب ہونے کے باوجود بھی قانون کی دسترس سے باہر ہی رہتے ہیں۔ ان کا طریق کار انوکھا ہوتا ہے۔ وہ قانون کے محافظوں ہی سے قانون شکنیاں کراتے ہیں۔ اس طرح کہ قانون کے محافظوں کو اس کا احساس تک نہیں ہونے پاتا کہ ان سے قانون شکنی سرزد ہو رہی ہے اور وہ مجرم کو انتہائی معصوم سمجھ کر اس کی قدر بھی کرتے رہتے ہیں۔

ایسے مجرم کو اس کی منزل تک پہنچانے کے سلسلے میں کتنی دشواریاں پیش آسکتی ہیں، اس کا اندازہ آپ کو اس کہانی کے اختتام ہی پر ہو سکے گا۔

دولت کی ہوس آدمی کو اندھا کر دیتی ہے۔ لیکن اسے سوچنا چاہئے کہ چیونٹیاں بھی اندھی ہوتی ہیں اور ان میں بھی ذخیرہ اندوزی کی جبلت پائی جاتی ہے۔ پھر کیا آدمی کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ چیونٹیوں کی صف میں آکھڑا ہو۔ دولت مند بننے کی خواہش گناہ نہیں ہے لیکن حصول دولت کے لئے قانون کی حدود سے گذر جانا یقینی طور پر اندھی چیونٹیوں ہی کی طرح حقیر ہو جانا ہے۔

نقالوں کے سلسلے میں یہ عرض ہے کہ آپ اصلی اور نقلی گھی کی طرح میری کتابوں کو بھی پرکھنا سیکھئے۔ یہ ایک مصنف کی خوش نصیبی بھی ہے اور بد قسمتی بھی کہ لوگ اس کے نام پر پڑھنے والوں کو دھوکا دیں.... دنیا کی کسی زبان کو ایسا مصنف نصیب نہ ہوا ہوگا۔

ابن صفی

۳۰ رجولائی ۱۹۵۸ء

لفافہ

کرنل فریدی نیاگرہ ہوٹل کی ایک نیچی سی دیوار پر دونوں ہاتھ ٹیکے جھکا ہوا نیچے دیکھ رہا تھا۔ یہ نیاگرہ کی تیسری منزل تھی.... اور اس تیسری منزل کو بھی گلزار بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ چاروں طرف چار چار فٹ اونچی دیواریں تھیں اور فرش پر تقریباً ایک فٹ اونچی مٹی ڈال کر گھاس اگائی گئی تھی۔ دیواروں سے ملی ہوئی پھولوں کی کیاریاں تھیں۔ بعض جگہ لکڑی کے بڑے بڑے گملوں میں پام بھی نظر آرہے تھے۔ سورج غروب ہو جانے پر ہوٹل کا یہ حصہ بے حد پر رونق نظر آنے لگتا۔ ذرا ہی سی دیر میں ساری میزیں بھر جاتیں اور آرکسٹرا موسیقی بکھیرنے لگتا۔ میزوں کے درمیان کوئی شوخ سی رقاصہ تھرکتی نظر آتی۔ اس حصہ کی میزیں عموماً پہلے ہی سی مخصوص کرالی جاتی تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ فریدی کو دیوار پر ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہونا پڑا تھا۔ اکیلے وہی نہیں، اس جیسے اور بھی تھے۔ میز مخصوص کرائے بغیر تیسری منزل پر آنا حماقت تھی۔ اس کے باوجود بھی لوگ آتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے پہل کچھ لوگوں کو ہچکچاہٹ محسوس ہوئی ہو۔ مگر اب تو عام رواج ہو گیا تھا لوگ دیوار کے قریب کھڑے ہو کر کھانے پینے میں ذرہ برابر بھی جھجک نہیں محسوس کرتے تھے۔ لیکن کیا فریدی بھی انہیں لوگوں میں سے تھا، جو یہاں کسی نیم عریاں تھرکنے والی کے لئے کھڑے ہی کھڑے چائے کافی یا دوسرے مشروبات پیا کرتے تھے؟

کیپٹن حمید اگر اسے اس حال میں دیکھ لیتا تو اس کے قہقہے رکنے کا نام ہی نہ لیتے۔

یک بیک فریدی چونک کر مڑا۔ کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بڑے بے تکلفانہ انداز میں "ہلو" کہی تھی۔ یہ ایک دراز قد اور سیاہ فام آدمی تھا۔

"اوہ....!" اس نے خجالت آمیز لہجے میں کہا۔ "معاف فرمائیے گا۔ جناب مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔"

"کوئی بات نہیں۔" فریدی مسکرایا۔

"آپ کا ڈیل ڈول میرے ایک دوست کا سا ہے۔ میں پھر معافی چاہتا ہوں۔"

"میں پھر عرض کرتا ہوں کہ کوئی بات نہیں۔" فریدی بدستور مسکراتا رہا۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ سیاہ فام آدمی کچھ سٹپٹایا ہوا سا تھا۔

یک بیک وہ اس طرح دوسری طرف مڑ گیا جیسے کسی نے جھٹکا دے کر زبردستی موڑ دیا ہو۔

فریدی نے ایک طویل سانس لی اور جیب سے سگار نکال کر اس کا گوشہ توڑنے لگا۔ بظاہر وہ ان تین آدمیوں سے بے خبر تھا جو تھوڑے ہی فاصلہ پر بیٹھے شراب پی رہے تھے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس نے انہیں اسی وقت تاڑ لیا تھا جب سیاہ فام آدمی نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر اسے مڑنے پر مجبور کیا تھا۔ ممکن ہے یہ واقعہ عام آدمی کے لئے "چلتے کی چیز" ہوتا۔ لیکن فریدی اسے غیر معمولی ہی سمجھا تھا۔ نیاگرہ میں عموماً بہت ہی پولشڈ قسم کے لوگ آتے تھے اور کسی پولشڈ قسم کے آدمی سے توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنے ملنے والوں سے کسی پبلک مقام پر اس قسم کی بے تکلفی کا مظاہرہ کرے گا۔ اس لئے فریدی نے ان تینوں آدمیوں کو فوراً ہی بھانپ لیا، جو اسے اس انداز سے دیکھ رہے تھے جیسے اس کا حلیہ ذہن نشین کرنا چاہتے ہوں۔

اس نے سگار سلگا کر دانتوں سے دبالیا اور اب اس کی توجہ کا مرکز وہ نیم عریاں لڑکی تھی، جو آرکسٹرا کی دھن پر میزوں کے درمیان تھرکتی پھر رہی تھی۔

اس نے سیاہ فام آدمی کو بھی اس وقت تک نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا تھا جب تک کہ وہ زینوں کی طرف نہیں مڑ گیا تھا۔

"کافی....!" اس نے ویٹر سے کہا جو قریب ہی سے گذر رہا تھا۔

ویٹر مؤدبانہ انداز میں سر کو جنبش دے کر آگے بڑھ گیا۔

فریدی سگار کے ہلکے ہلکے کش لیتا ہوا سوچ رہا تھا کہ یہ احمق کون ہو سکتے ہیں۔ تینوں آدمی اب بھی اسی میز پر تھے۔ لیکن صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ پینے سے زیادہ پینے کی ایکٹنگ کر رہے

ہیں۔ ان کے گلاس دیر سے بھرے رکھے تھے لیکن وہ انہیں اٹھا کر ہونٹوں کی طرف لے جانے کی بجائے کچھ سوچ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی کا سوگ منانے کے لئے وہاں اکٹھے ہوئے ہوں۔

تھوڑی دیر بعد ویٹر نے کافی کی ٹرے لاکر دیوار پر رکھ دی۔

"بل بھی لیتے آؤ شاید میں جلد ہی چلا جاؤں۔" فریدی نے کہا۔

"بہت بہتر جناب۔" ویٹر احتراماً جھکا اور واپس چلا گیا۔

فریدی نے کافی ختم کرنے میں جلدی نہیں کی۔ ویسے اس نے بل تو ادا ہی کر دیا تھا۔ کافی ختم کر کے وہ دیوار سے ٹک گیا اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے۔

اسے تیسری منزل پر اتنی دیر نہیں ٹھہرنا تھا وہ تو پورے ہوٹل کا سرسری جائزہ لینے آیا تھا۔

ان دنوں شہر میں کوکین کا کاروبار بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر ہو رہا تھا اور اول درجہ کے ہوٹلوں کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ وہی فروختگی کے اڈے ہیں لیکن کاروبار اتنے سائنٹیفک طریقے پر ہو رہا تھا کہ ابھی تک ایک آدمی بھی نہیں پکڑا جاسکا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح کھڑا رہا پھر زینوں کی طرف چل پڑا۔ اس کی رفتار سے عجلت نہیں ظاہر ہو رہی تھی۔

دوسری منزل پر رہائشی کمرے تھے۔ وہاں کی ایک راہداری سے وہ ان زینوں کی طرف مڑ گیا، جو پہلی منزل پر ڈائننگ ہال تک لے جاتے تھے۔

نیچے ڈائننگ ہال میں بھی کافی چہل پہل تھی۔ وہ یہاں بھی نہیں رکا۔ حالانکہ اس کے کئی شناسا یہاں موجود تھے اور انہوں نے اسے اپنی طرف متوجہ بھی کرنے کی کوشش کی تھی۔

وہ باہر نکل آیا مگر اس کا رخ اس حصے کی طرف نہیں تھا جہاں اس نے لنکن پارک کی تھی۔ بلکہ وہ سوئمنگ پول والے ویران حصے کی طرف جا رہا تھا.... اور اس سے بھی بے خبر نہیں تھا کہ وہ تینوں آدمی بھی اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر آرہے ہیں، جنہیں وہ کچھ دیر پہلے شبہ کی نظر سے دیکھ چکا تھا۔

وہ اطمینان سے چلتا رہا۔ شائد اسے اس کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ کہیں ان میں سے کوئی فائر نہ کر بیٹھے۔

یہ حصہ نیم روشن تھا۔ دور دور پر دو ایک آہنی ستونوں سے برقی قمقمے لٹک رہے تھے، جن روشنی اتنی محدود تھی کہ بعض گوشے تو بالکل ہی تاریک ہو کر رہ گئے تھے۔

"اے.... جناب.... یہ ڈائری شائد.... آپ کی ہے۔" پشت سے آواز آئی۔

اور فریدی رک گیا.... اس کا دل چاہا کہ زور سے قہقہہ لگائے۔ یہ تینوں اس شہر کے باشندے تو نہیں معلوم ہوتے۔ اس نے سوچا۔

وہ تینوں قریب آ گئے۔ ایک نے کوئی چیز اس کی طرف بڑھائی.... فریدی نے بایاں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے داہنے ہاتھ سے دوسرے کا جبڑا سہلا دیا جس نے دھوکے میں رکھ کر اس جھپٹنے کی کوشش کی تھی۔

پھر بایاں ہاتھ اس کی ناک پر پڑا جس نے کوئی چیز اس کی طرف بڑھائی تھی۔

تیسرا تیر کی طرح اس پر آیا.... لیکن اس کے پیٹ کے لئے داہنا گھٹنا تیار تھا۔

یہ سب کچھ تو افتتاحیہ تھا اس کے بعد سچ مچ بہت ہی خونریز قسم کی جدوجہد شروع ہو گئی۔ گو یہ تینوں بُری طرح چیخ رہے تھے۔ فریدی کے منہ سے ابھی تک ہلکی سی آواز بھی نہیں نکلی تھی۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ اب حملہ آور صرف پٹ ہی رہے ہیں اور گدھوں کی طرح چیخ رہے ہیں۔

"کون ہے.... کون ہے۔" تھوڑے ہی فاصلے پر سے آوازیں آئیں جن میں بھاگتے ہوئے قدموں کی بھی آوازیں شامل تھیں۔

یک بیک تینوں حملہ آور بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن فریدی نے ان کا تعاقب نہیں کیا سامنے سے کئی ٹارچوں کی روشنیاں اس پر پڑ رہی تھیں۔

وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ آنے والے قریب آ گئے۔ یہ تعداد میں پانچ تھے۔ چار ہوٹل کے چوکیدار تھے اور ایک ذی حیثیت آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"کیا قصہ ہے جناب۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"کچھ نہیں، چند آدمیوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ آپ لوگوں کی آوازیں سن کر بھاگ گئے" فریدی نے مسکرا کر جواب دیا۔

"حملہ....!" اس نے حیرت سے دہرایا اور ٹارچ کی روشنی فریدی کے جسم پر ڈالی جس کے

شفاف اور ستھرے لباس پر کہیں ہلکی سی شکن بھی نہیں تھی۔

"حملہ آور کس طرف گئے ہیں۔" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"پتہ نہیں! میں نے غور نہیں کیا۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ پھر بولا۔ "اس تکلیف کے لئے شکریہ۔" وہ عمارت کی طرف جانے کے لئے آگے بڑھ گیا۔

وہ آدمی اس کے ساتھ چلنے لگا ہوٹل کے چوکیدار پیچھے تھے۔

"میں ابھی ابھی اپنی گاڑی سے اترا تھا۔" اس آدمی نے کہا۔ "اچانک شور سنائی دیا۔ فدیلی مجھے روک رہی تھی۔ لیکن میں چوکیداروں کو ساتھ لے کر دوڑ ہی پڑا۔ فدیلی بہت ڈرپوک ہے۔ وہ سوچ رہی ہوگی کہ پتہ نہیں کیا ہوا ہو۔ حملہ آور کتنے تھے جناب۔"

"تین....!"

"مجھے حیرت ہے۔" اس نے کہا۔

فریدی نے اس سے حیرت کی وجہ نہیں پوچھی، خاموشی سے چلتا رہا۔

پھر وہ اجالے میں آ گئے۔ اب فریدی نے اس آدمی کی شکل دیکھی۔ تھا تو وہ ادھیڑ عمر کا آدمی لیکن آنکھوں سے بچکانہ پن ٹپکتا تھا۔ صحت اچھی تھی اور یہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے بال قبل از وقت سفید ہو گئے ہوں۔

"مجھے اس پر حیرت ہے جناب کہ حملہ آور تین تھے لیکن آپ کا لباس تک شکن آلود نہیں ہوا....!" اس نے کہا۔

"اللہ کی مرضی....!" فریدی کے لہجے میں لاپروائی مترشح تھی۔

"مجھے کہنے دیجئے کہ آپ مجھے پہلے آدمی ملے ہیں۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔" فریدی مسکرایا۔ "اس بھری پُری دنیا میں آپ کو آدمی نہیں ملے۔"

"آپ نہیں سمجھے۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ عجیب آدمی ہیں۔" اس نے کہا۔ "مگر آپ اس وقت اندھیرے میں وہاں کیوں گئے تھے۔"

"اب یہ بھی بتانا پڑے گا۔" فریدی نے معنی خیز تبسم کے ساتھ کہا۔

"اوہ معاف کیجئے گا۔ میرا یہ سوال بڑا احمقانہ تھا۔" وہ بھی اسی انداز میں مسکرایا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "یہاں تو زندگی کا لطف ہی جاتا رہا ہے۔ ہوٹلوں باروں اور کلبوں نے زندگی کی ساری

لذتیں چھین لی ہیں.... جو مزا چھپ چھپ کے ملنے میں ہے.... ہائے....!"

فریدی بے اختیار مسکرا پڑا مگر کچھ بولا نہیں۔

وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں کاریں پارک کی جاتی تھیں.... یہاں گیراج بھی موجود تھے اور انتظام بہت ہی اعلیٰ قسم کا تھا۔ لیکن گرمیوں میں کوئی بھی گیراج تک گاڑیاں لے جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ کھلے ہی میں پارک کی جاتی تھیں۔

ایک سیاہ رنگ کی بیوک کے قریب وہ رک گئے۔ یہاں ایک نو عمر یوریشین عورت بھی موجود تھی۔ اس کے خدوخال خاصے دلکش تھے۔

"اوہ.... ڈکی.... کیا ہوا.... کیا تھا....؟" وہ مضطربانہ انداز میں بولی اور پھر فریدی کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ بیچارے تین آدمیوں میں گھر گئے تھے۔" جواب ملا۔

"اوہ.... چوٹ تو نہیں آئی۔" اس نے ہمدردانہ لہجے میں فریدی سے پوچھا۔

"جی نہیں....!"

"ارے.... فدیلی.... تم چوٹ کی باتیں کر رہی ہو۔ ذرا دیکھو ادھر دیکھو....!" اس نے کہا اور یک بیک چوکیداروں کی طرف مڑ کر بولا۔ "تم لوگ جا سکتے ہو۔"

ان کے چلے جانے پر اس نے کہا۔ "تین آدمیوں نے ان پر حملہ کیا تھا اور یہ شائد کافی دیر تک ان سے الجھے رہتے لیکن ذرا ان کا لباس دیکھو.... کون کہے گا کہ یہ لڑ کر آ رہے ہیں۔"

"قطعی نہیں....!" لڑکی نے نیچے سے اوپر تک فریدی کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ رپورٹ نہیں درج کرائیں گے۔" ڈکی نے فریدی سے پوچھا۔

"میں خود ہی درج کر لوں گا۔" فریدی مسکرایا۔

"کیا مطلب....!"

فریدی نے اپنا کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

"او.... ہو....!" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔ کارڈ اب بھی اس کی چٹکی میں دبا ہوا تھا۔ لڑکی جھک کر اسے دیکھنے لگی۔

"گڈ گاڈ....!" وہ قریب قریب اچھل سی پڑی۔

ڈکی کے ہونٹ ہلے اور اس قسم کی بڑبڑاہٹ سنائی دی، جیسے وہ خود سے مخاطب ہو۔ "مقدر کے علاوہ.... اور کیا....!" اور پھر وہ لڑکی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "فدی ڈیئر.... کیا یہ ایک دلچسپ اتفاق نہیں ہے۔ اب میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا ستارہ پھر عروج کی طرف جا رہا ہے۔"

"ڈکی.... یہ خدا کی مہربانی ہے.... کیوں اب تو تمہیں اس پر حیرت نہیں ہے کہ ان کے لباس پر شکنیں تک نہیں پائی جاتیں۔"

فریدی خاموش کھڑا ان کی گفتگو سنتا رہا۔

دفعتاً اس آدمی نے اپنا کارڈ نکال کر فریدی کی طرف بڑھا دیا۔ کارڈ پر ڈکسن ہارویل تحریر تھا۔ دوسری لائن اس کے پتے کی تھی۔

"ڈکسن ہارویل....!" فریدی آہستہ سے بولا۔ "اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو آپ مل اونرز ایسوسی ایشن کے صدر ہیں۔"

"جی ہاں آپ کا خیال درست ہے کرنل۔" ڈکسن بولا۔ "اس موقعہ پر اگر میں آپ کا وقت برباد کروں تو یہ بڑی زیادتی ہوگی۔ پھر کیا آپ میرے لئے کبھی تھوڑا سا وقت نکال سکیں گے۔"

"مجھے اس وقت بھی فرصت ہی ہے۔"

"مطلب یہ کہ ہو سکتا ہے.... آپ تھکن محسوس کر رہے ہوں۔"

"یہ اتنی ہی معمولی سی ورزش تھی کہ خون کی روانی میں ہلکی سی تیزی آ جائے۔" فریدی مسکرایا۔ "آیئے.... شائد آپ اندر جا رہے تھے۔"

"جی ہاں.... میں بہت مشکور ہوں گا کرنل.... چلئے۔"

وہ عمارت کی طرف چل پڑے....!

"تیسری منزل پر ہماری میز مخصوص ہے....!" فدیلی نے کہا۔

"میں ڈائننگ ہال ہی کو ترجیح دوں گا محترمہ....!" فریدی بولا۔

"ٹھیک ہے.... اوپر ہم گفتگو نہیں کر سکیں گے۔ وہاں تو طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے۔"

"ڈائننگ ہال میں بھی ہمارے لئے ایک بڑا کیبن مخصوص ہے۔" فدیلی نے کہا۔

"ہاں یہ مناسب ہے۔"

وہ مغربی گوشے والے کیبن میں آئے.... یہ اتنا کشادہ تھا کہ یہاں بڑی میز کے علاوہ ایک مسہری بھی بچھائی جاسکتی تھی اور اسی کی مناسبت سے تھوڑے بہت سامان کا بھی اضافہ کیا جاسکتا تھا۔ وہ بیٹھ گئے۔ فدیلی فریدی کو برابر گھورے جارہی تھی۔ لیکن فریدی اس کی طرف ایک بار بھی متوجہ نہیں ہوا تھا۔

"میری کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔" ڈکسن نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں کئی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ آپ سے ملوں۔ فدیلی سے بھی اس کا تذکرہ آیا تھا اور آج اس طرح.... میرے خدا.... میں اسے کیا سمجھوں۔"

"ایسے اتفاقات کم ہی پیش آتے ہیں۔" فدیلی نے کہا۔

"اوہ.... میں بھی کتنا احمق ہوں کرنل.... خواہ مخواہ باتوں میں وقت برباد کررہا ہوں.... ہاں آپ کیا پئیں گے۔ تکلف کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھنڈا پانی میرا پسندیدہ مشروب ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میں نے سنا ہے کرنل شراب نہیں پیتے۔" فدیلی نے کچھ ایسے پرمحبت لہجے میں کہا جیسے کرنل یا تو اس کے بطن سے پیدا ہوئے ہوں یا پھر انہیں اس کا شوہر ہونے کا فخر حاصل ہو۔

"آپ نے غلط نہیں سنا محترمہ....!" فریدی بولا۔

"بڑی عجیب بات ہے۔" ڈکسن نے کہا۔ "دماغی کام کرنے والے عموماً پیتے ہیں۔"

"کمزور دماغ کے لوگ ہوتے ہوں گے۔ یہاں تو صرف ایک قہقہہ جو دل کی گہرائیوں سے نکلا ہو، ساری ذہنی تھکن دور کردیتا ہے۔"

"آپ کی باتیں بھی عجیب ہوتی ہیں کرنل.... پھر بتائیے میں آپ کی کیا خاطر کروں۔"

"کیا آپ محض خاطر کرنے کے لئے مجھے یہاں لائے تھے۔" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں کرنل.... لیکن ہم ایسے موقعہ پر ملے ہیں کہ مجھے اس سلسلہ میں کچھ کہتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس ہورہی ہے۔ میں ایک بہت بڑے جنجال میں پھنس گیا ہوں۔ لیکن یقین کیجئے مجھے اس کا بھی علم نہیں ہے کہ اس چکر میں کیونکر پڑا ہوں۔ میری عقل کام نہیں کرتی۔"

"میرا خیال ہے تم اس وقت کرنل کو بور نہ کرو ڈکی.... کرنل اگر اپنے گھر پر ہمیں وقت

دے سکیں تو بہتر ہے۔" فدیلی نے کہا۔ جو شائد اس گفتگو سے اکتا گئی تھی۔

"اچھا.... اچھا....!" ڈکسن نے کہا اور ویٹر کو طلب کرنے کے لئے گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔

ویٹر شائد کیبن کے دروازے ہی پر موجود تھا۔ وہ پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا۔

"لائم جوس.... اور وہسکی...." ڈکسن نے کہا۔

ویٹر قدرے جھک کر الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

فدیلی فریدی کو بڑی پیاسی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"میں اندر آسکتا ہوں جناب۔"

وہ چونک کر کیبن کے دروازے کی طرف مڑے.... ہوٹل کا بل کیپٹن ہاتھ میں ایک لفافہ لئے کھڑا تھا۔

"مجھے افسوس ہے جناب۔" اس نے ندامت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھ سے کہا گیا تھا کہ یہ خط بہت ضروری ہے۔"

"لاؤ....!" ڈکسن نے اُسے گھورتے ہوئے ہاتھ بڑھادیا۔ خط دے کر بل کیپٹن واپس چلا گیا۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔" ڈکسن نے لفافہ چاک کرتے ہوئے فریدی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" فریدی نے کہا اور فدیلی سے اجازت لے کر سگار سلگانے لگا اور فدیلی نے کہا کہ وہ دنیا کا مہذب ترین آدمی ہے.... پھر اچانک وہ دونوں ہی چونک پڑے۔ لفافہ ڈکسن کے ہاتھ سے گر گیا تھا.... اور وہ ایک جھٹکے کے ساتھ اس طرح کرسی کی پشت سے جا ٹکا تھا، جیسے کسی نظر نہ آنے والی قوت نے اسے پیچھے دھکیل دیا ہو۔ لفافے کے پاس ہی میز پر ایک کارڈ پر پڑا ہوا تھا جس پر جنگلی سور کی تصویر تھی۔

چور یا آرٹسٹ

رات کے سناٹے سے اکتا کر کیپٹن حمید نے بڑبڑانا شروع کردیا اور پھر یہ بڑبڑاہٹ باقاعدہ قسم کے مکالموں میں تبدیل ہوگئی۔ ایک بار اس کے حلق سے مرد کی سی آواز نکلی اور دوسری بار

عورت کی سی۔

"میں بہت اداس ہوں ڈارلنگ....!" مرد کی آواز۔

"پھر کیا میں تمہارے لئے پالک کی بھجیا تلوں۔" عورت کی آواز۔

"بڑی غیر شاعرانہ باتیں کر رہی ہو۔" مرد کی آواز۔

"ستیاناس شاعروں کا۔ میرا بس چلے تو سبھوں کو فوج میں بھرتی کرا دوں.... جہاں ایک بڑ بھی لفٹ رائٹ کرنا پڑا فعولن فعولن کا بخار اتر جائے گا۔"

"خدا کے لئے بور نہ کرو ڈارلنگ، میں بہت اداس ہوں۔" مرد کی آواز۔

"کھلی ہوا میں دوڑ لگاؤ۔ طبیعت صاف ہو جائے گی۔"

"آخر آج تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔" مرد کی آواز۔

"شاعرانہ باتوں سے طبیعت بیزار ہو گئی ہے.... اب میں بچوں کی چیاؤں میاؤں سن چاہتی ہوں۔"

"یہ بہت بُری علامت ہے ڈیئر.... مجھے تشویش ہے۔" مرد کی آواز۔ "میری زندگی کا سب سے بڑا مشن یہی ہے کہ میں باپ نہ بننے پاؤں۔"

"میں تمہارا ساتھ دینے سے قاصر ہوں۔" عورت کی آواز۔

"کیا تمہارے کانوں تک بڑے آدمیوں کی آوازیں نہیں پہنچتیں۔" مرد کی آواز۔

"میں نے ان آواز کی طرف سے کان بند کر لئے ہیں.... یہ خود غرض ہیں۔ یہ فصلوں ک نقصان پہنچانے والے کیڑوں مکوڑوں کی طرح آدمی کی پیدائش بھی روکنا چاہتے ہیں۔ یہ اس قابل ہیں کہ سب سے پہلے یہی کھیتوں کی کھاد بنائے جائیں۔"

"اوہ.... ڈارلنگ بور مت کرو....!" مرد کی آواز۔

پھر یک بیک حمید نے اپنی آواز میں چیخ کر کہا۔ "ابے او حمید کے پٹھے آخر اس طرح کیسے کام چلے گا۔"

اور ایک بار پھر وہ اپنی کار کے انجن پر جھک پڑا۔

جنگل کی اندھیری رات تھی۔ سڑک کی دونوں جانب گھنیرے درختوں کی قطاریں تھیں اس لئے وہ تاروں کی چھاؤں سے بھی محروم ہو گیا تھا۔

اسے اس کا اندازہ لگانا بھی دشوار معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے اب تک کتنی مسافت طے کی ہو گی اور یہاں سے تارجام کتنے فاصلے پر ہے۔

وینس اس نے بڑے چاؤ سے خریدی تھی۔ لیکن ڈرائیور کون رکھتا.... ڈرائیور ہوتا یا نہ ہوتا اس وقت تو دراصل اسکریو ڈرائیور کا مسئلہ درپیش تھا۔ اگر اسکریو ڈرائیور اس وقت موجود ہوتا تو نہ اسے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فلمی گیت گانے پڑتے اور نہ وہ دیوانوں کی طرح عورت اور مرد کے مکالمے ادا کرتا۔ بس اسے دو ایک پرزے نکالنے پڑتے.... انہیں صاف کرتا اور کار پھر اپنی راہ لگتی۔ اوزاروں کا تھیلا ڈکی میں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن وہ اتنا عاقبت اندیش کب تھا۔

اس وقت وہ تفریحاً تارجام کے لئے نہیں روانہ ہوا تھا۔ بلکہ وہاں اسے ایک ایسے آدمی کو چیک کرنا تھا جس کے متعلق شبہ کیا جا رہا تھا کہ وہ منشیات کی ناجائز تجارت کرنے والے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ان دنوں ذرا سکون نصیب ہوا تھا کہ یہ نئی مصیبت نازل ہو گئی.... شہر میں ایک ایسے پراسرار گروہ کی سرگرمیوں کا پتہ چلا تھا، جو منشیات کی اعلیٰ پیمانے پر تجارت کر رہا تھا اور اس گروہ کا ایک آدمی بھی ابھی تک پولیس کے ہاتھ نہیں لگ سکا تھا.... اکثر لوگوں پر شبہ کیا جاتا، پولیس انہیں سختی سے چیک کرتی مگر قریب سے دیکھنے پر ان کے ہاتھ صاف نظر آتے تھے.... آج جس آدمی کے چکر میں حمید تارجام کے لئے روانہ ہوا تھا اس کے متعلق بھی پولیس کے پاس کوئی واضح ثبوت نہیں تھا کہ وہ کاروبار میں شریک ہی ہو گا۔ محض اس کے پچھلے ریکارڈ کی بناء پر یہ قیاس کر لیا گیا تھا کہ وہ کسی ایسے گروہ کا ممبر ہو سکتا ہے۔

انجن پر جھکتے ہوئے حمید نے ٹارچ روشن کی اور بے بسی سے روشنی کے دائرے کو چکر دینے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اس کی جیب میں تو اس وقت قلم تراش چاقو بھی نہیں تھا کہ اسی سے کوشش کرتا۔

پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ گاڑی کو اپنی دم میں باندھ کر تارجام تک سرپٹ دوڑتا چلا جائے....!

"ارے باپ رے....!" وہ اچانک اچھل کر پیچھے ہٹا۔ کوئی اس سے ٹکرایا تھا اور پھر کسی نے اس کی گردن اپنے بازوؤں میں جکڑ لی۔

قدرتی طور پر اس کا گھٹنا اس کے پیٹ پر پڑنا چاہئے تھا لیکن وہ اس سے پہلے ہی بوکھلا
کیونکہ اس کی گردن جکڑنے والی کوئی عورت تھی۔ اس نے یہی اندازہ لگایا تھا۔ پھر اس کے
اس کے سر پر پڑے اور اُسے یقین ہو گیا.... وہ عورت ہی تھی۔

"یہ کیا مذاق ہے۔" وہ غرایا۔

"خدا کے لئے خاموش رہو۔" وہ آہستہ سے بولی۔ "میں ان جھاڑیوں سے تمہیں دیر
دیکھ رہی ہوں۔"

"چونکہ آپ دیر سے مجھے دیکھ رہی تھیں اس لئے میں خاموش رہوں.... اور آپ
گھونٹ کر مجھے ختم کر دیں کیوں؟"

"اوہ.... معاف کیجئے گا....!" وہ اسے چھوڑ کر ہٹ گئی۔ حمید جھک کر ٹارچ ڈھونڈنے لگا
اور پھر جب ٹارچ کی روشنی میں اس نے اس کا جائزہ لیا تو غیر ارادی طور پر اس کی زبا
آہستہ آہستہ نچلے ہونٹ پر رینگنے لگی۔

وہ مرمر کا مجسمہ تھی.... متناسب الاعضاء، صحت مند.... جسم پر ہلکے نارنجی رنگ کے جار
کی ساری تھی اور اسی رنگ کا بلاؤز.... بال سیاہ اور گھونگھریالے تھے.... ساری پر کئی چھر
تھے، جیسے وہ چلتے وقت کانٹوں سے الجھی ہو۔ بازوؤں پر لمبی اور باریک خراشیں بھی تھیں۔

"اگر جھاڑیوں میں سانپ نہ ہوتا تو میں اسطرح اچھل کر کبھی نہ بھاگتی۔ کیا میں خوفزدہ ہول

"قطعی نہیں۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "آپ تو بھوکی شیرنی معلوم ہو رہی ہیں.... مجھے
ملائم گوشت والا بچھڑا نہیں پائیں گے۔"

"وہ تو آپ کی شکل ہی سے ظاہر ہے.... کیا آپ ابھی تک انجن کی خرابی نہیں دور کر سکے

"میں نے دانتوں سے اسکریو ڈھیلے کرنے کی کوشش کی تھی لیکن.... پکڑ میں نہیں آئے

"اسکریو ڈرائیور نہیں ہے۔"

"اگر ہوتا تو ایک ڈنٹسٹ کی بھی ضرورت کیوں محسوس کرتا۔"

"چاقو سے کام چلے گا؟"

"چاقو....!" حمید خوش ہو کر بولا۔ "ضرور چلے گا.... مگر اس کے لئے مجھے کتنی بار مر کر
سر نو پیدا ہونا پڑے گا۔"

"اوں.... ہوں.... صرف اتنا سا معاوضہ کہ میں لفٹ چاہتی ہوں.... مگر جلدی۔" اس
نے شاید اپنے ہینڈ بیگ سے قلم تراش چاقو نکالا تھا۔

حمید اس کے ہاتھ سے چاقو لے کر جھک پڑا.... پھر دس منٹ کے اندر ہی اندر وہ دوبارہ
انجن بند کر رہا تھا۔ لڑکی پہلے ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔

اچانک قریب کی جھاڑیاں کھڑکھڑائیں اور کئی ٹارچوں کے روشن دائرے فضا میں گردش
کرنے لگے۔

"وہ.... رہی.... کار میں۔" کسی نے چیخ کر کہا اور تین چار آدمی چھلانگیں لگاتے ہوئے
سڑک پر آ گئے۔

"ارے کھڑے کیا ہو.... بھاگو....!" لڑکی دانت کچکچا کر بولی۔

لیکن دوسرے ہی لمحے حمید کا ریوالور نکل آیا۔ اس نے کار کی اوٹ لیتے ہوئے آگے بڑھنے
والوں کو للکارا۔

"پیچھے ہٹو ورنہ فائر کر دوں گا۔"

"وہ جہاں تھے وہیں تھم گئے۔

"اس لڑکی کا تعاقب کیوں کر رہے ہو۔" حمید نے گرج کر پوچھا۔

"تم سے مطلب....!" دوسری طرف سے کوئی غرایا۔

"اچھا احمقو! آؤ اور اسے گاڑی سے نکال لے جاؤ۔" حمید کا لہجہ بہت سرد تھا۔

دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ انہوں نے اپنی ٹارچیں بجھا دی تھیں۔

دفعتاً حمید نے اپنی گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی اور اس کے دیوتا کوچ کر گئے۔ وہ
تو گاڑی ہی لئے جا رہی تھی۔ اس نے بڑی تیزی سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور اچھل کر نہ
صرف اندر بیٹھ گیا بلکہ دوسری طرف کی کھڑکی سے ان لوگوں پر ایک ہوائی فائر بھی جھونک مارا۔

کار نے چکنی سڑک پر سپاٹا بھرا اور تیر کی طرح تار جام کی طرف ہولی۔ یہی سیدھی سڑک
تار جام تک جاتی تھی۔

"کریش.... کریش....!" دو گولیاں کار کے عقبی حصے سے ٹکرائیں۔

"چاقو کے لئے شکر گذار ہوں محترمہ....!" حمید کا لہجہ تلخ تھا۔

جواب میں اس نے ایک کھنکتا ہوا سا قہقہہ سنا.... اور پھر وہ بولی۔ "میرے ستارے اچھے
کہ آپ مل گئے ورنہ وہ کئی دنوں سے کوشاں ہیں کہ میری کھوپڑی میں سوراخ کر دیں۔"

"میں اس ڈرامہ کا مقصد ہرگز نہ پوچھوں گا۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "اگر تم تار جام پر
چلنا چاہو تو میں باآسانی ایک مختصر سی نیند لے سکوں گا۔"

لڑکی کچھ نہ بولی، حمید بھی پشت گاہ سے ٹکا رہا۔ البتہ اس کا داہنا ہاتھ اب بھی جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے دستے پر تھا۔

دفعتاً لڑکی بولی۔ "دیکھو فیٹ ہیڈ! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تم لوگوں کو خود پر ہاتھ ڈالنے موقعہ دوں گی۔ کار اس وقت میرے کنٹرول میں ہے.... میں اسے کسی درخت سے بھی ٹکرا سکتی ہوں۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے خودکشی کا ارادہ ملتوی کر کے تم سے ٹکرا جانے کا فیصلہ کیا تھا.... لہٰذا یہی سمجھو کہ خودکشی کی نیت اب بھی برقرار ہے۔ ویسے تم لوگوں سے ٹکرانا بھی خودکشی ہی کے مترادف ہے۔"

مگر اس نے جواب میں حمید کے ہلکے ہلکے خراٹوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنا۔

کار اسی رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

"کیا تم نہیں سن رہے ہو۔" لڑکی زور سے چیخی اور حمید اچھل پڑا۔

"کیا ہوا.... کیا ہوا....!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ تم مجھے دھوکا نہ دے سکو گے۔ حالانکہ تمہاری جیب میں ریوالور بھی موجود ہے۔"

"ریوالور سے دھوکا نہیں دیا جاتا ہنی.... کھوپڑی میں سوراخ کیا جاتا ہے۔" حمید نے اس انداز میں کہا جیسے کسی بچے کی غلطی کی اصلاح کر رہا ہو۔ پھر وہ آگے جھکا اور چپ چاپ اس کا ہینڈ بیگ اٹھا لیا۔

کار بدستور دوڑتی رہی۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔

اس کے بعد شائد لڑکی نے بائیں ہاتھ سے اپنا ہینڈ بیگ ٹٹولنے کی کوشش کی تھی۔ کیونکہ اس کے بعد ہی اس نے کار روک دی اور مڑ کر غرائی۔

"میرا ہینڈ بیگ....!"

"میں اس میں تمہارا چاقو رکھ رہا تھا.... یہ لو۔" اس نے ہینڈ بیگ اس کی طرف بڑھا دیا اور وہ چھوٹا سا پستول تو پہلے ہی اس کی جیب میں پہنچ چکا تھا۔

لڑکی تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ "کیا تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا۔ صورت سے تم شریف معلوم ہوتے تھے ورنہ میں تم سے دور ہی رہتی دیکھو اچھے دوست کیا فائدہ؟"

"میری صورت اب بھی شریفوں کی سی ہے، اگر ہو تو تمہارے حسن کی بھی تھوڑی سی تعریف کر دوں، حالانکہ میں اسے قطعی غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ میرا نظریہ ہے کہ ہر عورت خوبصورت ہوتی ہے، خواہ وہ افریقہ میں پیدا ہوئی ہو، خواہ فرانس میں۔"

"تم میری نہیں سنو گے۔" لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سناؤ! اتنی دیر سے تو سن رہا ہوں.... تم خود ہی جواب طلب کرتی ہو۔ ورنہ میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ چیمبرز ڈکشنری تھما کر استدعا کروں کہ اے سے زیڈ تک سنا جاؤ۔"

"تم پڑھے لکھے اور شائستہ آدمی معلوم ہوتے ہو کیوں ان لوگوں کے ساتھ اپنی زندگی برباد کر رہے ہو۔"

"پتہ نہیں تم کن لوگوں کا تذکرہ کر رہی ہو۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"کیا تمہارا تعلق جنگلی سور سے نہیں ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"میں خود ہی ہر قسم کا سور ہوں.... کسی ایک قسم کے سور سے میرا تعلق کیوں ہونے لگا۔"

لڑکی چند لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ "میں یہیں اتروں گی۔"

"پیچھا بھی چھوڑو کسی صورت سے۔ خواہ مخواہ میری بھی راہ کھوٹی کرتی ہو۔"

"میرا پستول واپس کر دو۔"

حمید دروازہ کھول کر کار سے اتر آیا اور پھر اگلی نشست کا دروازہ کھول کر لڑکی کو بھی نیچے کھینچ لیا۔

"یہ لو اپنا پستول اور دفع ہو جاؤ۔" اس نے اس کی طرف پستول بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تم جیسی درجنوں اسمارٹ لڑکیاں میری جیب میں پڑی رہتی ہیں جاؤ۔"

اس نے اسے بازو سے پکڑ کر ایک طرف دھکیل دیا.... اور پھر کار میں بیٹھ کر.... اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے مڑ کر دیکھا بھی نہیں کہ لڑکی کس حال میں ہے۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو...." وہ چیختی ہوئی کار کے پیچھے دوڑی.... "خدا کے لئے ٹھہر جاؤ....

ٹھہر جاؤ۔"

اس کی آواز میں رو دینے کا سا انداز پیدا ہو گیا تھا۔ کار کی رفتار بھی تیز نہیں ہوئی تھی۔

حمید نے کار روکی اور پھر اتر آیا۔

"د..... د..... دیکھو.... میں کہتی ہوں آخر ہم جھگڑا کیوں کریں۔"

"میری ایک تجویز ہے۔" حمید اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "میں سامنے لیٹا جاتا ہوں تم مجھ پر سے گاڑی گذار دو۔"

"کیوں....؟"

"بیوقوف قسم کی لڑکیاں جی کا جنجال ہو جاتی ہیں.... تمہیں کیا پتہ کہ میں کتنی مشکل میں ہوں اور دیر ہو جانے پر مجھے کتنے خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"اچھا تو میں بیٹھ جاؤں گاڑی میں۔"

"تمہیں جانا کہاں ہے؟"

"جہاں تم لے جاؤ۔"

حمید نے اس کے بال پکڑ کر جھٹکا دیا اور اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

"کمینے کہیں کے۔"

"چلو بیٹھ جاؤ.... لیکن میرے کان نہ کھانا۔"

وہ اگلی سیٹ پر اس کے برابر ہی بیٹھ گئی۔ حمید نے کار کے اندر روشنی کر دی اور گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "تمہیں خدا غارت کرے۔ اس وقت مجھے دس ہزار کا خسارہ ہوا ہے۔ اب پندرہ منٹ میں تارجام ہرگز نہیں پہنچ سکوں گا اور مجھے یہ رات کسی ہوٹل میں بسر کرنی پڑے گی۔"

"میں تمہارے کان نہیں کھاؤں گی.... بالکل خاموش ہوں۔"

کار پھر چل پڑی۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ وہ اسے برابر گھورے جا رہی ہے۔ لیکن حمید کی نظر ونڈ شیلڈ پر تھی اس نے کنکھیوں سے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔

لڑکی اپنا ہینڈ بیگ کھول رہی تھی، اس نے اس میں سے ایک چپٹی سی شیشی نکالی اور اس کا کاک نکال کر آدھا سیال اپنے حلق میں انڈیل لیا۔ پھر بُرا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔ "لو گے۔ گھونٹ شیمپین....!"

"میں شراب سے نفرت کرتا ہوں۔" حمید نے اس سے بھی بُرا منہ بنا کر کہا۔

"ارے جاؤ.... مجھے بیوقوف نہ بناؤ، کیا تم کوئی نیک اور پارسا آدمی ہو۔"

"عورت اور شراب کی حد تک یقیناً بڑا پارسا آدمی ہوں.... لیکن اگر تمہارے ہینڈ بیگ میں کوئی بڑی رقم ہوتی تو تم دیکھتیں۔"

"چور....!"

"نہیں تم مجھے آرٹسٹ ہی کہو.... کیونکہ تم بھی مجھے کسی مولوی یا پنڈت کی صاحبزادی نہیں معلوم ہوتیں۔"

"کیا مطلب....؟"

"کیا تم ایسی ہی پاک و صاف ہو کہ مجھے چور کہہ سکو۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ میں پاک و صاف ہوں۔"

"لیکن مجھے چور تو کہا تھا۔"

"بھئی چور کو کیا کہیں گے۔"

"ایک چور دوسرے چور کو آرٹسٹ کہتا ہے.... چور نہیں۔"

"اوہ.... اب سمجھی۔"

"سمجھنے کی رفتار سست ہے.... میرا خیال ہے کہ تم بقیہ آدھی شیشی بھی خالی کر دو۔"

"تم کون ہو....؟"

"یہ دوسری ہوئی! اب میں اتنا الو کا پٹھا ہوں کہ تمہیں اپنے متعلق کچھ بتا دوں! ویسے اگر تم چاہو تو جنگلی سور کے متعلق مجھے بتاتی رہو.... میں دل لگا کر سنوں گا۔"

"میں ابھی تک فیصلہ نہیں کر پائی کہ تم پر اعتماد کروں یا نہ کروں۔"

"کیا تم قارون کا خزانہ میری تحویل میں دینے والی ہو۔"

"کیا مطلب....!"

"تم مجھ پر اعتماد کرو تو کیا اور نہ کرو تو کیا! کچھ دیر بعد میں تمہیں تارجام کی کسی سڑک پر چھوڑ دوں گا۔"

لڑکی تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ "تم نے ابھی تک میرے متعلق کچھ نہیں معلوم

کرنا چاہا۔"

"اگر میں نے تمہارے کروڑ پتی ہونے کا اندازہ کر لیا ہوتا تو یقیناً کوشش کرتا۔"

یک بیک حمید کی بھنویں تن گئیں اور پیشانی پر سلوٹیں نظر آنے لگیں۔ ایسا معلوم ہو رہا جیسے کوئی نیا خیال اس تبدیلی کی وجہ بنا ہو۔ لڑکی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

اچانک حمید نے ایک بار پھر اس کا بیگ چھین کر اپنی داہنی ران کے نیچے دبا لیا اور ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"گندی بلی.... میں سمجھ گیا۔"

"کیا سمجھ گئے۔"

"محکمہ سراغ رسانی کی لڑکیاں بہت تیز ہیں۔"

"تم غلط سمجھے۔" لڑکی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"غلط ہو یا سہی لیکن اب میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اپنا اطمینان کر لوں۔"

"کیسے ہوگا.... اطمینان....!"

"میرے پاس ایسی تمام لڑکیوں کے فوٹو ہیں، جو محکمہ سراغ رسانی کے لئے کام کرتی ہیں۔"

"تب تو بڑی اچھی بات ہے۔ مگر کیا یہاں بھی تمہارے پاس فوٹو موجود ہی ہیں۔"

"قطعی ہیں....!"

حمید کو یاد آ گیا تھا کہ لڑکیوں کی تصویروں کا البم گاڑی ہی میں موجود ہے۔ یہ وہ لڑکیاں تھیں جن سے کبھی حمید کی دوستی رہ چکی تھی.... اس لڑکی کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہ یا تو کسی بڑے گروہ سے تعلق رکھتی ہے یا ابھی حال ہی میں کسی بڑے گروہ سے کٹ گئی ہے اور وہ لوگ اس کے پیچھے ہیں۔

تکیئے میں خنجر

فریدی نے ناشتے کی میز پر بیٹھتے ہی اخبار اٹھایا۔ تھوڑی دیر تک سرخیاں دیکھتا رہا پھر نوکر کو

آواز دے کر کہا کہ وہی اس کے لئے کافی کا ایک کپ تیار کر دے۔ وہ کچھ کھائے گا نہیں.... پھر اخبار بھی ایک طرف ڈال دیا گیا۔

ڈکسن.... ڈکسن کے متعلق وہ پچھلی رات سے اب تک سوچتا رہا تھا۔ ڈکسن اس سے ملنا چاہتا تھا۔ ان حالات میں ملا.... لیکن کیوں ملنا چاہتا تھا۔ یہ نہ معلوم ہو سکا۔

کیا اس جنگلی سور کی تصویر نے اسے کچھ کہنے سے باز رکھا تھا۔ جو اچانک اس تک پہنچی تھی.... تصویر دیکھتے ہی وہ اس طرح خاموش ہو گیا تھا جیسے بولنے کی سکت ہی نہ رہ گئی ہو۔

مگر یہ سچویشن ایسی ہی تھی۔ جیسے کسی جاسوسی ناول میں سسپنس پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہو.... ویسے فریدی اسے مضحکہ خیز سمجھ کر نظر انداز کر دینے کے لئے بھی تیار نہیں تھا.... کیونکہ بارہا ایسے ہی "جاسوسی ناول" قسم کے اتفاقات اسے مہینوں سرگرداں رکھ چکے تھے۔ پہلے اس نے یہی سمجھا تھا کہ وہ حرکتیں پولیس کو غلط راستے پر ڈالنے اور سنسنی پھیلانے کے لئے کی گئی تھیں لیکن پھر اسے جیتے جاگتے حقائق سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

پچھلی رات جنگلی سور کی تصویر دیکھنے کے بعد ڈکسن کی حالت ایسی دگرگوں ہوئی تھی کہ فدیلی نے کہا تھا "شائد ان پر ہارٹ اٹیک ہونے والا ہے۔ کرنل میں معافی چاہتی ہوں انہیں فوراً گھر لے جاؤں گی۔"

اور تب اسے معلوم ہوا تھا کہ فدیلی اس کی بیوی ہے۔ پہلے وہ اسے یوریشین سمجھا تھا لیکن بعد میں اس نے جب اس کے انداز گفتگو اور لہجے پر غور کیا تھا تو وہ فرانسیسی ثابت ہوئی تھی۔ ڈکسن دیسی عیسائی تھا اور شہر کے معززین میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس کی خاصی شہرت تھی، لیکن فریدی کو اس سے پہلے کبھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا.... شہر میں اس کی کئی فیکٹریاں اور ملیں تھیں۔

لیکن وہ اس سے کیوں ملنا چاہتا تھا.... کیا اسی جنگلی سور کے لئے؟

پھر اسے وہ حملہ آور یاد آئے.... وہ سیاہ فام آدمی یاد آیا جس نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا؟.... اور وہ تو طے شدہ بات تھی کہ اس نے دراصل اس طرح ان تینوں کو اس کی شکل دکھائی تھی۔

اور پھر اس کے بعد حملہ....

یہ حملہ اس کی سمجھ سے باہر تھا؟.... وہ ایک بار پھر اس پر غور کرنے ہی والا تھا کہ فون کی

گھنٹی بجی۔

وہ اٹھ کر کمرے میں آیا۔ دوسری طرف سے حمید بول رہا تھا۔

"مجھے ایک ہفتہ کی چھٹی دلوا دیجئے۔" اس نے کہا۔

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا.... تم کہاں ہو؟"

"تار جام میں! لیکن بہت بُری حالت میں۔"

"کیا مطلب....!"

"یہاں اچانک چچی جان مل گئیں.... ڈاکٹر منڈل سے بچے کی آنکھ کا علاج کرانے آئی ہیں۔ مجھ سے مل کر بے حد خوش ہوئیں.... کہنے لگیں اللہ مہربان تھا کہ تم مل گئے ورنہ میں بہت پریشان ہوتی۔ بچے کی آنکھوں کی حالت مخدوش ہے.... ڈاکٹر منڈل کا کہنا ہے کہ کم از کم ایک ہفتے تک تو ساتھ رہنا ہی پڑے گا.... اب بتائیے میں کیا کروں۔"

"کام کی بات کرو...." فریدی غرایا۔

"او.... ہاں دیکھئے.... پار کر یہاں سرے سے ہے ہی نہیں۔ ابھی تک اس کا ثبوت نہیں مل سکا۔ وہ تین ماہ سے تار جام میں دکھائی دیا ہو.... مگر دیکھئے.... یہ چچی جان.... خاندانی معاملہ ہے اگر مجھے ایک ہفتے کی چھٹی نہ ملی تو سمجھ لیجئے کہ بالکل کباڑا ہو جائے گا۔"

"تم کہاں مقیم ہو۔"

"پہلے تو وہ ہوٹل میں مقیم تھیں، لیکن پھر میں نے سوچا جب اپنا گرین ہٹ خالی پڑا ہوا ہے تو....!"

"چلو.... خیر.... ٹھیک ہے.... مگر تمہیں تین دن سے زیادہ کی چھٹی نہیں مل سکتی۔"

"دیکھئے اس معاملہ میں میری ہی بات رکھ لیجئے ورنہ چچی جان۔"

فریدی کی پیشانی پر ایک پل کے لئے شکنیں نظر آئیں اور پھر غائب ہو گئیں۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "اچھی بات ہے.... ویسے پچھلی رات میں نے بھی تمہارے لئے ایک چچی ڈسکور (Discover) کی تھی.... خیر فی الحال تم اسی چچی سے دل بہلاؤ....!"

"دیکھئے میں اپنے بزرگوں کے معاملہ میں مذاق نہیں پسند کرتا۔"

فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ لیکن جیسے ہی میز کے پاس سے ہٹا گھنٹی پھر بجنے لگی۔

"ہلو....!" فریدی ریسیور اٹھا کر دہاڑا.... وہ سمجھا تھا کہ شاید حمید نے پھر رنگ کر دیا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔ "کون صاحب ہیں۔"

"آپ کسے چاہتی ہیں۔"

"کرنل فریدی۔" فریدی نے آواز پہچان لی۔ یہ فدیلی ہی تھی۔

"میں فدیلی ہوں کرنل.... غالباً آپ بھولے نہ ہوں گے.... پچھلی رات....!"

"جی ہاں.... مسٹر ڈکسن اب کیسے ہیں۔"

"میں انہیں کے بارے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں کہئے تو وہیں آ جاؤں.... خدا کے لئے کرنل تھوڑا وقت ضرور نکالئے۔"

"ابھی آ جائیے.... میں دو گھنٹے بعد آفس جاؤں گا۔"

"شکریہ کرنل.... میں ابھی آ رہی ہوں۔"

اور پھر تقریباً بیس منٹ بعد کرنل اسے ڈرائنگ روم میں ریسیو کر رہا تھا۔ فدیلی اس وقت سفید اسکرٹ میں بہار کی نکھری ہوئی صبح کی طرح دلکش نظر آ رہی تھی، لیکن اس کی آنکھیں مغموم تھیں۔

"آپ پچھلی رات کے رویے پر یقیناً الجھن میں ہوں گے۔" اس نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"قدرتی بات ہے.... تشریف رکھئے.... آپ غالباً اس وقت پورٹ پسند کریں گی۔"

"نہیں.... اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ تو پیتے ہی نہیں۔"

"مہمانوں کے لئے رکھتا ہوں...." فریدی مسکرایا اور اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ ایک ملازم اندر آ کر مؤدبانہ کھڑا ہو گیا۔

"پورٹ اور ایک گلاس....!"

"آپ خواہ مخواہ تکلیف کر رہے ہیں۔"

"قطعی نہیں تکلیف کی کیا بات ہے۔"

ملازم چلا گیا۔ فریدی استفہامیہ نظروں سے فدیلی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"انہیں ہارٹ اٹیک نہیں ہوا تھا کرنل۔"

"مجھے اندازہ ہے! یہی چیز میری الجھن کا باعث بنی ہوئی تھی۔"

"ان کی حالت میں تغیر کا باعث وہ لفافہ بنا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا اس میں سے ایک کارڈ برآمد ہوا تھا جس پر جنگلی سور کی تصویر تھی.... وہ جنگلی سور!"

فدیلی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا تذکرہ کہاں سے شروع کروں۔"

"میرا خیال ہے کہ پورٹ سے آپ کو کافی مدد ملے گی۔"

"اف فوہ....!" وہ بے اختیار مسکرا پڑی۔ "کتنے معاملہ فہم ہیں آپ.... مجھے آپ کی صلاحیتوں پر رشک آتا ہے۔"

"بہتیرے انہیں صلاحیتوں کی بناء پر مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتے۔" فریدی مسکرایا۔

"یہ تو حقیقت ہے! جرائم پیشہ لوگوں پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا ہے۔ وہ موقع پر بھلا کیوں چوکتے ہوں گے۔ پچھلی ہی رات۔"

"جی ہاں....!" فریدی سر ہلا کر اس ملازم کی طرف متوجہ ہو گیا، جو تپائی پر شراب کی بوتل رکھ رہا تھا۔

فدیلی نے تھوڑی سی شراب گلاس میں انڈیلی اور دو چار چسکیاں لے کر بولی۔ "میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو پینے والوں سے دور بھاگتے ہیں۔ مگر آپ مہمانوں کے لئے رکھتے ہیں۔ آپ واقعی عجیب ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس نے ملازم سے کافی کے لئے کہا کیونکہ ناشتے کی میز پر اس نے کافی نہیں پی تھی۔ حمید کی کال آ گئی تھی اور اس کے بعد پھر شائد بھول ہی گیا کہ ابھی تک اس نے ناشتہ نہیں کیا۔

فدیلی نے گلاس خالی کر کے رکھ دیا اور رومال سے ہونٹ خشک کر کے بولی۔ "آج سے تین ماہ پہلے کی بات ہے کہ انہیں اس کا علم ہوا تھا.... ان کے دفتر میں ان کی لاعلمی میں ایک بزنس ہو رہا تھا.... وہاں سے کوکین اور دوسری منشیات غیر قانونی طور پر تقسیم ہوتی تھیں۔ لیکن انہیں یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ان کا کون ذمہ دار تھا۔ ویسے ان کا شبہ جنرل منیجر لائبر پر ہے۔"

"جی ہاں یہ ایک اسپینی ہے۔ میں بھی اسے اچھا نہیں سمجھتی۔ لیکن اس کے خلاف ہمارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں۔ ڈکی نے اس سے پوچھ گچھ کی تھی۔ اس نے سارا آفس سر پر اٹھا لیا

اور اس سے لاعلمی ظاہر کی کہ اس قسم کی کوئی حرکت آفس کے ذریعہ ہو رہی ہے۔"

"ہاں....!" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "اسے ثابت کرنے میں یقیناً دشواریاں آئیں گی۔ لیکن مسٹر ڈکسن کو شبہ کیسے ہوا تھا۔"

"انہوں نے ایک دن آفس میں ایک جگہ تین پیکٹ رکھے دیکھے تھے۔ انہوں نے ان کو اٹھا کر دیکھا تھا اور پھر وہیں رکھ دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر وہاں سے گذرے لیکن پیکٹ وہاں نہیں تھے۔ البتہ لکڑی کی شلف پر تھوڑا سا سفید رنگ کا سفوف بکھرا ہوا نظر آیا۔ انہوں نے اسے سمیٹ کر محفوظ کر لیا.... اور پھر اس کا تجزیہ کرانے کے لئے ایک ایکسپرٹ کے پاس بھیج دیا۔ رپورٹ آئی تو وہ کوکین نکلی....!"

"مگر انہوں نے اسے ایکسپرٹ کے پاس کیسے بھیج دیا تھا۔ اگر انہیں پہلے ہی سے شبہ نہیں تھا۔ دن بھر میری نظروں سے مختلف قسم کے سفوف گذرتے ہیں۔ لیکن میں انہیں ایکسپرٹ کے پاس نہیں بھیجتا۔ آپ میرا مطلب سمجھ رہی ہیں نا! یعنی ان پیکٹوں پر نظر پڑنے سے پہلے ہی انہیں شبہ رہا ہوگا۔ دراصل میں اسی شبہ کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"خدا بہتر جانتا ہے اس کے بارے میں انہوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ جہاں تک میرے علم میں ہے آپ کو ضرور بتاؤں گی، حالانکہ ڈکی کو معلوم ہو جائے کہ میں یہاں ہوں اور آپ سے اس مسئلہ پر گفتگو کر رہی ہوں تو یہیں آکر مجھے گولی مار دے گا۔"

"آخر کیوں؟ پھر وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔"

"اسی مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے۔ مگر پچھلی رات وہ جنگلی سور کی تصویر تین ماہ بعد پھر اچانک ان کے سامنے آئی تھی اور انہوں نے خوفزدہ ہو کر ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ اوہ کرنل میں کیا بتاؤں یہ جنگلی سور ڈکی کے اعصاب پر چھا کر رہ گیا ہے۔ جن دنوں ایکسپرٹ کی رپورٹ آئی تھی ڈکی نے سارا آفس سر پر اٹھا لیا تھا۔ لیکن ایک صبح جب وہ سو کر اٹھے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے تکئے میں ایک بڑا خنجر پیوست ہے اور اس کے قریب ہی ایک لفافہ ملا، جس پر جنگلی سور کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ لفافہ چاک کر کے انہوں نے تحریر نکالی اور اسی تحریر نے انہیں اس معاملہ میں بے حد ڈرپوک بنا دیا۔ کسی نامعلوم آدمی نے لکھا تھا کہ ڈکی کوکین کے معاملہ میں اپنی زبان بند رکھے۔ وہ آفس میں کسی پر بھی جرم ثابت نہیں کر سکے گا۔ اگر اس نے زبان بند نہ کی تو اتنی ہی آسانی سے

قتل کر دیا جائے گا جتنی آسانی سے اس کے تکئے میں خنجر پیوست کیا گیا ہے۔ یہ بھی لکھا گیا تھا کہ وہی خنجر اس کے سینے میں اتار دینے میں کون سی دشواری پیش آتی.... اس کے بعد ڈکی نے چپ خاموش اختیار کرلی.... مگر وہ شدت سے بور رہتا تھا کیونکہ اس کی دانست میں وہ گندا بزنس اب بھی جاری ہے۔ اسے اپنی بدنامی کا بڑا خیال رہتا ہے کرنل۔ وہ کہتا ہے اگر کبھی پولیس اس راہ پر آگئی تو کیا ہوگا۔ کون یقین کرے گا کہ اس کے آفس سے ایک بزنس ہو رہا ہے اور اسے خبر نہیں ہے۔ دنیا یہی سمجھے گی کہ وہ خود ہی اس کا ذمہ دار ہے۔"

"قدرتی بات ہے مسز ڈکسن۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "غالباً انہوں نے قتل کر دیئے جانے کے خوف سے پولیس کو اس کی اطلاع نہیں دی تھی۔"

"جی ہاں....!"

"پورٹ اور لیجئے.... تکلف کی ضرورت نہیں۔"

"شکریہ....!" فدیلی نے دوبارہ شراب انڈیلتے ہوئے کہا۔ "اب میں ان کی لاعلمی میں یہاں آئی ہوں۔"

"میں ہر امکانی کوشش کروں گا مسٹر ڈکسن....!"

"کسی طرح سے خوف ان کے دل سے نکال دیجئے۔ ان کی صحت بہت گرتی جا رہی ہے۔"

"ایسے حالات پیدا کئے جائیں گے کہ وہ خوفزدہ ہونا چھوڑ دیں۔"

"اچھا تو پھر اب اجازت دیجئے۔ میں زیادہ دیر تک ان کے پاس سے غیر حاضر نہیں رہ سکتی۔ آج کل وہ ہر وقت مجھے اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔"

"بہتیرے سوالات مجھے اس سلسلہ میں کرنے تھے۔ خیر پھر سہی۔"

فدیلی.... گلاس خالی کر کے اٹھتی ہوئی بولی۔ "لیکن اس سوال کا جواب وہی دے سکیں گے کہ انہیں پہلے پہل کس بناء پر شبہ ہوا تھا۔"

"خیر میں اسے بھی دیکھوں گا....!" فریدی نے کہا اور اسے رخصت کرنے پورچ تک آیا۔ پھر اندر آکر اس نے اس ملازم کو طلب کیا جس سے کافی کے لئے کہا تھا اور جو فدیلی کے لئے شراب لایا تھا۔

"کیوں بھئی....!" اس نے ہنس کر کہا۔ "کیا آج تم لوگوں نے طے کر لیا ہے کہ مجھے بھوکا

مار ڈالو.... میں نے تم سے کافی کے لئے کہا تھا۔"

ملازم کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور وہ خوفزدہ سی آواز میں بولا۔ "بھول گیا تھا۔"

"ارے.... تو اس طرح کانپنے کی کیا ضرورت ہے.... بھاگو.... جلدی سے لاؤ۔"

کچن میں دوسرے ملازم اس پر برس پڑے۔ فریدی کے سارے ملازمین اس پر جان دیتے تھے اور اگر کبھی کسی سے اس کے معاملے میں کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تھی۔ تو خود ہی رو پڑتا تھا.... کیونکہ فریدی نے آج تک کسی ملازم سے تیز لہجے میں بھی گفتگو نہیں کی تھی.... ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھتا تھا اگر ان میں سے کبھی کوئی بیمار پڑ جاتا تو خود ہی اس کی دیکھ بھال کرنے کی کوشش کرتا.... اگر کبھی رات گئے کافی کی خواہش ہوتی تو انہیں تکلیف دینے کی بجائے خود ہی کچن میں بھی جا گھستا۔

وہ برآمدہ میں بیٹھا کافی پیتا اور ڈکسن کے معاملات کے متعلق سوچتا رہا۔ کافی ختم کر کے وہ اٹھا.... اور فون پر سارجنٹ رمیش کے نمبر ڈائیل کئے۔

"یس سر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں پیٹر ڈکسن لمیٹڈ کے جنرل منیجر لائبر کے متعلق معلومات چاہتا ہوں۔"

"بہت بہتر جناب.... گیارہ بجے تک میں آپ کو اطلاع دوں گا.... مگر کہاں؟"

"گھر اور آفس دونوں دیکھ لینا۔ اگر یہاں نہ ملوں تو تھری سکس ڈائیل کر کے رپورٹ ڈکٹیٹ کر دینا۔"

تھری سکس دراصل آواز ریکارڈ کرنے کی ایک مشین تھی جس میں فریدی نے اپنی طرف سے کچھ اضافے کر کے اس قابل بنا دیا تھا کہ وہ خود بخود فون کے پیغامات ریکارڈ کر سکے۔ آپ شہر کے کسی گوشے سے کسی فون پر تھری سکس ڈائیل کیجئے، سلسلہ اس ریکارڈنگ مشین سے آملے گا.... یہ مشین اس نے ابھی حال ہی میں لگائی تھی۔

تھوڑی دیر بعد پھر فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی آفس جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ اس نے ریسیور اٹھایا.... دوسری طرف سے فدیلی بول رہی تھی اور بہت خوفزدہ معلوم ہوتی تھی۔

"اوہ.... کرنل وہ لوگ بھوت ہیں.... خدا کے لئے کچھ کیجئے.... لیکن یہاں نہ آیئے گا۔"

"میں نہیں سمجھا.... کیا بات ہے۔"

"میں جب واپس آئی تو وہ اپنی خواب گاہ میں اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ ان کی پیٹھ ننگی تھی اور جگہ جگہ لمبے لمبے نیلے رنگ کے نشانات تھے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کسی ظالم نے ان پر چابک برسائے ہوں۔ وہ بیہوش ہیں اور ان کے داہنے ہاتھ کے نیچے سے ایک کارڈ برآمد ہوا ہے جس پر وہی منحوس تصویر ہے اور پشت پر تحریر ہے۔ 'فدیلی کے لئے تنبیہہ' اب بتائیے.... میں کیا کروں.... مگر آپ خدا کے لئے یہاں نہ آیئے گا۔ ورنہ پتہ نہیں کیا ہو۔"

"اچھا اچھا.... میں کوئی دوسرا انتظام کرتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیئے۔" فریدی نے سلسلہ منقطع کردیا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر لیڈی انسپکٹر ریکھا کے نمبر ڈائیل کیے۔

"اوہ.... آپ....!" دوسری طرف پُراشتیاق آواز آئی۔ "کہیئے آج میں کیسے یاد آئی۔"

"کام....!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"فرمایئے....!"

"پیٹر ڈکسن لمیٹڈ والے ڈکسن کو جانتی ہو۔"

"جی ہاں....!"

"تمہیں اس کی بیوی فدیلی سے ملنا ہے۔ لیکن ملازموں پر یہ نہیں ظاہر کرو گی کہ تم کون ہو۔ خود فدیلی سے بتانا کہ تمہیں میں نے بھیجا ہے۔"

"پھر کیا کرنا ہوگا....!"

"صرف اس کے شوہر ڈکسن کی پیٹھ پر چابک کے نیلے نشانات دیکھنے ہوں گے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"مجھے حیرت ہے کہ تم نیلے نشانات نہیں سمجھتیں۔ جلدی کرو۔ میں آدھے گھنٹے تک تمہارے اس جواب کا انتظار کروں گا کہ نشانات ہیں یا نہیں ہیں۔"

فریدی نے دفتر جانا کچھ دیر کے لئے ملتوی کردیا تھا۔ وہ یہیں ریکھا کے جواب کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی.... دوسری طرف سے ریکھا بول رہی تھی۔

"میں نے بہت کوشش کی کہ فدیلی تک پہنچ جاؤں.... مگر نہیں پہنچ سکی۔ وہ برابر یہی کہلواتی رہی کوئی بھی ہو میں اس وقت نہیں مل سکتی۔ البتہ ایک نوکر سے یہ معلوم ہوا تھا کہ ڈکسن

کی طبیعت بہت خراب ہوگئی ہے اور اس کی خواب گاہ میں شہر کے چھ بڑے ڈاکٹر موجود ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" فریدی نے ایک طویل سانس لے کر کہا "شکریہ"

اور سلسلہ منقطع کردیا اس کی پیشانی پر شکنیں نظر آرہی تھیں۔

چچی کی کہانی

ایگل بیچ.... تار جام سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر سمندر کے کنارے ایک مشہور تفریح گاہ تھی۔ یہاں پانی زمین کو اس طرح کاٹ کر اندر تک چلا آیا تھا کہ ایک اڑتے ہوئے عقاب کی شکل بن گئی تھی.... اسے عقاب کی شکل بنانے میں اس چٹان کا بڑا حصہ تھا، جو خشکی سے الگ پانی میں ایک جگہ ابھری ہوئی تھی۔ یہی چٹان اس آبی اور خاکی عقاب کا سر معلوم ہوتی تھی۔ بہرحال عقاب سے مشابہت رکھنے ہی کی بناء پر اس حصہ کا نام ایگل بیچ پڑ گیا تھا۔

یہاں دور دور تک چھوٹی چھوٹی عمارتوں کی ایک قطار تھی، جن میں شہر سے آنے والے دو چار دن قیام کر کے یہاں کی تفریحات میں حصہ لیا کرتے تھے۔ انہیں عمارتوں میں گرین ہٹ بھی تھا۔ یہ کرنل فریدی کی ملکیت تھی لیکن یہاں عموماً قفل ہی لٹکتا ہوا دیکھا جاتا تھا.... شائد آس پاس والوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا کہ یہ عمارت کس کی ہے۔ ویسے یہاں ایک چوکیدار ہمیشہ رہا کرتا تھا جسے ماہ بماہ تنخواہ ملتی تھی اور اکثر وہ چپکے چپکے اس عمارت کو کرائے پر بھی اٹھا دیا کرتا تھا۔

حمید پچھلی رات اس لڑکی کو یہیں لایا تھا اور وہ دونوں الگ الگ کمروں میں سوئے تھے۔ نہ حمید نے اسے اپنے بارے میں کچھ بتایا تھا اور نہ وہی کھلی تھی۔

صبح کو حمید نے ایگل بیچ کے پوسٹ آفس سے فریدی کو فون کیا تھا اور پھر گرین ہٹ میں واپس آگیا تھا۔ ناشتہ بیچ کے ایک ریستوران سے ہٹ ہی میں منگوالیا گیا۔

اور ناشتے کے دوران میں وہ لڑکی پھٹ پڑی۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔"

"کیوں....؟" حمید نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"نہ تم نے ابھی تک اپنے متعلق بتایا ہے اور نہ میرے بارے میں کچھ پوچھا ہے۔ حتیٰ کہ میرا

نام تک جاننے کی کوشش نہیں کی۔"

"کیوں پڑوں اس چکر میں جب کہ تم میرے احساسات کی پرواہ نہیں کرتیں۔"

"کیا مطلب! میں نہیں سمجھی۔"

"اگر اپنے پیٹ پر کپڑا لپیٹے رہا کرو تو کیا حرج ہے۔"

لڑکی کا منہ بگڑ گیا۔ ساری پر اس نے وہی ڈیڑھ بالشت کا بلاؤز پہن رکھا تھا جس میں پر کمر ڈھانپنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

"دیکھو ہنی....!" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر تم اپنے اس کھلے ہوئے پیٹ پر کر اور گیرو سے پھول پتیاں بنالو یا آڑی ترچھی لکیریں کھینچ لو تو میں تمہیں زولو نسل کی کوئی سمجھ کر برداشت کرلوں گا.... مگر ایسی صورت میں....!"

"خاموش رہو۔" وہ جھلا گئی۔

"اب تم اپنا صحیح نام نہ بتا سکو گی کیونکہ غصہ میں ہو! ورنہ معمولی حالات میں مجھے رام رکھ دئی سے دوچار ہونا پڑتا.... غصے میں آدمی ہمیشہ سچ ہی بولتا ہے۔"

لڑکی نے ناشتے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"اب میں تمہیں جان سے ماردوں گی یا خودکشی کرلوں گی۔" وہ غرائی۔

"پہلے خودکشی کرلو.... پھر مجھے بھی ماردینا تاکہ تمہیں مرتے ہوئے بھی دیکھ لوں۔ تم زندگی نے تو کافی سبق دیا ہے.... دس ہزار کی سل چھاتی پر رکھنی پڑی ہے۔"

"بکواس ہے.... میں اسے نہیں تسلیم کرسکتی۔"

"میں دس بج کر بیس منٹ پر ہڈسن بینک میں ڈاکہ ڈالنے والا تھا.... وہاں کل ہی ایک بڑی رقم اسٹرونگ روم میں رکھی گئی تھی! کم از کم دس ہزار میرے حصے کے ہوتے۔ میر دوسرے ساتھی میرا انتظار کرکے واپس گئے ہوں گے۔"

"کیوں کیا تم ان میں کوئی خاص اہمیت رکھتے ہو۔"

"کیوں نہیں، میں سیف توڑنے کا ماہر ہوں.... کیا تم نے ڈاکٹر زیٹو کا نام بھی نہیں سنا

"نہیں....!" لڑکی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"تب تم معمولی ہی قسم کے چوریوں چماریوں میں رہی ہوگی۔ ڈاکٹر زیٹو ان لوگوں میں

جاتا ہے جن کی انگلیاں ٹریگر پر پہنچ کر رکنا نہیں جانتیں۔"

"تم مجھے خواہ مخواہ مرعوب کرنے کی کوشش کررہے ہو۔"

"اگر چاہتا تو رات سے اب تک تمہیں تل کر کھا گیا ہوتا.... مرعوب کرنے سے میرے مونچھیں اُگ آئیں گی کیوں؟"

"اب تم میرے کان کھا رہے ہو۔"

"اٹھو شہزادی صاحبہ اور یہاں سے نکل جاؤ.... گھٹیا قسم کی سوسائٹی مجھے پسند نہیں ہے۔ رات سے اب تک نہ جانے کس طرح تمہیں برداشت کیا ہے۔ اب کہو کہ میرا نام دردانہ ہے اور میرا سلسلہ نسب ٹرکی کے کسی سلطان سے ملتا ہے۔"

"تم کمینے ہو.... سور ہو۔" وہ رو دینے والی آواز میں چنچناتی ہوئی اٹھی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

حمید نہایت اطمینان سے کافی پیتا رہا۔ کافی ختم کرکے اس نے پائپ سلگا لیا اور ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ اسی گروہ سے تو نہیں کٹی جو آج کل اعلیٰ پیمانے پر منشیات کی غیر قانونی تجارت کررہا تھا.... پھر.... اگر ایسا ہے تو یہ لڑکی کام کی ثابت ہوسکتی ہے۔ مگر وہ تو چاہتا تھا کہ وہ خود ہی اپنی کہانی بیان کردے اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب وہ اس پر اعتماد کرلیتی۔ اگر وہ اسے اس پر مجبور کرتا تو بے اعتمادی بڑھنے ہی کے امکانات پیدا ہوجاتے کیونکہ اُسے رات ہی سے شبہ تھا کہ وہ اسی گروہ سے تعلق رکھتی ہے جس گروہ کے چند آدمیوں نے اسے پکڑنا چاہا تھا۔

حمید یہ بھی سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ اسی کے لئے کسی قسم کا جال نہ بچھایا گیا ہو.... یہ بھی ممکن تھا کیونکہ اس سے پہلے بھی کئی بار وہ ایسے واقعات سے دوچار ہوچکا تھا۔

"تم مجھے بھگانا چاہتے ہو۔" دوسرے کمرے سے آواز آئی۔ "میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔"

"تو پھر میرے چچا سے شادی کرلو تاکہ میں تمہیں ہمیشہ چچی کہہ سکوں۔"

"خاموش رہو۔" وہ حلق کے بل چیخی اور کھڑکی کے پاٹ بڑی تیز آواز کے ساتھ بند ہوگئے۔

حمید بیٹھا مسکراتا رہا۔ اس کی تدبیر کارگر ہورہی تھی۔ لڑکی کے ٹائپ کا اندازہ اس نے بخوبی کرلیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا ذہن جھلاہٹ اور بے بسی کا شکار ہوئے بغیر اسے سچ نہیں بولنے دے گا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر باہر نکلی۔ چند لمحے اسے غصیلی نظروں سے گھورتی رہی اور پھر بولی۔

"کیا تم مجھے جاہل سمجھتے ہو..... میں گریجویٹ ہوں۔"

"میں بھی میٹرک فیل نہیں ہوں سوئٹی! تمہیں گھنٹوں میتھو آرنالڈ اور ملٹن کی شاعری کا فرق سمجھا سکتا ہوں اور یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ اردو کے میر حسن انگریزی میں چاسر تخلص کرتے تھے۔"

"تم مجھے پاگل کر دو گے۔" وہ بید کی کرسی میں گرتی ہوئی تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم سمجھوتہ کرلیں..... میں محسوس کر رہی ہوں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "مگر سمجھوتے سے پہلے تمہیں وعدہ کرنا پڑے گا کہ اب تم اپنا پیٹ بند ہی رکھو گی.....!"

"بند رہے گا.....!" وہ آنکھیں نکال کر اور دانت پیس کر چیخی۔

"اوہ..... تم برا مان گئیں.....!" حمید اٹھتا ہوا بولا..... اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ہو پھر وہ اس کے قریب رکا اور اس کے شانوں پر دونوں ہاتھ ٹیک کر جھکتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "تمہارا چہرہ مجھے یونان کی اس قدیم شاعرہ کی یاد دلاتا ہے جس نے ایک لڑکی کے عشق میں مبتلا ہو کر خودکشی کر لی تھی..... تم بہت حسین ہو..... مگر میری نظریں چہرے سے نیچے سفر کرنے سے ڈرتی ہیں۔"

"ہٹو ادھر.....!" لڑکی نے اسے پرے جھٹک دیا۔ "میرے پاس یہاں کوئی ایسا لباس نہیں ہے، جس سے میں تمہاری آنکھیں پھوڑ سکوں۔ مجھے تارجام لے چلو میں وہاں فراکیں اور شلواریں خریدوں گی۔"

"جیو..... عرصہ تک جیتی رہو..... لمبا فراک اور شلوار میرے پسندیدہ ترین لباس ہیں۔"

"اس کے باوجود بھی تم پتلون اور قمیض میں نظر آتے ہو۔" لڑکی بے تحاشہ ہنس پڑی۔

"مزید جیو! یہ جملہ تھا جی خوش کرنے والا..... اب اپنا نام بھی بتادو۔"

"راحیلہ.....!"

"نہیں..... تم سچ نہیں بول رہیں۔"

"ہاں یہ نام میں نے خود ہی اختیار کیا ہے۔ اس نام کی توہین کرنا نہیں چاہتی جو میرے

والدین نے رکھا تھا۔"

"چلو فکر نہ کرو..... یہ نام بھی برا نہیں ہے۔"

"مجھے ایک ایسے ساتھی کی ضرورت ہے جو میری مدد کر سکے۔"

"کوئی لمبا شکار ہے۔" حمید نے اپنی بائیں آنکھ دبائی۔

"نہیں یہ ایک انتقامی کاروائی ہے۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ کسی بڑی رقم پر بھی ہم ہاتھ مار سکیں، مگر یہ حالات پر منحصر ہے۔ وہ شکاری کتوں کی طرح چاروں طرف میری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ پچھلی رات میں نے ان کی ایک اسکیم خاک میں ملانے کی کوشش کی تھی، لیکن کامیاب نہ ہوئی اور پھر مجھے بھاگنا پڑا۔"

"کیا یہ کوئی گروہ ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ایک بہت بڑا اور منظم گروہ..... جو منشیات کی ناجائز تجارت کرتا ہے۔"

"اچھا تو پھر..... تم اس سے کیوں انتقام لینا چاہتی ہو۔"

"کیونکہ میں اپنی خوشی سے اس گروہ کے چکر میں نہیں پھنسی تھی۔ مجھے زبردستی گھسیٹا گیا تھا۔ کیا تم شروع سے میری کہانی سننا پسند کرو گے۔"

"یقیناً.....!" حمید نے پائپ سلگاتے ہوئے کہا۔

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی اور پھر بولی۔ "میں یہاں فلم آرٹسٹ بننے کے لئے آئی تھی..... ایک ڈائرکٹر صاحب سے ملاقات ہوگئی انہوں نے مجھے خوب چکر دیئے۔ جب تک مجھ میں ان کے لئے دلکشی رہی میری کفالت بھی کرتے رہے، اس کے بعد انہوں نے اپنا راستہ لیا..... پھر مجھے پیٹ پالنے کے لئے ایک اسٹوڈیو میں اکسٹرا کی حیثیت سے رہنا پڑا..... میرے خدا وہ کتنی گھناؤنی زندگی تھی۔ کہنے کو اکسٹرا لڑکیاں اسٹوڈیو سے تنخواہ پاتی ہیں اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا اس کے علاوہ اور کوئی مصرف نہیں ہے کہ فلم بنانے والے انہیں کرائے پر حاصل کریں لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ وہ فلموں میں کام کرنے کے علاوہ یوں بھی کرایہ پر چلائی جاتی ہیں اور ان کی ساری آمدنی بھی اسٹوڈیو والے کی جیب میں جاتی ہے..... جب کسی پروڈیوسر کو فائنسر نہیں ملتا تو وہ بہترین قسم کی اکسٹرا لڑکیاں ساتھ لیکر سیٹھوں کے دفتروں کے چکر کاٹنا شروع کر دیتا ہے۔"

"میں سب جانتا ہوں۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس گروہ کے چکر میں کیسے

آئی تھیں۔"

"میں اکسٹرا والی زندگی سے تنگ آگئی تھی.... اسی دوران میں مجھے ایک فرشتہ مل
بالکل ایسا ہی جیسے تم ہو۔"

"کیوں.... تم نے میری مثال کیوں دی۔"

"وہ بھی تمہاری ہی طرح خود کو عورتوں سے لاپرواہ ظاہر کرتا تھا اور میری مدد کرنا چاہتا
بے غرض ہو کر....!"

"میں نے ابھی تک تم سے یہ تو نہیں کہا کہ میں بے غرض ہو کر تمہاری مدد کروں گا۔"
نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لیکن مجھ سے لاپرواہی تو ظاہر کرتے ہو۔"

"وہم ہے تمہارا.... نہ میں نے لاپرواہی ظاہر کی ہے اور نہ یہی سوچا ہے کہ تمہارے
زندہ رہنے کا ارادہ ترک کردوں.... قصور تمہارا نہیں! بلکہ اس ماحول کا ہے جس میں تم اب
رہی ہو۔ جہاں عورت سیب کا مربہ سمجھی جاتی ہے.... اور اس کا مصرف یہی ہوتا ہے....!"

"بس بس.... تم لٹیرے ہو پیارے.... لیڈر نہیں.... کوئی تقریر نہ چھیڑ دو میں نے
بس یونہی کہہ دی تھی۔ میرا خود ہی دل چاہتا ہے کہ تم پر اعتماد کرلوں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔

"پھر میں اس آدمی کے ساتھ اسٹوڈیو سے نکل گئی! اب میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتی
کتنا شریف آدمی ثابت ہوا تھا۔ اس کے ذریعہ میں اس گروہ تک پہنچی۔ کچھ دنوں تک بے دلی
ان کے لئے کام کرتی رہی۔ پھر میں نے ایک فیصلہ کیا.... کام تو کرنا ہی پڑتا تھا۔ انہوں نے
شکنجوں میں جکڑا تھا مجھے کہ میں انہیں چھوڑ ہی نہیں سکتی تھی.... میں یہ بھی سوچ رہی تھی
موجودہ زندگی پچھلی زندگی سے کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی پو
مخالفت پر ہی اتر آئے تو پھر اس صورت میں کیا ہوگا.... شائد گروہ پاتال میں بھی سر نہ چھپا
راحیلہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی تھی۔ حمید دوبارہ پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا کچھ د
اس نے پوچھا۔ "وہ کون سی مجبوریاں تھیں، جنہوں نے تمہیں ان کے چکر میں جکڑ رکھا تھا۔"

"وہی بتانے جا رہی ہوں.... یعنی میں ان سے پیچھا چھڑانے کے لئے پولیس سے بھی

نہیں کر سکتی تھی کیونکہ صرف مجھے ہی جیل کی ہوا کھانی پڑتی.... اس سے پہلے بھی بارہا کئی آدمیوں نے ان سے ٹوٹ کر پولیس سے ملنے کی کوشش کی تھی لیکن صرف وہی جیلوں میں نظر آئے تھے گروہ بدستور کام کرتا رہا تھا۔"

"گویا.... پولیس بھی اس گروہ سے ملی ہوئی ہے۔"

"پھر اس کے علاوہ اور کیا کہو گے۔"

"تمہیں کسی بڑے آفیسر کے پاس جانا چاہئے تھا۔"

جواب میں راحیلہ نے ایک ہذیانی سا قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنسی رہی۔ پھر بولی۔ "کئی بار بڑے بڑے آفیسروں کے پاس جا چکی ہوں اور پوری پوری راتیں گذاری ہیں۔"

"کیا مطلب....!"

"اب تم اتنے ننھے نہیں ہو کہ تمہیں مطلب بھی سمجھایا جائے۔" وہ ناخوشگوار لہجے میں بولی۔

حمید سنبھل گیا شائد اس سے بے خبری میں آفیسر پن کا اظہار ہونے لگا تھا.... وہ سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔

"ایک میں ہی نہیں ان کے پاس درجنوں پڑھی لکھی اور حسین لڑکیاں ہیں جنہیں وہ خود ہی آفیسروں کے پاس بھیج دیتے ہیں.... اب بتاؤ.... کیا پھر میں اللہ میاں سے فریاد کرتی۔"

"حمید اس کے اس طنز پر کٹ کر رہ گیا لیکن زبان سے کچھ نہیں نکلنے دیا۔

دفعتاً وہ بہت زیادہ غصے میں نظر آنے لگی اور اس نے دانت پیس کر کہا۔

"چیونٹی بھی ایک دن خطرناک ہو سکتی ہے اب میں تنہا ان کے مقابلہ پر آگئی ہوں۔ خود ہی کچھ بوجھ لوں گی۔ اب تک ان کی لاکھوں روپے کی کوکین نالی میں بہا چکی ہوں.... ابھی تک یہ سب کچھ چوری کرتی رہی ہوں۔ مگر پچھلی رات انہوں نے مجھے دیکھ ہی لیا۔ ظاہر ہے کہ اب میں ان میں واپس نہیں جا سکتی.... ہاں تو لطیفہ دراصل یہ ہوا ہے کہ اب محکمہ سراغ رسانی کو بھی اس گروہ کا علم ہو گیا ہے اور اس کی وجہ میں ہی بنی ہوں۔ کئی دنوں سے میں وہ سارا اسٹاک تباہ کرتی رہی تھی، جو شہر میں تقسیم کے لئے لایا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین چار دن تک نشہ بازوں کا نشہ اکھڑا رہا.... یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ کوکین بڑے ہی آدمیوں کا نشہ ہے۔ لہٰذا کوئی بڑا آدمی تین چار دن کوکین نہ ملنے پر جھلا گیا اور محکمہ سراغ رسانی کو کھڑا کر رکھ دیا کہ اس کی موجودگی میں

شہر میں کوکین کی اعلیٰ پیمانے پر تجارت ہو رہی ہے اور محکمے نے آنکھوں پر پٹیاں باندھ رکھی ہیں۔"

"آہا....!" حمید حیرت سے بولا۔ "بڑی خطرناک معلوم ہوتی ہو۔"

"خدا کی قسم بڑی معصوم اور بیوقوف لڑکی تھی۔ صرف فلم آرٹسٹ بننے کا شوق تھا۔ لیکن لوگوں نے مجھے جہنم کی رقاصہ بننے پر مجبور کر دیا۔ میں تہیہ کر چکی ہوں کہ اس گروہ کو خاک میں ملا دوں گی۔ اس سلسلہ میں رقومات جتنی بھی وصول ہوں سب تمہاری۔ اگر ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھوں تو گولی مار دینا۔ آج کل ویسے بھی گروہ کی ہوا بگڑی ہوئی ہے۔ ہم اس ہیجان میں بڑا اچھا شکار کریں گے۔"

"کیوں؟ گروہ کی ہوا کیوں بگڑی ہوئی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"وہ صرف محکمے کے بلڈانگ سے ہمیشہ خائف رہے ہیں انہیں ہمیشہ ہیڈ کوارٹر سے اس کی ہدایت بھی ملتی رہتی تھی کہ وہ صرف بلڈانگ کی نظروں میں آنے سے بچیں۔"

"بلڈانگ کون....!"

"کرنل فریدی....!"

"ارے باپ رے۔" حمید یک بیک اچھل پڑا اور وہ بے تحاشہ ہنسنے لگی۔

"کیوں کیا ہوا....!"

"کرنل.... فریدی....!" حمید گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔ "اس سے تو میں ہمیشہ چار میل کے فاصلے پر رہتا ہوں۔"

"ارے تم ڈر گئے۔"

"دیکھو.... اگر کرنل فریدی بھی ان لوگوں کے چکر میں ہے تو پھر شائد میں تمہارا ساتھ دے سکوں۔"

"ارے جاؤ بس دھری رہ گئی ساری طراری۔"

"ٹھیک ہے، مگر میں احمق نہیں ہوں...." حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اچھا ایک شرط ہے۔ مجھے مشورے ضرور دو گی لیکن میں تمہارا پابند نہیں ہوں گا۔"

"کیا مطلب....!"

"میں گروہ کا قلع قمع کرنے کے سلسلہ میں وہی کروں گا جو میرا دل چاہے گا۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے تم انہیں بلیک میل کرنے لگو.... مگر میں اس پر تیار نہیں۔ میں تو انہیں جہنم رسید کرنا چاہتی ہوں۔"

"بلیک میلنگ چور اور نکمے کرتے ہوں گے میں ڈاکو ہوں.... سوئٹی.... چھین کر کھانے والا.... میں ان کے ذخیروں پر ڈاکے ڈالوں گا.... مثال کے طور پر اگر تم مجھے ان کے ہیڈ کوارٹر کا پتہ بتادو۔"

"یہی تو آج تک نہیں معلوم ہو سکا۔ تقسیم کاروں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔"

"تب تو تھوڑی محنت بھی کرنی پڑے گی۔" حمید نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

"جس حلقہ میں.... میں تھی.... وہاں کے سارے تقسیم کاروں سے میں واقف ہوں اور اس حلقے کا ذخیرہ بھی میرے علم میں ہے۔"

"چلو تو پھر پہلے وہیں ہاتھ ماریں گے۔" حمید نے کہا۔ "اس کے بعد ہیڈ کوارٹر کی تلاش تو جاری ہی رہے گی۔ میں کہتا ہوں رقومات وہیں جمع ہوتی ہوں گی۔ ارے ہاں.... پچھلی رات تم نے کسی جنگلی سور کا تذکرہ بھی تو کیا تھا۔"

"جنگلی سور گروہ کا نشان ہے۔" لڑکی بولی۔

"اب میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ ہم لوگ شہر واپس چلیں.... میں تار جام جا رہا ہوں.... وہاں سے تمہارے لئے کچھ ریڈی میڈ کپڑے اور ایک برقعہ لاؤں گا۔ تاکہ تم گروہ کی نظروں سے محفوظ رہ سکو۔ پھر شہر پہنچ کر میں تمہیں بتاؤں گا کہ کتنی شاندار اسکیم ہے میرے ذہن میں.... کھلے عام نکلو گی تم باہر، لیکن کوئی تمہیں پہچان نہ سکے گا۔"

لڑکی نے اس اسکیم کی نوعیت معلوم کرنی چاہی.... لیکن حمید اسے کوئی جواب دیئے بغیر تار جام چلا گیا۔

پٹنے والے

کرنل فریدی آفس پہنچ کر کوٹ اتار رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کیپٹن

حمید کی کال ریسیور کی۔

"کہو.... تمہاری چچی اب کیسی ہیں۔" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"چچی.... کا لڑکا....!" حمید نے تصحیح کی اور تھوڑے توقف کے ساتھ بولا۔

"آنکھیں ابھی تک ویسی ہی ہیں.... ویسے آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ میں کام سے غافل ہوں، کام تو ایسے سرانجام دیئے ہیں میں نے کہ بڑے بڑوں کو پسینہ آجائے۔"

"خوب.... کیا یہ چچی تمہیں پٹرول پلا رہی ہیں۔"

"آپ مذاق سمجھتے ہیں۔ اچھا بتایئے.... اس گروہ نے شہر کو کتنے حلقوں میں بانٹ رکھا ہے۔"

"مجھے حلقوں کی پرواہ نہیں.... میں سرغنہ کی فکر میں ہوں۔"

"آپ کو فکر نہ ہو، مجھے تو ہے.... خیر.... اچھا! گروہ کا امتیازی نشان کیا ہے۔"

"تمہاری تصویر استعمال کر رہے ہیں وہ لوگ۔"

"کیا مطلب....!"

"وہی جو تم مجھے بتانا چاہتے ہو۔"

"جنگلی سور....!"

"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"اچھا تو میں نے، جو معلومات حاصل کی ہیں وہ سب فضول ہیں۔"

"میں یہ کب کہتا ہوں.... ویسے تم اپنی چچی کے متعلق زیادہ سے زیادہ گفتگو کرو۔"

"کیا مطلب....!"

"میرا خیال ہے کہ آج کل پھر تمہارے سر پر چھپکلی کا سایہ ہو گیا ہے۔ ہوشیار رہنا ہاں تو تمہاری چچی۔"

"چچی کی ایسی کی تیسی آخر آپ کھل کر گفتگو کیوں نہیں کرتے۔"

"چچی کے ساتھ ایک ہفتہ گذار کر واپس آجاؤ پھر میں بہت زیادہ کھل کر گفتگو کروں گا.... ہاں آتے وقت انکے لڑکے کو سمندر ہی میں پھینکتے آنا.... ورنہ وہ تم دونوں کی زندگی تلخ کر دے گا۔"

"آہا سمجھا...." حمید کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔ "آپ اب میری بھی نگرانی کرانے لگے ہیں۔"

"خود ہی تم نے اگل دی سچی بات.... نہیں میرے پاس اتنے فالتو آدمی نہیں ہیں کہ تم جیسے

گدھوں کی نگرانی کراتا پھروں.... وہ لڑکی کون ہے۔"

"آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔ اب کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں ہے کہ میں ایک آدھ ہفتے کی چھٹی لے سکوں۔ میری کئی ماہ کی چھٹیاں ڈیو....!"

"تمہاری کوئی چھٹی ڈیو نہیں ہے۔ ساری چھٹیاں تاریک وادی کے سفر میں کام آگئی تھیں۔"

"شام تک تمہاری واپسی ضروری ہے۔ مگر تمہیں جنگلی سور کے متعلق کیسے علم ہوا۔"

"چچی....!"

"میرا خیال غلط نہیں تھا۔ اسی گروہ کی کوئی لڑکی تم سے آٹکرائی ہے.... یا پھر ہو سکتا ہے وہ تمہاری چھپکلی کا کوئی دوسرا روپ ہو.... بہرحال تمہیں شام تک یہاں پہنچنا ہے۔"

"کوشش کروں گا....!"

فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ ابھی اسے رمیش کی کال کا بھی انتظار تھا۔ لیکن جب دس منٹ تک فون خاموش ہی رہا تو اس نے آج کا کام سمیٹ لیا۔

امر سنگھ اپنی ڈسک پر بیٹھا سر جھکائے چمڑے کے تھیلوں میں کاغذات رکھ کر انہیں سیل کرتا جا رہا تھا۔

دفعتاً فریدی کی میز پر رکھے ہوئے ایک انسٹرومنٹ کا بزر چیخ پڑا۔

اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "لیس سر۔"

اس انسٹرومنٹ پر صرف ڈی۔ آئی۔ جی اس سے گفتگو کرتا تھا۔

"کیوں بھئی منشیات والے کیس میں کیا ہو رہا ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یہ کیس ایسا نہیں ہے.... جیسا سمجھا جا رہا ہے جناب۔"

"یعنی....!"

"ہر اسٹیشن کا انچارج جانتا ہے کہ اس کے حلقے میں کہاں اور کن لوگوں کے ذریعہ کاروبار ہو رہا ہے۔"

"تمہیں یقین ہے....!"

"جی ہاں آپ کو بھی یقین ہی ہونا چاہئے۔ اس قسم کے کاروبار ہمارے ہی سائے میں پھولتے پھلتے ہیں۔ یہ معاملہ خواہ مخواہ ہمیں ریفر کیا گیا ہے.... ویسے کیا میں یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا

ہوں کہ اس کی شکایت کس نے کی تھی۔"

"یہ کونفیڈنشل ہے.... لیکن تم اسے عام شکایت بھی سمجھ سکتے ہو۔"

"تو کیا میں اس کے لئے کام کرتا رہوں۔" فریدی نے پوچھا۔

"قطعی....!" ڈی آئی جی نے کہا۔ "اور مجھے حالات سے آگاہ کرتے رہو۔"

"اس کے لئے میں معافی چاہتا ہوں کیونکہ فی الحال خود ہماری ہی نگرانی کی جارہی ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"جب سے یہ کیس ہمارے پاس آیا ہے۔ وہ لوگ بہت زیادہ محتاط ہو گئے ہیں اور کیوں نہ ہو جائیں جب کہ وہ ہمارے ہی سائے میں پلتے رہے ہیں۔ میرے کتے بھی میری ہی طرح بے سنجیدہ واقع ہوتے ہیں جناب۔"

"تم ہمیشہ سنسنی خیز خبریں سناتے ہو۔"

"کیا کروں جناب.... میرا مقدر ہی ایسا ہے۔"

"خیر اس کے لئے جلد ہی کچھ کرنا ہے۔"

"کوشش کر رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ فریدی نے پھر فائل پر نظریں جمادیں۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد پھر فون کی گھنٹی بجی۔

دوسری طرف سے رمیش بول رہا تھا۔

"لائبر ایک اسپینی ہے۔ ڈکسن والوں سے پہلے وہ جیمسن اینڈ بارٹلے میں کام کرتا تھا۔ اس کا ریکارڈ اچھا نہیں ہے جناب! جیمس اینڈ بارٹلے سے اس کا اخراج غبن کے سلسلہ میں ہوا تھا وہ وہاں اسسٹنٹ منیجر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی گئی تھی.... بس اتنا ہی ہوا تھا کہ اسے ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا تھا جس کی خواہش خود اسی نے کی تھی۔ ورنہ شائد وہ اس کے باوجود بھی وہیں کام کرتا رہتا۔"

"اور کوئی خاص بات۔"

"اور تو کچھ نہیں ہے۔"

"موجودہ فرم کے مالکان کا رویہ اس کے ساتھ کیسا ہے اور اس کا اسٹاف اس کے بارے میں

کیسی رائے رکھتا ہے۔"

"اس کے بارے میں تو میں نے کچھ نہیں معلوم کیا۔"

"تمہاری رپورٹ نامکمل ہے رمیش....!" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ "دوبارہ کوشش کرو۔" سلسلہ منقطع کر کے اس نے امر سنگھ سے کہا۔ "ذرا ٹیلی فون ڈائریکٹری میں جیمس اینڈ بارٹلے کے نمبر تلاش کرو۔"

امر سنگھ ڈائریکٹری کے اوراق الٹنے لگا اور فریدی نے کوتوالی کے نمبر ڈائیل کئے۔ وہ کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"انسپکٹر جگدیش پلیز....!"

"ہولڈ آن کیجئے۔"

تقریباً ایک منٹ کے بعد اس نے جگدیش کی آواز سنی۔

"فریدی اسپیکنگ! رمیش کیا تم پیٹر ڈکسن کے جنرل منیجر لائبر کو جانتے ہو۔"

"اسے کوئی نہیں جانتا کرنل صاحب۔ وہ تو ہمارے لئے مستقل دردِ سر بن کر رہ گیا ہے۔"

"کیوں....؟"

"آئی جی صاحب سے اس کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ اس لئے وہ کوتوالی کو اپنی سسرال سمجھتا ہے۔ ایسی ایسی حرکتیں کرتا ہے کہ بس....!"

"مثلاً....!"

"ابھی دو تین ماہ پہلے کی بات ہے کہ یک بیک اسے شہر بھر کے بدمعاشوں کو پٹوانے کا خبط ہو گیا تھا۔ وہ کوتوالی میں پکڑ لائے جاتے تھے۔ دو تین دن ان کی مرمت ہوتی تھی اور پھر خود ہی انہیں چھڑوا بھی دیتا تھا۔"

"ان بدمعاشوں میں سے ایک آدھ کا نام اور پتہ ضرور بتاؤ۔"

"ذرا دو منٹ توقف فرمائیے۔" جگدیش نے کہا اور دوسری طرف سے آواز آنی بند ہو گئی۔

فریدی ریسیور کان سے لگائے بیٹھا بائیں ہاتھ سے فائیل کے اوراق الٹتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد جگدیش نے اسے دو چار نام نوٹ کرائے اور فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر امر سنگھ نے اسے جیمس اینڈ بارٹلے کے نمبر بتائے۔

لیکن فریدی نے اس کے نمبر ڈائیل نہیں کئے۔ وہ اٹھ کر کوٹ پہن رہا تھا۔

"میری ساری کالیں احتیاط سے نوٹ کرنا۔" اس نے کمرے سے نکلتے وقت امر سنگھ سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار پارکنگ شڈ سے نکل رہی تھی.... گیارہ بج چکے تھے اور گرمی بہت شدید تھی۔ مگر ایئر کنڈیشنڈ لنکن جنت کا نمونہ بنی ہوئی تھی۔ اس گاڑی کے متعلق حمید کا خیال تھا کہ یہ قیلولہ کے لئے بہترین ہے۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد اس کی کار بندرگاہ کے علاقہ میں داخل ہوئی۔ سنگ سنگ بار کی طرف بڑھتی رہی۔ سنگ سنگ بار ایک زمانے میں کسی غیر ملکی کی ملکیت تھا۔ لیکن چونکہ یہ علاقہ اچھا نہیں تھا۔ اس لئے وہ اسے چلا نہیں سکا تھا۔ یہاں زیادہ تر بدمعاش قسم کے لوگ آباد تھے۔ لہٰذا اسے ہر ماہ ہزاروں کی ادھار شراب دینی پڑتی تھی، لیکن پھر وہ چوتھائی رقم بھی نہیں وصول کر پاتا تھا۔ اس لئے کچھ دنوں بعد اس نے اسے ایک مقامی بدمعاش کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا اور آج کل وہ اس کی ملکیت تھی.... فریدی اس سے اچھی طرح واقف تھا اور ہو سکتا ہے وہ بھی فریدی کو جانتا رہا ہو.... اس کا نام ڈگی تھا۔

فریدی نے سنگ سنگ بار کے سامنے گاڑی روک دی اور اتر کر اندر آیا.... کاؤنٹر پر ڈگی موجود تھا۔ مگر فریدی کو اس کے رویہ پر بڑی حیرت ہوئی۔ کوئی دوسرا موقعہ ہوتا تو فریدی کو دیکھ کر شائد ڈگی کے ہاتھ سے وہ بوتل چھوٹ پڑتی جسے وہ کاؤنٹر سے اٹھا کر ریک میں رکھ رہا تھا.... مگر اس وقت ایسا نہیں ہوا.... اس وقت وہ فریدی کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اس سے اپنی بار میں قدم رکھنے کی وجہ بڑے سخت الفاظ میں پوچھے گا۔

"مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔" فریدی نے کاؤنٹر پر پہنچ کر کہا۔

"مجھے اس وقت فرصت نہیں ہے.... پھر کبھی آیئے گا۔" ڈگی کے لہجے میں بڑی لاپروائی تھی۔

"لیکن مجھے صرف اسی وقت فرصت ہے۔"

"وہ زمانے لد گئے کرنل صاحب.... اگر آپ زبردستی کریں گے تو بات بڑھ جائے گی۔"

فریدی نے پلٹ کر دیکھا.... ہال خالی پڑا تھا.... اس چلچلاتی دھوپ میں کون پینے آتا۔ ڈگی خود ہی سرو کر رہا تھا۔ بیرے بھی نہیں تھے۔

"ادھر آؤ....!" فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"آپ پچھتائیں گے۔"

فریدی نے اس کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیا اور وہ منہ کے بل کاؤنٹر پر چلا آیا۔ پھر اس کی پشت پر پڑنے والا گھونسہ ایسا ہی تھا کہ وہ بلبلا کر رہ گیا۔

فریدی نے اسے کاؤنٹر سے کھینچ کر ایک گھونسہ اس کی ٹھوڑی پر بھی رسید کر دیا اور وہ ایک بھاری بھر کم جسم رکھنے کے باوجود بھی سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔

"اب اگر تم یہاں بھیڑ ہی اکٹھا کرانا چاہتے ہو تو دوسری بات ہے۔" فریدی کا لہجہ پر سکون تھا۔

"پچھتانا پڑے گا.... پچھتانا پڑے گا۔" ڈگی ہانپتا ہوا بولا۔

"سنو بیٹے! تم جس کیلئے کوکین کی ناجائز تجارت کر رہے ہو وہ کم از کم فریدی کو نہیں خرید سکتا۔"

"یہ غلط ہے.... میں کوکین کی تجارت نہیں کرتا۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

"دروازہ بند کر دو۔" فریدی نے صدر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔"

"لیکن تمہیں یہیں دفن ضرور کر سکتا ہوں۔"

دفعتاً کاؤنٹر پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی۔ ڈگی نے آگے بڑھنا چاہا.... "وہیں ٹھہرو...." فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور خود کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ حد سے بڑھتے جا رہے ہیں۔" ڈگی دانت پیس کر بولا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی کا ریوالور بھی نکل آیا جس کا رخ ڈگی کی طرف تھا۔

پھر اس نے ریسیور اٹھا لیا اور ایسی بھرائی ہوئی آواز میں "ہیلو" کہی جیسے شدید ترین کام کی وجہ سے گلا پڑ گیا ہو۔

"کون ہے؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ڈگی....!"

"تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے۔"

"میں بیمار ہوں جناب۔"

"خیر.... دیکھو.... کیا تمہارے پاس کچھ اسٹاک ہے؟"

"ہے تو جناب۔"

"اسے فوراً کسی گٹر میں بہادو... ہوسکتا ہے کہ فریدی تمہارے بار میں پہنچ کر تلاشی لے بیٹھے۔"

"میں اتنا گدھا نہیں ہوں جناب کہ بار میں کچھ رکھوں۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر فریدی آہی جائے تو اس کی گیدڑ بھبکیوں میں ہرگز نہ آنا۔"

"نہیں! آپ جو ہیں.... مجھے بالکل اطمینان ہے۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا اور فریدی نے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔

"کیوں ڈگبی.... اسٹاک کہاں ہے۔"

"کیسا اسٹاک....!"

"کوکین کا....!"

"آپ خواہ مخواہ وہم میں مبتلا ہوگئے ہیں۔"

"سنو جب تمہیں سڑے گلے آدمی کوتوالی میں پٹوا کر کوکین کی ناجائز تجارت پر مجبور کرسکتے ہیں تو پھر تم مجھے تو جانتے ہی ہو۔"

ڈگبی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

پھر فریدی نے اسے صدر دروازے کی طرف جاتے دیکھا۔ لیکن اس کے انداز سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھاگنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

اس نے صدر دروازہ بند کیا اور پھر فریدی کی طرف پلٹ آیا۔

"بیٹھئے....!" اس نے مضمحل آواز میں کہا۔

"تم بیٹھ جاؤ۔ میں یونہی ٹھیک ہوں....!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ کوتوالی میں مجھے کس نے پٹوایا تھا۔"

"کیا تم نہیں جانتے؟"

"کاش جانتا ہوتا۔"

"لیکن میں تمہیں جانتا ہوں۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ "اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر تم اس کی شخصیت سے واقف ہوگئے تو اسے قتل کئے بغیر نہیں مانو گے۔"

ڈگبی کچھ نہ بولا۔ خاموش کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا۔

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اس نے تمہیں اس گندے بزنس پر کیسے آمادہ کیا تھا۔"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ صرف فون پر گفتگو کرتا ہے۔ آج سے دو ماہ پہلے اس نے مجھے فون پر مخاطب کیا تھا۔ کہا تھا کہ اگر وہ چاہے تو مجھے دو چار دن حوالات میں رکھوا کر میری اچھی خاصی مرمت کرواسکتا ہے۔ میں نے اسے گندی گندی گالیاں سنائی تھیں اور پھر سچ مچ دوسرے ہی دن مجھے کوتوالی میں پکڑ بلوایا گیا۔ تین چار دن حوالات میں بند رہا۔ برابر مار پڑتی رہی پھر چھوڑ دیا گیا۔ اسی شام کو پھر فون پر اس نامعلوم آدمی نے مجھے مخاطب کرکے کوکین کے کاروبار کی تجویز پیش کی اور کہا اگر میں نے اس کے مشورے پر عمل نہ کیا تو اسی طرح آئے دن پٹتا رہوں گا۔ جس کی نہ داد ہوگی اور نہ فریاد۔ میں نے چپ چاپ اس کی تجویز مان لی۔"

"تمہیں اسٹاک کیسے ملتا ہے۔"

"کتالی کے میدان میں ایک جگہ ہے جہاں پیکٹ رکھے ہوئے ملتے ہیں اور وہیں میں پچھلے اسٹاک کی قیمت اپنا کمیشن کاٹ کر رکھ دیتا ہوں۔"

"وہاں کوئی موجود نہیں ہوتا۔"

"جی نہیں....!"

"کاروبار جاری رکھو! خبردار اس سے یہ نہ بتانا کہ میں یہاں آیا تھا۔"

"بہت بہتر جناب.... لیکن خدارا مجھے اس کا نام بتا دیجئے۔ خواہ مخواہ سالے نے مجھے جنجال میں پھنسا دیا ہے۔ آپ صرف اس کا نام اور پتہ بتا دیجئے پھر میں آپ کو ایک تاریخ دے دوں گا۔ اسی تاریخ کو وہاں آکر اس کی لاش اٹھوا لیجئے گا اور میں بھی وہیں موجود رہوں گا۔ اگر بھاگ جاؤں تو اپنے باپ کے نطفے سے نہیں۔"

"جلد بازی کی ضرورت نہیں....!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیا میں اسٹاک آپ کے حوالے کردوں۔"

"نہیں.... اسے گٹر ہی میں بہادو.... دوسرا اسٹاک ہرگز نہ اٹھانا.... اس سے یہی کہتے رہو کہ فریدی کے آدمی میرے پیچھے ہیں۔"

"بہت بہتر جناب۔"

تفتیش و تفریح

ماڈل ٹاؤن کی گھنی آبادی سے دور ایک چھوٹی سی عمارت تھی جس کا نام شاٹو تھا۔ یہ عمو ہی پڑی رہا کرتی تھی۔ اس کی دیکھ بھال کے لئے کوئی چوکیدار بھی نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی کبھی اس کی کھڑکیاں اندھیری راتوں میں روشن نظر آیا کرتی تھیں۔

• یہ وہی مواقع ہوتے تھے جب کرنل فریدی کو کسی پیچیدہ کیس کے سلسلہ میں میک اپ سہارا لینا پڑتا تھا.... اس کی ایک کنجی کیپٹن حمید کے پرس میں بھی ہمیشہ پڑی رہتی تھی۔

ماڈل ٹاؤن شہری بستی سے الگ تھلگ آباد تھا اور یہاں اونچے ہی طبقے کے لوگ آباد اس لئے کسی کو پرواہ بھی نہیں ہوتی تھی کہ شاٹو میں کون آیا اور کون گیا۔ ہو سکتا ہے پڑوسی سمجھتے رہے ہوں کہ وہ کسی عیاش طبع رئیس کی آرام گاہ رہی ہو، جہاں وہ دو چار دن گذارنے لئے کبھی کبھی آجاتا ہو۔

حمید راحیلہ کو شاٹو میں لایا۔ وہ برقعے میں تھی.... اور کار کے پچھلے حصے پر ایک بہت بڑا سے لکھا ہوا پوسٹر چپکا ہوا تھا۔ جس پر تحریر تھا۔

آپ کے ووٹ کے مستحق!

الحاج شیخ نتھو مدظلہ العالی!

جنہوں نے چالیس سال برگد کے درخت سے الٹے لٹک کر عبادت کی ہے۔

ان دنوں میونسپل الیکشن کے سلسلہ میں کنویسنگ کا بڑا زور تھا.... پولنگ ہونے میں ہفتہ باقی تھا۔ اس لئے حمید نے سوچا کہ اس قسم کا کوئی پوسٹر یقینی طور پر چلے گا۔

پوسٹر چپکانے کی ضرورت یوں پیش آئی تھی کہ گاڑی کے پچھلے حصے میں گولیوں نے سوراخ کر دیئے تھے۔ لہٰذا وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو ذرہ برابر بھی شبہ کرنے کا موقع مل سکے۔ فی الحال سوراخوں کو چھپانے کا بہترین طریقہ یہی ہو سکتا تھا کہ وہ وہاں ایک بڑا سا پوسٹر چپکا دیتا.... راحیلہ پوسٹر دیکھ کر بہت ہنسی تھی اور کہا تھا "واقعی تم بہت چالاک آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

شاٹو میں پہنچ کر راحیلہ بے حد مطمئن نظر آنے لگی تھی۔

"یہ مکان تمہارا ہی ہے۔" اس نے حمید سے پوچھا۔

"یاد نہیں! اتنے مکان ہیں اس شہر میں کہ بعض اوقات ایک کی کنجی دوسرے کے قفل میں لگانے کی کوشش میں بڑا وقت برباد ہو جاتا ہے۔"

"تو تمہارا کاروبار شاندار چل رہا ہے.... مگر کیا یہ زندگی تمہیں سچی خوشی دے سکی ہے۔"

"اگر نہیں دے سکی، تب بھی میرا کیا بگڑا ہے۔"

"کیا تمہیں کبھی سچی خوشی کی خواہش نہیں ہوتی۔"

"میں سچی اور جھوٹی خوشی میں امتیاز نہیں کر سکتا اس لئے یہ بات یہیں ختم کرو۔"

"تمہارا ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔"

"میں تمہیں اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دوں گا۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "کیا تم اس لئے میرے ساتھ آئی ہو کہ مجھے فرشتہ بنانے کی کوشش کرو۔"

"میں کوشش کروں گی۔" راحیلہ مسکرائی۔

حمید چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر بولا۔ شرافت اور انسانیت پر میں بھی گھنٹوں دوسروں کو بور کر سکتا ہوں کیونکہ آرام کرسی پر لیٹ کر بکواس کرنے میں ذرہ برابر بھی محنت نہیں صرف ہوتی.... مگر میں اسے بہتر سمجھتا ہوں کہ شرافت اور انسانیت پر لکچر دینے کی بجائے کسی کا گلا گھونٹ کر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی بکواس سے نجات دلا دوں.... یہ واقعی ایک اچھا اور ثواب کا کام ہوگا....!

"خیر.... خیر.... ختم کرو.... اب ہمیں کیا کرنا ہے....!" راحیلہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"فی الحال تو میں صبر کرنے کا مشورہ دوں گا کیونکہ تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہوں اس کے بعد.... پھر تم خود کو نہ پہچان سکو گی۔"

"کیا مطلب....!"

"میک اپ.... یہی ایک صورت رہ جاتی ہے! ورنہ تمہیں برقعہ ہی میں بسر کرنی پڑے گی۔"

"تمہیں میک اپ کرنا آتا ہے۔" راحیلہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یقیناً.... میں خود کو اس کا ماہر سمجھتا ہوں۔"

"تم کتنی چیزوں کے ماہر ہو۔"

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آئندہ کے لئے پروگرام پر غور کر رہا تھا۔



فریدی اپنے محکمہ کے ڈی۔ آئی۔ جی کو آج کی رپورٹ دے رہا تھا اور ڈی آئی جی ایسے انداز میں بیٹھا سن رہا تھا جیسے اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آرہا ہو۔ فریدی سمجھا وہ پیش آنے والے واقعات پر متحیر ہے، لیکن جب وہ خاموش ہوا تو ڈی۔ آئی۔ جی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ آخر تم رپورٹ کیوں دے رہے ہو۔ آج یہ تم سے ایسی غلطی کیوں سرزد ہو رہی ہے۔"

"مجبوری ہے جناب! جب مجرموں کو میرے ہر اقدام کی اطلاع ہو جاتی ہے تو پھر میں اپنے آفیسروں ہی کو کیوں ناخوش کروں۔ اب یہی دیکھ لیجئے کہ میں جگدیش سے لائبر کے متعلق تھوڑی سی پوچھ گچھ کی تھی۔ اس کا بھی علم انہیں ہو گیا۔"

"مجھے حیرت ہے کہ لائبر آئی۔ جی۔ پی کا دوست ہے۔"

"حیرت کی کیا بات ہے جناب! میں اس کے بارے میں چھان بین کر چکا ہوں۔ آئی۔ جی۔ صاحب کو شائد علم ہی نہ ہو کہ لائبر ان کی دوستی کی آڑ میں کیا کرتا پھر رہا ہے۔ یہ سب کچھ تو دراصل چھوٹے آفیسروں کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ لائبر آئی۔ جی کے گہرے دوستوں میں سے ہے۔ اس لئے وہ اس کی کوئی فرمائش نہیں ٹالتے.... اور دوسری طرف لائبر ان کے لئے بہت کچھ کرتا رہتا ہے۔ کسی کو چھٹی کی ضرورت ہے لائبر اس کی سفارش کر رہا ہے۔ کسی کی ترقی رکی ہوئی ہے، لائبر کوشش کر رہا ہے کہ اس کی ترقی ہو جائے۔ کوئی تبادلے کا خواہشمند ہے اور لائبر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے کہ اس کا تبادلہ ہو جائے۔ خود ڈی۔ ایس۔ پی سٹی اس کا مرہون منت ہے۔ کیونکہ لائبر ہی کی سفارش کی بناء پر اسے ڈی۔ ایس۔ پی سٹی بنایا گیا تھا۔ اب اگر وہ اس سے کہتا کہ شہر کے فلاں فلاں بدمعاشوں کو بلا کر پٹوا دو تو بھلا اسے کیونکر انکار ہو سکتا ہے.... لیکن ڈی۔ ایس۔ پی سٹی اصل مقصد سے ناواقف ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ لائبر انہیں کیوں پٹوا رہا ہے۔"

"کمال ہے....!" ڈی۔ آئی۔ جی گردن ہلا کر رہ گیا۔

"اس تنظیم کی پشت پر کوئی ماسٹر مائنڈ ہے۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ لائبر ہی آخری آدمی نہیں ہے۔"

"جی ہاں.... میں یہی سوچ رہا ہوں۔"

"آخر کس بناء پر....!"

"آخری آدمی اس طرح کھل کر سامنے نہیں آسکتا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "بہت ہی معمولی سی تفتیش لائبر کی گردن پھنسانے کے لئے کافی ہو سکتی ہے، مثال کے طور پر میں نے جگدیش سے معلوم کیا کہ کچھ دنوں پہلے لائبر نے شہر کے بعض بدمعاشوں کی مرمت کرائی تھی۔ میں نے ان میں سے ایک کو جالیا حالانکہ اسے معلوم نہیں تھا کہ لائبر نے اسے پٹوایا تھا لیکن جب اس نے اپنی روداد دہرائی تو میں بہ آسانی اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ لائبر ہی اس غیر قانونی تجارت کی پشت پر ہو سکتا ہے۔"

ڈی۔ آئی۔ جی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ "ٹھیک کہتے ہو۔"

"اب مجھے لائبر سے بھی اس مسئلے پر گفتگو کرنی پڑے گی۔" فریدی نے کہا۔

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ تم اسے اس کے حال ہی پر چھوڑ دو۔ اگر تم یکلخت لائبر تک جا پہنچے تو تمہیں اصل ملزم تک پہنچنے میں دشواری ہو گی۔"

"یہ بھی درست ہی ہو سکتا ہے۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ لائبر پہلے جیمس اینڈ بارٹلے میں کام کرتا تھا۔" ڈی۔ آئی۔ جی بولا۔ وہاں سے غبن کے سلسلہ میں الگ کر دیا گیا تھا۔ رقم بھی شائد لمبی تھی لیکن فرم نے اس کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کی تھی اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"یہ بھی میرے لئے ایک اہم سوال ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میرا خیال تو یہی ہے کہ تم اپنی تفتیش کا آغاز جیمس اینڈ بارٹلے کی فرم ہی سے کرو۔"

"جی ہاں.... یہ بھی میرے پروگرام میں شامل ہے۔"



تقریباً تین بجے فریدی جیمس اینڈ بارٹلے کے دفتر پہنچا.... جنرل منیجر نے متحیرانہ انداز میں اس کا استقبال کیا۔ کسی بھی تجارتی ادارے میں کرنل فریدی کی آمد ایسی نہیں ہوتی تھی جسے نظر انداز کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ اس دور کی کہانی ہے جب بلیک مارکیٹنگ اور غیر ملکی زرمبادلہ کی اسمگلنگ بہت زوروں پر ہو رہی تھی۔

"فرمائیے.... جناب.... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" جنرل منیجر نے مضطربانہ

انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"لائبر.... آپ کی فرم سے کب اور کن حالات میں علیحدہ ہوا تھا۔"

"اوہ....!" جنرل منیجر نے ایک طویل سانس لی اور اس کے چہرے پر اطمینان کی لہریں آئیں۔ "لائبر...." اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ایک لمبی رقم اور کچھ زیورات کے غبن کے سلسلے میں علیحدہ ہو گیا تھا۔"

اور پھر وہ استفہامیہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"لائبر کے خلاف کوئی قانونی کاروائی کی گئی تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی نہیں.... بات دراصل یہ ہے صاحب کہ اس فرم کی بدنامی کا اندیشہ تھا، ہماری ز جائیداد اور زیورات رہن رکھ کر قرض بھی دیتی ہے۔ ہمارے اس بزنس پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر اس کے خلاف قانونی کاروائی کی جاتی تو اس واقعہ کی شہرت ہونی لازمی تھی۔ ہمارے یہاں رہن کے زیورات اور جواہرات زیادہ آتے ہیں۔ آپ خود خیال فرمائیے کہ بزنس پر کتنا بُرا اثر پڑتا۔"

"اس نے کچھ واپس بھی کیا تھا یا نہیں۔"

"نہیں جناب! وہ تو آخیر تک لاعلمی ظاہر کرتا رہا تھا۔"

"مگر یہ غبن کس نوعیت کا تھا اور کیسے ہوا تھا۔"

"لائبر اسی سکشن کا انچارج تھا جس کے ذمہ رہن اور قرض کا کاروبار ہے۔ اکثر قرض خواہ نقدی کی شکل میں بھی ادائیگی کرتے ہیں، یعنی چیک نہیں دیتے وہ روپیہ لائبر ہی کی تحویل میں رہتا تھا اور زیورات بھی وہی اسٹرونگ روم میں پہنچاتا تھا۔ جو رہن کے لئے آتے تھے۔ اس دن کچھ زیورات بھی آئے تھے۔ اس کا بیان ہے کہ وہ رقم اور زیورات کو سیف میں بند کر کے لنچ کے لئے اٹھ گیا تھا جب لنچ کر کے واپس آیا تو سیف کھلا ہوا ملا۔ زیورات اور نقدی غائب تھی۔"

"تب پھر آپ کو چوری کی رپورٹ درج کرانی چاہئے تھی۔"

"ذرا سوچئے تو جناب! کیا اس کا اور زیادہ بُرا اثر ہمارے بزنس پر نہ پڑتا۔ یہ ہماری فرم میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا۔ کسی ایسی فرم سے معاملات کرنے پر کون تیار ہو گا جس کی سیف کے تالے ٹوٹ جاتے ہوں.... جہاں چیزیں غیر محفوظ ہوں۔"

"لیکن.... آپ نے اسے کس طرح بہلایا جس کے زیورات تھے۔"

"میرے خدا....!" منیجر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "فرم کو ایک بہت بڑے خسارے کا سامنا کرنا پڑا تھا جناب.... ہم عموماً زیورات کی قیمت کا اندازہ کر کے اس کی نصف رقم بطور قرض دیتے ہیں اور جب وہ رقم مع سود ادا کر دی جاتی ہے تو زیورات واپس کر دیئے جاتے ہیں اور رہن وہی لوگ رکھتے ہیں، جو زیورات کو فروخت نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن اگر کسی چیز کی دوگنی قیمت آپ لگا دیں تو میں اسے حماقت ہی سمجھوں گا اگر وہ چیز آپ کے ہاتھ فروخت نہ کر دوں....!"

"میں نہیں سمجھا....!"

"زیورات کی قیمت سے دوگنی رقم دے کر رہن رکھنے والے کو خاموش کر دیا گیا تھا۔ کسی جھوٹ کو نبھانے کے لئے مزید جھوٹ بولنے پڑتے ہیں اس کا اندازہ اسی وقت ہوا تھا.... ظاہر ہے کہ اگر اسے اس غبن یا چوری کا حال معلوم ہو جاتا تو وہ دس گنی قیمت لینے پر بھی تیار نہ ہوتا۔"

"پھر آپ نے اس سے کیا کہا تھا۔" فریدی نے دلچسپی ظاہر کی۔

"اف فوہ! کیا عرض کروں جناب۔" وہ جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔ "آج بھی سوچ کر شرم آتی ہے۔ میں اس شریف آدمی کے سامنے گڑگڑایا کہ اس کے زیورات میری محبوبہ کو پسند آ گئے ہیں اور میں انہیں دوگنی قیمت پر بھی خرید سکتا ہوں۔ وہ تیار ہو گیا تھا.... مگر.... میرا خیال ہے کہ لائبر نے اب پیٹر ڈکسن والوں سے بھی کوئی فراڈ کیا ہے۔"

فریدی نے اس کے اس خیال کی تائید یا تردید نہیں کی۔ اس نے کہا۔ "کیا لائبر اپنے ماتحتوں کے لئے سخت گیر آدمی تھا۔"

"یقیناً تھا جناب! آئے دن اس سلسلہ میں اس کی شکایات آتی رہتی تھیں۔"

"اچھا شکریہ۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا اور جنرل منیجر کو متحیر ہی چھوڑ گیا۔



"زیٹو! تم مجھے یہاں تنہا چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔" راحیلہ نے حمید سے کہا۔

"کیوں؟" حمید غصیلے انداز میں اس کی طرف مڑا۔

"مجھے خوف ہے۔"

"مجھے اُلو بنانے کی کوشش نہ کرو۔" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ "میں ویسے ہی آج کل خود کو بالکل

چغد محسوس کر رہا ہوں۔ جن لڑکیوں کو خوف محسوس ہوتا ہے وہ پرس میں پستول نہیں پھرتیں اور پھر ایسا پستول جس کا لائسنس نہ ہو۔“

”تم مجھے تنہا چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو....!“

”نوکری کرنے جان من....!“ حمید جلے کٹے لہجے میں بولا۔ ”پردیس سے کما کر بھیجوں نہیں تو تم کھاؤ گی کیا۔“

”بے تکی بکواس مت کرو! میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔“

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”اچھا چلو! لیکن ٹھہرو.... پہلے تمہارے چہرے کی مرمت کرنی پڑے گی۔“

حمید اسے میک اپ کے بغیر باہر نہیں نکالنا چاہتا تھا۔ میک اپ ہو جانے کے بعد اس نے آئینہ میں اپنی شکل دیکھی اور خوشی کے مارے چیخ پڑی۔

”ارے اب تو میں ہی خود کو نہیں پہچان سکتی۔ زیٹو ڈیئر.... واقعی تم بڑے شاندار آدمی ہو۔“

”صرف زیٹو! ڈیئر نہیں۔“ حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ ”مجھے صرف وہی لڑکی ڈیئر کہہ سکتی ہے جسے کبھی چھینکیں نہ آتی ہوں۔“

”کیا مطلب....!“

”تم چھینکوں کا مطلب نہیں سمجھتیں! یہ بہت اچھا ہوا کہ تمہیں پچھلی رات سے اب تک چھینک نہیں آئی۔ ورنہ میں تمہیں ایک سیکنڈ کے لئے بھی برداشت نہ کر سکتا۔“

”تم سنکی اور جھکی ہو....“ راحیلہ جھلا گئی۔

”تم مجھے فاتر العقل اور دیوانہ بھی کہہ سکتی ہو۔ میں بُرا نہ مانوں گا۔ لیکن میرے سامنے چھینک کر دیکھو، میں تمہاری شکل تک دیکھنا گوارا نہ کروں گا۔ مجھے شوق سے گالیاں دو! میں کان کھول کر سنوں گا.... لیکن اگر تم کبھی چھینکیں میرے سامنے....!“

”بیکار کان نہ کھاؤ.... میں یونہی بہت پریشان ہوں۔“

”یہ بہت ہی سنجیدہ مسئلہ ہے.... میں نے تمہیں ایک خطرے سے آگاہ کر دیا۔ اگر میں تمہیں چھوڑ کر بھاگ جاؤں تو پھر یہ نہ کہنا کہ میں نے تمہیں دھوکہ دیا.... کسی لڑکی کی چھینک میری بہت بڑی کمزوری اور پیدائشی بدنصیبی ہے اسی نے مجھے اس خطرناک راستے پر ڈالا ہے۔“

”تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔“

حمید اس کے جملے پر دھیان دیئے بغیر کہتا رہا۔ ”جب میں نے یہ اندازہ کر لیا کہ دنیا کی ہر لڑکی چھینکتی ضرور ہو گی تو مایوسی نے میرے ذہن پر قبضہ جما لیا۔ اب میں کبھی شادی نہ کر سکوں گا۔ جب شادی نہیں کرنی تو کلرکی کرنے سے کیا فائدہ.... بس پھر میں ڈاکو بن گیا۔ ذرا سوچو تو فطرت کتنی ستم ظریف ہے۔ چھینک سے ڈاکہ زنی تک.... بعض اوقات میں سوچتا ہوں کہ کہیں پاگل نہ ہو جاؤں۔ ریوالور ہر وقت جیب میں رکھتا ہوں، مگر وہ خالی ہی رہتا ہے۔ اس خوف سے کہ کہیں راہ چلتے کسی لڑکی کو چھینکتے دیکھ کر اس پر فائر نہ کر دوں۔“

”کیا تم خود نہیں چھینکتے؟“

”افسوس کہ میں بھی اکثر یہی سوچتا ہوں! مگر لڑکیوں کی چھینکیں گراں گذرتی ہیں۔ میں چھینکتا ہوں لیکن.... تمہاری چھینکیں مجھے زہر لگیں گی.... ارے.... اتنی خوبصورت اور چاند سی لڑکی آق چھیں کر رہی ہے....!“

حمید دیوانوں کی طرح اپنا سر پیٹنے لگا اور راحیلہ سچ مچ بوکھلا گئی۔ جب حمید کے ہاتھ رکے تو اس نے کہا۔ ”چھینکیں تو بہر حال آتی ہیں.... پھر کیا کروں۔“

”اس طرح چھینکو کہ آق چھیں کے بجائے کسی دوسری قسم کی آواز نکلے.... مثلاً آخاں.... اچھاں.... آہنک.... وغیرہ وغیرہ۔“

”کیا تم واقعی سنجیدہ ہو۔“ راحیلہ کا لہجہ حیرت انگیز تھا۔

”میرے پاس مغز خالی کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ تم چھینک کر بھی تو دیکھو یا میں یہاں نہ ہوں گا یا تم یہاں نہ ہو گی۔“

”اچھا ہم ابھی کچھ دیر بعد چلیں گے۔“ راحیلہ نے کہا اور ایک کمرے میں گھس کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد اسی کمرے سے طرح طرح کی آوازیں آنے لگیں۔ حمید نے قفل کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا۔ راحیلہ ناک میں بتی کر کے چھینک رہی تھی۔ لیکن کوشش اس بات کی تھی کہ آق چھیں کی بجائے دوسری قسم کی آوازیں نکلیں۔

حمید منہ اور پیٹ دبائے ہوئے دوسرے کمرے میں جا گھسا.... اب وہ فرش پر بُری طرح لوٹ رہا تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ اس کے قہقہے بند ہونے پائیں۔

تین نقاب پوش

رات تاریک تھی! فریدی نے لنکن کی رفتار کم کردی۔ وہ شہر کے ایک گنجان آباد حصے دولت آباد میں سفر کررہا تھا۔ حمید نے پچھلی نشست سے کہا۔ "کیا آپ اونگھ رہے ہیں۔"

"نہیں تو....!"

"میرا خیال ہے کہ اونٹ کچھ آہستہ چل رہا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ کار اسی رفتار سے چلتی رہی.... اس نے حمید کو ایک کیفے سے پکڑا تھا۔ اتفاقاً ہی اس پر نظر پڑگئی تھی.... ہوا یہ کہ حمید راحیلہ کو ساتھ لے کر شاٹو سے باہر نکلا اور ایک ٹیکسی کرکے شہر کے لئے روانہ ہوگیا.... دس بجے تک حمید آر لکچو میں اسے رمبا سکھاتا رہا اور راحیلہ دل ہی دل میں گڑگڑا کر دعائیں مانگتی رہی کہ اسے چھینک نہ آجائے کیونکہ اپنے خیال کے مطابق وہ حمید سے بہت زیادہ مانوس ہوگئی تھی.... اور کچھ دن اس کے ساتھ گذارنے کی خواہش بھی رکھتی تھی۔

دس بجے کے قریب حمید کو اچانک تلے ہوئے جھینگے یاد آئے تھے اور اس نے سوچا تھا کہ جھینگے تو فرائی فش ریستوران ہی میں ملیں گے۔ لہٰذا وہ آر لکچو سے نکل کر فرائی فش کی طرف روانہ ہوگئے۔

حمید اپنی گاڑی شاٹو ہی میں چھوڑ آیا تھا کیونکہ وہ اب اسے اس پوسٹر سمیت باہر نہیں نکالنا چاہتا تھا۔

فریدی نے اسے اس شام کو گھر پر طلب کیا تھا۔ لیکن وہ گھر جانے کی بجائے راحیلہ کے ساتھ تفریح کرتا رہا... فرائی فش میں وہ کھڑکی کے قریب ہی بیٹھا تھا۔

راحیلہ نے جھینگے نہیں کھائے۔ اس نے کہا کہ اس کی قیام گاہ فرائی فش سے نزدیک ہی ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے وہاں جانا چاہتی ہے اور پھر وہیں واپس آجائے گی، چونکہ وہ میک اپ میں تھی اس لئے حمید نے اسے ایسا کرنے سے نہیں روکا۔

وہ اس کی واپسی کا منتظر ہی تھا کہ اچانک کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ حمید چونک کر مڑا اور فریدی کی شعلہ بار آنکھوں کے سامنے اس کے حواس جھلس کر رہ گئے وہ نروس ہوگیا تھا۔

"اٹھو....!" فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا تھا اور حمید کو آدھی پلیٹ جھینگے میز ہی پر چھوڑ کر اٹھ جانا پڑا تھا۔ اس نے کاؤنٹر پر جاکر جھینگوں کی قیمت ادا کی تھی اور چپ چاپ ریستوران سے باہر نکل آیا تھا.... سچ مچ وہ بُری طرح بوکھلا گیا تھا اسے توقع نہیں تھی کہ فریدی اچانک اس طرح آلے گا! اس بوکھلاہٹ میں اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ اسے یہیں ٹھہر کر راحیلہ کا انتظار کرنا تھا۔

فریدی نے اسے پچھلی سیٹ پر دھکیل کر دروازہ بند کردیا اور لنکن چل پڑی۔ پھر کچھ دیر بعد اسے راحیلہ یاد آئی.... وہ اور شدت سے بور ہونے لگا۔ مگر خاموش ہی رہا۔ دولت آباد میں جب کار کی رفتار کم ہوگئی تو اس نے موقع مناسب دیکھ کر کچھ کہنا چاہا تھا پھر جب فریدی کے رویہ سے غصہ کا اظہار نہ ہوا تو اس کی زبان چل ہی پڑی۔

"آپ نے اس وقت میری ساری اسکیموں پر پانی پھیر دیا۔ میں کچھ سمجھ ہی کر چار بجے گھر نہیں پہنچا تھا۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کا کہنا ماننے سے گریز کرتا ہوں۔"

"نہیں تم تو بڑے سعادت مند فرزند دلبند ہو۔" فریدی نے کہا۔ لیکن حمید لہجے سے اندازہ نہ کرسکا کہ وہ استہزائیہ تھا یا اس میں تلخی تھی۔

"آپ تو سمجھتے نہیں ہیں۔" اس نے اندھیرے ہی میں تیر پھینکا۔ "ایک ایسی لڑکی ہاتھ لگی ہے جو ان سے انتقام لینا چاہتی ہے۔ لیکن پولیس سے رابطہ نہیں قائم کرسکتی۔ کیونکہ اس کا اثر الٹا ہی ہوگا۔ یعنی وہ خود کسی مصیبت میں پڑجائے گی اس کا بیان ہے کہ وہ لوگ پولیس کی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ ان کے ہیڈ کوارٹر سے پولیس کی خاطر خواہ خدمت کی جاتی ہے۔"

"کیا وہ تمہیں ان لوگوں کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچا سکے گی۔" فریدی نے پوچھا۔

"یہی تو اصل دشواری ہے کہ وہ ہیڈ کوارٹر کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"پھر تم اپنا وقت کیوں برباد کررہے ہو۔"

"وہ ان مقامات سے واقف ہے جہاں سے کوکین تقسیم ہوتی ہے۔"

"ان مقامات سے تو میں بھی واقف ہوں.... پھر....؟"

"پھر یہ کہ مجھے سر کے بل کھڑے ہوکر گانا چاہئے....

بالم آن بسو مورے من میں"

حمید جھلا گیا.... تو گویا اس کی اتنی محنت برباد ہی ہوئی تھی۔

"لڑکی کہاں ہے۔" فریدی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"اب تو شائد جہنم ہی میں ہوگی۔ میں فرائی فش میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ آپ اس طرح گھسیٹ لائے.... اگر ان لوگوں کے ہاتھ لگ گئی تو وہ اسے ختم ہی کر دیں گے۔"

"کیوں....؟"

اب حمید کو راحیلہ کی کہانی شروع سے دہرانی پڑی۔ فریدی خاموشی سے سنتا رہا۔ لیکن کار کی رفتار اب پھر تیز ہو گئی تھی۔ دفعتاً حمید کو احساس ہوا کہ کار تو یونہی بے مقصد شہر کی سڑکوں پر چکر لگاتی پھر رہی ہے، لیکن اس نے اپنی داستان جاری رکھی۔

پھر کہانی ختم ہو گئی۔ لیکن فریدی نے اس پر رائے زنی نہیں کی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے چڑیا چڑے کی کہانی سنائی گئی ہو۔

"کیا آپ کو یقین نہیں آیا۔" حمید نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا۔"

"آپ کی خاموشی....!"

"اف فوہ.... تو کیا اب میں تمہیں جوتے سے پیٹنا شروع کر دوں.... میں عموماً تمہاری غلطیوں پر خاموش ہی رہ جاتا ہوں۔"

"میں نے کون سی غلطی کی ہے۔"

"تمہیں اسے شاٹو میں نہ لے جانا چاہئے تھا۔ وہ عمارت بہت ہی خاص مواقع کے لئے ہے۔ ویسے تمہاری اس کہانی میں صرف ایک ہی کام کی بات نظر آ رہی ہے۔"

"چلئے کچھ ہوا تو...." حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔ "کیا میں اسے معلوم کر سکوں گا۔"

"یہی کہ یہ کیس ہمارے محکمہ تک کسی ایسے ہی بڑے آدمی کے ذریعہ پہنچا ہوگا جسے دو ایک دن کوکین نہ ملی ہوگی اور اس کا نشہ اکھڑ رہا ہوگا.... یہ کام اس لڑکی نے کیا تھا اگر تمہیں دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کر رہی....!"

"دھوکہ.... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی۔"

"میں تمہیں سمجھا سکتا ہوں.... اس سے پہلے بھی اکثر بعض جرائم پیشہ لوگوں نے ہمیں خواہ مخواہ دعوت دی ہے۔ حالانکہ ہم ان کے وجود سے بھی بے خبر تھے! لیکن خود انہیں ہماری طرف

سے خدشہ تھا۔ لہٰذا اس خدشے کو دور کرنے کے لئے انہوں نے خود ہی ہماری توجہ اپنی طرف مبذول کرائی تھی اور پھر ویسی ہی حرکتیں شروع کر دی تھیں جیسے کوئی کمزور پہلوان کسی طاقتور پہلوان کو زور کرنے کی دعوت دے کر اپنی قوت بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔"

"اوہ.... تو یہ لڑکی....!"

"ممکن ہے.... میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ ان لوگوں کے پاس ایسے ہی ذرائع ہیں جن کی بناء پر وہ میری اسکیموں سے قبل از وقت واقف ہو جاتے ہیں۔ میں ابھی تک ان کے خلاف جو کچھ بھی کرتا رہا ہوں انہیں اس کی اطلاع ہوتی رہی ہے، حتیٰ کہ وہ گفتگو طشت از بام ہو جاتی ہے، جو میں اپنے آفیسروں سے کرتا ہوں۔ تم اس سے کس نتیجے پر پہنچو گے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی نے کہا۔ "کیا وہ یہ نہیں چاہتا کہ میں اس کے مقابلے میں احساس کمتری کا شکار ہو جاؤں۔ خود کو بے بس محسوس کرنے لگوں۔ اس نے ایک خالص نفسیاتی طریقہ اختیار کیا ہے۔"

"ممکن ہے آپ کا اندازہ درست ہو....!" حمید نے کہا۔

"وہ سارے لوگ جن کے ذریعہ بزنس ہو رہا ہے میری نظروں میں آ گئے ہیں، اگر میں انہیں گرفتار کرلوں تو یہ اس کی سب سے بڑی فتح ہوگی اور وہ دوسرا گروہ تیار کر کے بزنس جاری رکھے گا.... فی الحال جو شخص بزنس کو کنٹرول کر رہا ہے اسے بھی میں جانتا ہوں۔"

فریدی نے اسے لائبر کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ "وہ بھی محض آلہ کار ہے اگر نہ ہوتا تو اتنی آسانی سے میری نظروں میں نہ آجاتا۔"

"پھر آپ اس وقت کیا کرتے پھر رہے ہیں۔"

"اپنی بے بسی کا اظہار۔"

حمید کو فریدی کا یہ جملہ بہت گراں گذرا لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ وہ راحیلہ کے متعلق بھی سوچ رہا تھا۔ کیا اس کے معاملہ میں اس نے دھوکا کھایا تھا۔ کیا وہ اسی لئے اس گروہ کی کہانی لے کر اس کے پاس آئی تھی کہ اس کی ہمدردیاں حاصل کر سکے اور پھر.... مگر وہ تو اسے جنگل میں ملی تھی۔ کیا یہ ممکن تھا کہ اسے پہلے ہی سے معلوم ہو گیا ہو کہ اس کی کار جنگل میں کسی مقام پر ناکارہ ہو کر رہ جائے گی اور اسے وہاں رکنا پڑے گا.... یہ خیال مضحکہ خیز تھا۔ البتہ ہو سکتا تھا کہ وہ پہلے

ہی سے اس کی تاک میں رہی ہو اور تار جام جاتے وقت اس کا تعاقب کیا گیا ہو۔ پھر جب کار گز
تو ان لوگوں نے اپنی اسکیم بدل کر وہیں کھیل شروع کر دیا۔

"تو کیا اس لڑکی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔" حمید نے پوچھا۔

"کیا تمہاری دانست میں وہ شاٹو واپس چلی گئی ہوگی۔" فریدی نے پوچھا۔

"وہاں مجھے نہ پا کر یقیناً واپس گئی ہوگی! شاٹو کی کنجی اسی کے پرس میں تھی۔"

"کنجی بھی اسے دے دی۔" فریدی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اگر اس کی ٹھوڑی پر تل ہوتا تو جان تک دے دیتا۔" حمید نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"مت بکو....!"

"ٹھہریئے! میں کسی ٹیلی فون بوتھ سے معلوم کروں گا کہ وہ وہاں پہنچی یا نہیں یا پھر
چلیئے! آپ بھی ایک نظر دیکھ لیجئے گا۔"

"لیکن اگر مجھے اس کی ٹھوڑی پر تل نظر آگیا تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔"

"اس کے چھینکنے کا انداز بڑے غضب کا ہے۔ یہ تو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اسے چھینک آ
ہے۔ بس ایسا لگتا ہے جیسے کسی کلکھنے کتے نے "بف" کی ہو۔"

"تم اپنی ساری زندگی انہیں لغویات میں بسر کر دو گے۔"

"ستارے.... کرنل صاحب۔ میں مجبور ہوں۔"

فریدی نے کار ایک جگہ روک دی۔

"کیوں....؟" حمید نے پوچھا۔

"بائیں جانب ٹیلی فون بوتھ ہے۔" فریدی نے بیزاری سے کہا۔ لیکن حمید کو اس کی یہ فرا
دلی بڑی حیرت انگیز معلوم ہوئی تھی۔ وہ چپ چاپ گاڑی سے اتر کر بوتھ میں آیا اور انسٹرومنٹ
میں سکہ ڈال کر شاٹو کے نمبر رنگ کیئے.... آٹھ یا دس سیکنڈ بعد دوسری طرف سے ریسیور اٹھا لیا گیا

"ہیلو....!" کسی مرد کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی اور حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں
لیکن فوراً ہی سنبھل کر کسی لڑکی کی سی نہایت سریلی آواز میں بولا۔ "کیا ڈاکٹر زیتو تشریف رکھتے ہیں"

"میں زیتو بول رہا ہوں۔"

"مگر تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے۔" حمید نے کہا۔

"اوہ.... میں بیمار ہوں.... بہت شدید زکام ہوا ہے۔"

"کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا ڈیئر....!" حمید نے کہا۔ "میں سلویا ہوں۔"

"اوہ.... سلویا.... تم.... کیوں کیا بات ہے۔"

"میں آرہی ہوں.... ڈارلنگ.... تم بیمار ہو تو تم نے مجھے کیوں اطلاع نہیں دی تھی۔"

"کوئی بات نہیں ہے.... میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

"نہیں میں آرہی ہوں...." حمید نے کہا۔ "میں تمہاری دیکھ بھال کروں گی۔"

"نہیں تم مت آنا.... موقع نہیں ہے۔"

"آہا.... میں سمجھی کوئی اور ہوگی۔" حمید نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ "اچھا تو تم جہنم میں جاؤ۔"

اور پھر وہ سلسلہ منقطع کر کے بوتھ سے باہر آگیا۔

اس نے فریدی سے بھی اس کا تذکرہ کیا۔ لیکن فریدی کا جواب غیر متوقع تھا۔ وہ سمجھا تھا کہ
اس کی بات ختم ہوتے ہی فریدی گاڑی کا رخ ماڈل ٹاؤن کی طرف پھیر دے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

"کیا تم وہاں جانا چاہتے ہو....!" فریدی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"اور آپ....!"

"میرے پاس برباد کرنے کیلئے بالکل وقت نہیں ہوا کرتا۔" فریدی کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"گویا آپ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے"

"نہیں.... مجھے صرف ہیڈ کوارٹر کی فکر ہے.... اگر اس کا پتہ نہ چلا تو یہ بزنس حشر تک
جاری رہے گا۔ گروہ ٹوٹتے اور بنتے رہیں گے.... آج رات میں پھر مختلف اڈوں پر چھان بین
کروں گا اور وہ نامعلوم آدمی میری اس بھاگ دوڑ پر بے حد مسرور ہوگا۔ میری بے بسی پر قہقہے
لگائے گا.... میں تمہیں کہاں اتاروں۔"

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دفعتاً ڈیش بورڈ کے بائیں گوشے سے آواز آئی۔ "ہیلو.... ہارڈ
اسٹون سر.... ہیلو ہیلو....!"

آواز کسی غیر ملکی کی معلوم ہوتی تھی.... فریدی نے کہا۔ "یس.... ہارڈ اسٹون....
اوور....!"

"اطلا.... اپنے فلیٹ میں نہیں ہے۔ لیکن اسے باہر جاتے بھی نہیں دیکھا گیا.... اوور۔"

"فکر مت کرو.... فلیٹ کی نگرانی جاری رہے گی.... اوور.....!"

"اوور اینڈ آل....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور پھر سناٹا چھا گیا۔

"بلیک فورس....!" حمید آہستہ سے بولا۔

"قطعی....!" فریدی نے کہا اور پھر اپنا وہی سوال دہرایا کہ حمید کو کہاں اتار دیا جائے۔ ح
نے جھلا کر کہا۔

"تو پھر آپ نے مجھے اس طرح گھسیٹا کیوں تھا۔"

"صرف اپنا طریق کار تم پر واضح کرنا چاہتا تھا کہ تم کہیں کوئی ٹھوکر نہ کھاؤ۔"

"پھر میرا طریق کار کیا ہوگا۔"

"نہایت اطمینان سے چچی کی انگلیوں پر ناچتے رہو۔ جو کچھ وہ کہے آنکھیں بند کر کے کرو
وہ کہے کہ وہ انڈے دینا چاہتی ہے تو ہرگز نہ کہو کہ وہ مرغیوں کا حق چھین رہی ہے.... کہا
اتار دوں۔"

"موڈل کالونی میں.....!" حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اور پھر دس منٹ بعد اسے موڈل کالونی کے قریب اتار دیا گیا۔ حمید نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ کار زنائیں سے چکنی سڑک پر پھسلتی چلی گئی۔ اس نے دونوں مٹھیاں بھینچ کر اپنے سر پر دو تین گھونسے لگائے اور شاٹو کی طرف چل پڑا۔

اس کی رفتار تیز نہیں تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہاں سے بولنے والے مرد سے وہ کس طرح پیش آئے گا۔ لیکن کیا راحیلہ ہی اسے اپنے ساتھ لے گئی ہوگی۔ اگر فریدی کا خیال صحیح تھا تو اسے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ وہ پندرہ منٹ بعد شاٹو کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔ پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ اسے کمپاؤنڈ میں ایک کار بھی نظر آئی.... وہ احتیاطاً زمین پر گر کر سینے کے بل پورچ کی طرف رینگنے لگا.... صدر دروازہ بھی اسے کھلا ہوا ملا۔ لیکن راہداری تاریک پڑی تھی.... جیسے ہی وہ پورچ میں داخل ہوا اور برآمدے میں داخل ہونے کے لئے تین سیڑھیاں طے کر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اچانک پورچ کے سامنے والی محراب میں ایک سایہ نظر آیا، جو غالباً ستون کی سے نکلا تھا۔ حمید زمین سے چپک کر رہ گیا اس نے اپنی سانسیں روک لیں! سائے کی پشت اس کی طرف تھی اور چہرہ پھاٹک کی جانب۔

دفعتاً حمید نے اپنا وزنی ریوالور نکالا اور اسے نال سے پکڑ کر کسی قسم کی آواز پیدا کئے بغیر.... سائے کی طرف رینگنے لگا۔ رات سائیں سائیں کر رہی تھی اور وہ سایہ ایسے ماحول میں مصر کے ابوالہول سے کسی طرح کم نہیں معلوم ہو رہا تھا۔

حمید اس کے قریب پہنچ کر اس بُری طرح جھنجھلا گیا جیسے بجلی سی چمک گئی ہو۔ ساتھ ہی ریوالور کا دستہ بھرپور قوت سے سر کے پچھلے حصہ پر پڑا تھا.... وہ نامعلوم آدمی دھم سے زمین پر چلا آیا اس کے حلق سے ہلکی سی بھی آواز نہیں نکلی تھی.... حمید نے اپنے کارنامے کو زیادہ جاندار بنانے کے لئے دو تین ضربیں اور رسید کر دیں۔ سایہ بے حس و حرکت ہو چکا تھا اور کم از کم حمید کو اپنی قوت پر اتنا اعتماد تو تھا ہی کہ وہ اس کے آدھے گھنٹے تک ہوش میں نہ آجانے کی پیشین گوئی بہ آسانی کر سکتا تھا.... اب وہ صدر دروازے کی طرف متوجہ ہوا۔

راہداری میں پہنچ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد کمرہ ہی تھا اور دروازہ کی درمیانی جھری میں روشنی نظر آرہی تھی۔ اس جھری سے حمید نے اندازہ کر لیا کہ دروازہ اندر سے بولٹ نہیں ہے۔ دفعتاً اندر سے کسی مرد کی آواز آئی۔ "تو تم نہیں بتاؤ گی۔"

"جو کچھ میں نہیں جانتی کیسے بتاؤں گی۔" راحیلہ کی کپکپاتی ہوئی سی آواز آئی۔

یک بیک حمید نے دروازے پر ٹھوکر ماری۔ دونوں پاٹ کھل گئے۔ اس نے دو نقاب پوشوں کو اچھل کر پیچھے ہٹتے دیکھا۔ ریوالور تو تھا ہی اس کے ہاتھ میں۔ ایک ہاتھ جیب کی طرف جا ہی رہا تھا کہ حمید نے گرج کر کہا۔ "اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔"

دونوں کے ہاتھ اٹھ گئے۔ راحیلہ فرش پر پڑی ہانپ رہی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر حمید کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر ایسی مسکراہٹ پھیل گئی جیسے اب بچوں کی طرح قلقاریاں بھی مارنے لگے گی۔

"تم اٹھو سوئٹی۔" حمید نے ان دونوں پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔ "کچن میں پتلی ڈوری کا ایک لچھا ہے اسے اٹھا لاؤ۔ جلدی کرو۔"

راحیلہ چپ چاپ اٹھ کر باہر نکل گئی.... اور حمید انہیں ریوالور کی زد میں لئے کھڑا رہا۔

ایک نے پھر اپنا ایک ہاتھ نیچے گرانے کی کوشش کی ہی تھی کہ حمید کسی سانپ کی طرح پھنکارا۔ "یہ ریوالور بے آواز ہے ہٹو.... مجھے فائر کر دینے میں ذرہ برابر بھی ہچکچاہٹ نہیں

محسوس ہو گی۔ کیا تم مجھے نہیں جانتے۔"

"نہیں....!" ایک آدمی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ڈاکٹر زیتو نام ہے۔ بڑے بدنصیب ہو اگر پہلے کبھی تم نے یہ نام نہ سنا ہو۔"

"بیکار بات بڑھ گئی ہے مسٹر....!" ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ محترمہ ایک ایک عورت کے بارے میں پوچھ گچھ کرتی پھر رہی تھیں جس کی ہمیں تلاش تھی۔ ہم ان سے صرف یہ پوچھنا چاہتے تھے کہ وہ اسے کیسے جانتی ہیں اور وہ اپنے گھر کے علاوہ اور کہاں مل سکے گی۔ لیکن انہوں نے نہیں بتایا۔"

حمید نے پلکیں جھپکائیں.... بات اس کے پلے نہیں پڑی تھی۔

دو لاکھ

راحیلہ ڈور کا لچھا لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔

حمید نے اس سے پوچھا۔ "یہ شریف آدمی تم سے کس عورت کا پتہ پوچھ رہے تھے جس کا پتہ تم نے نہیں بتایا۔"

"میری ایک سہیلی ہے راحیلہ....!" راحیلہ نے کہا۔ "میں اس کے گھر گئی تھی۔ فلیٹ مقفل تھا۔ میں نے اس کے پڑوسیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ یہ لوگ کون ہیں اور اس کا پتہ مجھ سے کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

راحیلہ کی آواز حیرت انگیز طور پر بدلی ہوئی تھی۔ حمید نے اندازہ کر لیا کہ وہ میک اپ میں نہیں پہچانی جا سکی۔

"لیکن تم نے تو آج تک کسی ایسی سہیلی کا تذکرہ مجھ سے نہیں کیا جس کا نام راحیلہ ہو۔"

"تم میری ساری سہیلیوں کو کب جانتے ہو۔"

"مجھ سے سنئے جناب۔" ایک نقاب پوش چہک کر بولا۔ "یہ راحیلہ وہ عورت ہے جس نے درجنوں شریف عورتوں کو برباد کر دیا ہے.... ظاہر ہے کہ وہ شریف عورتیں اپنے شوہروں سے اس کا تذکرہ کیوں کرنے لگیں.... انہیں اس کی بدولت روزانہ نئے نئے مرد ملتے ہیں۔"

حمید کے سینے میں ایک زبردست قسم کے قہقہے کا خون ہو گیا۔ وہ اسے گھنٹے کی کوشش کر رہے تھے۔ بہر حال اس سے حمید کو اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوئی کہ وہ ان دونوں کے لئے اجنبی ہے۔ یعنی وہ اسے ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے نہیں جانتے۔

"کیوں....!" حمید راحیلہ کو مخاطب کر کے غرایا۔

"یہ جھوٹے ہیں۔" راحیلہ مسکرا کر بولی۔ "کیوں ڈیئر.... کیا تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔"

"بالکل کرتا ہوں.... تم فکر نہ کرو۔" حمید نے کہا اور پھر ریوالور کو جنبش دے کر ایک نقاب پوش سے بولا۔ "اپنے ساتھی کے ہاتھ پشت پر باندھ دو۔ دیر نہیں ہونی چاہئے۔"

"ایسا کر کے تم پچھتاؤ گے دوست۔" نقاب پوش نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"پچھتاتے وقت تم مجھے ضرور یاد آؤ گے اطمینان رکھو۔ لیکن فی الحال میرا حکم ٹالنے کی کوشش نہ کرو۔ ڈاکٹر زیتو خطرناک آدمی ہے۔ اس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ اندھیرے میں مجھے آواز دے کر کسی سمت بھی بھاگ نکلو۔ میرے ریوالور کی گولی تمہاری کنپٹی ضرور سہلائے گی۔ چلو.... اسے باندھ دو۔"

"تم آخر ہو کون....!" دوسرے نقاب پوش کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

"ڈاکٹر زیتو.... جس کی مدد کے بغیر راحیلہ ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔ جس کی پشت پر ایک بہت بڑا گروہ ہے، جو تمہارے تابوت کے لئے آخری کیل ثابت ہو گا اور اگر تم مجھ سے سمجھوتا کرنا چاہو تو اس کے لئے دوسری صورت ہے۔ بولو تیار ہو۔"

"کیسا سمجھوتہ۔"

"میرے گروہ میں آملو.... دوہرا فائدہ.... میں لائبر کی طرح کنجوس نہیں ہوں۔"

"کون لائبر....!" دونوں نے بیک وقت کہا۔

"تم نہیں جانتے.... میں جانتا ہوں.... تمہارے ہیڈ کوارٹر کی بات کر رہا ہوں، جسے عنقریب بمبارٹ کروں گا۔"

"سمجھوتے کی کیا صورت ہو گی۔" ایک نے پوچھا۔

حمید نے جیب سے ایک نوٹ بک نکال کر اس کے سامنے فرش پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اسے دیکھو" دونوں بیک وقت اس پر جھک پڑے اور حمید نے ان پر چھلانگ لگائی ایک کے سر پر ریوالور کا

دستہ پوری قوت سے پڑا اور دوسرے کی گردن پر بایاں ہاتھ.... دونوں ہی منہ کے بل فرش پر گرے.... جس کے سر پر ریوالور کا دستہ پڑا تھا وہ تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکا۔ لیکن دوسرے نے حمید کی ٹانگ پکڑلی اور وہ دھم سے اسی پر آرہا پھر گرتے گرتے اس نے اس پر بھی ریوالور کے دستے سے قوت آزمائی کی.... لیکن وہ کچھ سخت جان تھا.... دونوں ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا.... اس بار حمید کی ٹھوکر نے اسے بھی بے حس و حرکت کر دیا۔

راحیلہ دروازے میں کھڑی ہانپ رہی تھی بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ ساری اودھم چوکڑی اسی نے مچائی ہو اور اب تھک جانے کے بعد اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہو۔

حمید اس کی طرف دھیان دیئے بغیر ان دونوں بے ہوش نقاب پوشوں پر جھک پڑا۔ وہ بڑی تیزی سے ان کے ہاتھ اور پیر باندھ رہا تھا۔ ان سے فرصت پالینے کے بعد اسے وہ آدمی یاد آیا جسے وہ پورچ میں ڈال آیا تھا۔

"یہیں ٹھہرو....!" حمید راحیلہ سے کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ راحیلہ کے ہونٹ تو ہلے لیکن آواز نہ نکل سکی۔ کیونکہ اتنی دیر میں حمید راہداری پار کر چکا تھا۔

پھر وہ تیسرے بیہوش آدمی کو بھی وہیں کھینچ لایا اس کے چہرے پر بھی نقاب تھی۔

"یہ کہاں تھا۔" راحیلہ نے حیرت سے کہا۔

حمید کوئی جواب دیئے بغیر اسے بھی باندھنے لگا اور جب باندھ چکا تو راحیلہ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "آؤ۔"

اور پھر اس نے حلق سے بینڈ کی دھنیں نکالتے ہوئے رمبا ناچنا شروع کر دیا۔

"ارے... کیا کرتے ہو... ٹھہرو... ٹھہرو۔" راحیلہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "تم آدمی ہو.... یا....!"

"ناچو.... اس وقت اسی طرح میرا خون ٹھنڈا ہو سکتا ہے...." حمید نے غصیلے لہجے میں کہا "ورنہ میں تمہیں بھی پھاڑ کھاؤں گا.... ناچو.... ناچتی رہو.... تارا.... رم.... تارم تارا.... رم....!"

راحیلہ کی آنکھوں میں بے بسی نظر آنے لگی۔ لیکن اس کے ہونٹوں پر جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ تھی۔ پھر اچانک وہ بے حد سنجیدہ نظر آنے لگی۔ لیکن اس وقت حمید کی حیرت کی انتہا نہ رہی، جب اس نے بڑی تیزی سے اپنے ہاتھ چھڑائے اور دیوار سے جا لگی۔ اس کی آنکھیں خون

پھیلی ہوئی تھیں۔ ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے خدشہ ہو کہ کہیں حمید کتوں کی طرح غراتا ہوا اسے کاٹنا اور بھنبھوڑنا نہ شروع کر دے۔

پھر اس کے ہونٹ ہلے اور وہ مضمحل سی آواز میں بولی۔ "خدا کے لئے مجھ سے دور رہو۔ تمہاری آنکھوں سے دیوانگی ٹپک رہی ہے۔ تم نے فرائی فش میں میرا انتظار کیوں نہیں کیا تھا اور اب تک کہاں تھے۔"

حمید اسے کوئی جواب دیئے بغیر اپنی نوٹ بک اٹھانے کے لئے جھکا۔

اور پھر اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کر تمباکو کی پاؤچ اور پائپ نکالے۔ "میری طرف دیکھو.... میری بات کا جواب دو۔"

"کیا تم ان کی نقاب کشائی نہیں کرو گی.... جان فادر۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

"تم ہی دیکھو.... میں تو نہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گی۔"

"ڈرتی ہو! کہیں کوئی جان پہچان والا نہ نکل آئے۔"

"سنو.... میری طرف دیکھو۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں دوسرے جال میں تو نہیں پھنس گئی۔"

"یقیناً....!" حمید مسکرایا۔ "کیا تم نے ابھی نہیں سنا کہ میرا گروہ بھی کوکین کا کاروبار کرتا ہے لہٰذا میں نے ان سے یہ سمجھوتہ کیا ہے۔"

اس نے بیہوش نقاب پوشوں کی طرف اشارہ کیا پھر تیز لہجے میں پوچھا۔ "تم اپنے فلیٹ کی طرف کیوں گئی تھیں۔"

"دیوانگی.... پاگل پن.... خبط جو چاہو کہہ لو۔ میں تو بس اس کا اندازہ کرنے گئی تھی کہ دیکھوں میرے پڑوسی بھی مجھے پہچان سکتے ہیں یا نہیں۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ میں انہیں کچھ دیر روک کر ان سے گفتگو کرتی۔ ظاہر ہے کہ موضوع گفتگو بھی میں خود ہی کو بنا سکتی تھی۔ میں ان سے اپنے متعلق سوالات کرتی رہی یہ لوگ بھی میری ہی تاک میں تھے لیکن مجھے میک اپ میں نہ پہچان سکے۔ پھر شاید انہوں نے سوچا کہ مجھ سے ہی وہ راحیلہ کے متعلق کچھ معلوم کر سکیں اس لئے پیچھے لگ گئے.... بس میں ایک لڑکی کی کال کا جواب ہی دے رہی تھی کہ وہ اندر گھس آئے اور مجھ سے راحیلہ کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگے۔"

"تم نے یہاں کسی لڑکی کی کال ریسیور کی تھی۔" حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

"ہاں! وہ تمہارے متعلق پوچھ رہی تھی.... میں نے مردانی آواز بنا کر اس سے گفتگو کی تھی۔"

حمید نے ایک طویل سانس لی اور ہونٹ بھینچ کر کرسی پر اکڑوں بیٹھ گیا۔

"آواز بڑے مزے سے بدل سکتی ہو۔" اس نے کچھ دیر بعد اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "اپنی اسی حماقت کی بناء پر تم اس وقت بچ گئیں ورنہ یہ لوگ تمہاری جیلی بنا کر رکھ دیتے۔"

"کیا مطلب....!"

"میں نے جب تمہیں فون کیا تو جواب میں ایک مرد کی آواز سنائی دی۔ میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ سر پر دوپٹہ ڈال لوں۔"

"تو وہ تم تھے۔" راحیلہ نے حیرت سے کہا۔

"نہیں وہ میں تھی۔" حمید نے ناک پر انگلی رکھ کر زنانی آواز کی نقل اتاری اور راحیلہ ہنس پڑی لیکن پھر فوراً ہی سنجیدہ بھی ہو گئی۔

"ان کا کیا ہوگا....!" اس نے نقاب پوشوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ان کا تیل نکال کر سواڈھائی آنے فی تولہ کے حساب سے فروخت کروں گا اور اس کی آمدنی سے ایک یتیم خانہ چلے گا اور یتیم خانہ کی آمدنی سے۔"

"اخ.... خر.... غاؤں....!" وہ منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر دوہری ہو گئی۔

پہلے تو حمید نے اسے بوکھلائی ہوئی نظروں سے دیکھا.... پھر جلد ہی سمجھ گیا کہ اسے چھینک آئی تھی۔

"خدا غارت کرے تمہیں۔" وہ سیدھی ہو کر نتھنے پھڑکاتی ہوئی بولی۔ "تم مجھے قاعدے سے چھینکیں بھی نہیں لینے دیتے۔" پھر اسے خود ہی اپنے جملے پر ہنسی آگئی۔

حمید اٹھ کر ان تینوں کے چہروں سے نقاب ہٹانے لگا....

پھر اس نے راحیلہ کی طرف غور سے دیکھا۔

"نہیں.... میں انہیں نہیں جانتی۔ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ہیڈ کوارٹر کے آدمی ہوں یا کسی ایسے حلقے سے تعلق رکھتے ہوں جس کا علم مجھے نہ ہو۔"

"یا پھر یہ بات ہو سکتی ہے کہ اپنے بیان میں مزید زور پیدا کرنے کے لئے یہ ڈرامہ بھی ضروری تھا۔"

"کیا مطلب....!"

"تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتیں۔" حمید اس کی طرف تیزی سے بڑھا اور وہ سہم کر ایک طرف ہٹ گئی۔

"تم پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو۔"

"ڈاکٹر زیٹو کو مشکل سے اُلو بنایا جا سکتا ہے۔"

"خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ تمہارے دل میں کیا ہے۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔ "تم سے بڑا خوف معلوم ہوتا ہے۔"

"تم ڈاکٹر زیٹو کے کسی دشمن کی جاسوسہ ہو۔"

"اے زیٹو! ایسی باتیں نہ کرو۔ ورنہ میں ابھی یہاں سے چلی جاؤں گی۔ میک اپ ختم کر دوں گی اور تم صبح تک میرے قتل کی خبر سن لینا۔ میں نے پتہ نہیں اب تک کس طرح خود کو بچایا ہے۔"

دفعتاً کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی اور حمید نے اسے کہا۔ "تم کچن میں جا کر دروازہ اندر سے بولٹ کر لو.... جاؤ....!"

"نہیں.... میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔"

"جاؤ.... ہو سکتا ہے کہ بعد میں مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پیش آئے۔ تمہارے پاس پستول موجود ہے نا.... جاؤ۔"

گھنٹی پھر بجی اور وہ دوڑتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی۔ پھر حمید نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔ وہ راہداری سے گذر کر صدر دروازے کی طرف آیا۔ گھنٹی تیسری بار بجی۔

"کون ہے۔" اس نے گرجدار آواز میں پوچھا۔

"باہر آؤ فرزند....!" یہ فریدی کی آواز تھی۔

حمید دروازہ کھول کر باہر آگیا اور فریدی نے کہا۔ "لڑکی ٹھیک معلوم ہوتی ہے اسے بور نہ کرو۔"

"آپ کیا جانیں۔"

"چند منٹ پہلے میں چھت پر تھا اور روشندان سے میں نے سب کچھ دیکھا ہے ان تینوں کو تم فی الحال یہیں بند رکھو۔ تمہاری عدم موجودگی میں بھی ان کی نگرانی ہوتی رہے گی اور اب تمہیں بھی میک اپ میں ہی رہنا چاہئے.... یہ فہرست رکھو۔ اس میں وہ اڈے درج ہیں، جہاں سے

کوکین کا کاروبار ہوتا ہے.... وہاں ہیجان برپا کرنے کی کوشش کرو۔ فائرنگ بھی ہو تو بہتر ہے
ایک خیال رکھو کہ کوئی مرنے نہ پائے.... مگر تم یہ سب کچھ میک اپ ہی میں رہ کر کرو گے، (تم) اس عمارت میں رہے گا لیکن یہاں بھی تم اب میک اپ ہی میں نظر آؤ گے۔ اڈوں پر تم جو کچھ بھی کر سکتے ہو کرو لیکن نام اسی لڑکی کا استعمال کیا جائے۔ اچھا اب میں چلا.... ان لوگوں کی کار یہاں کمپاؤنڈ میں موجود ہے، اسے لے جا رہا ہوں۔ شہر کے کسی دوسرے حصہ میں چھوڑ دی جائے گی۔"

"شکریہ.... آپ نے مجھے بڑی دردسری سے بچالیا۔" حمید نے طویل سانس لی۔



دوسری صبح فریدی پھر اچانک سنگ سنگ بار میں داخل ہوا۔ ڈگبی کاؤنٹر پر موجود تھا۔ فریدی کی شکل دیکھتے ہی اس کا چہرہ زرد ہو گیا۔

لیکن آج اس میں اس سے آنکھیں ملانے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

فریدی نے اسے دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا اور اس نے چپ چاپ تعمیل کی۔

فریدی اس کے بعد کمرے میں داخل ہوا۔

"میں آج کیش لے جاؤں گا کرنل....!"

"کہاں....؟"

"فی الحال تو کمطالی.... لیکن.... جاتے جاتے وہ کم از کم دس جگہیں بدلے گا.... مگر کرنل کیا آپ ٹیلی فون ایکسچینج سے اس کا پتہ نہیں لگا سکتے کہ وہ کس نمبر سے بولتا ہے۔"

"نہیں.... میرا خیال ہے کہ وہ اپنا ذاتی ایکسچینج رکھتا ہے اور اس کا محکمہ کے ایکسچینج سے کوئی تعلق نہیں۔ محکمے کے ایکسچینج پر میں کوشش کر چکا ہوں۔"

"پھر بتائیے میں آپ کو کس طرح اطلاع دوں گا کہ مجھے کیش لے کر کہاں جانا ہے۔"

"کتنی رقم ہے۔"

"دو لاکھ.... سو سو کے نوٹوں کی شکل میں۔"

"کتنے دنوں کی آمدنی ہے۔"

"صرف چار دن کی.... وہ ہر چوتھے دن قیمت لے لیتا ہے۔"

"تمہارا کیش کتنا ہے۔"

"دس ہزار....!"

"ہم... نہیں ہیں۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"لیکن آخر آپ مجھے کب گرفتار کریں گے۔"

"تمہیں گرفتار کرنے سے کیا فائدہ.... ڈگبی! تم نہ ہو گے تو کوئی دوسرا تمہاری جگہ سنبھالے گا۔"

"مگر آپکی اس دن کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ آپ ہمارے باس سے واقف ہیں۔"

"ہاں میں ایک آدمی سے واقف ہوں، جو صرف تمہارا منیجر ہو سکتا ہے باس نہیں۔"

ڈگبی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "میں آپ کو کس طرح اطلاع دوں۔"

"تھری زیرو پر رنگ کر لینا۔"

"کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ چلنے سے آدھ گھنٹہ پہلے مجھے آخری جگہ معلوم ہوئی ہے اور جب اس آخری جگہ پر پہنچا ہوں تو وہاں اس کا خط ملا ہے جس میں کسی دوسری جگہ پہنچنے کی ہدایت ہوتی ہے۔"

"بہت چالاک ہے۔" فریدی بڑبڑایا.... پھر بولا۔ "تم تھری زیرو پر فون کر کے وہاں چلے جانا.... اس کے بعد میں دیکھوں گا۔"

"آپ یقین کیجئے کہ میں آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کر رہا۔" ڈگبی نے اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے ڈگبی، میں تم پر اعتماد کرتا ہوں۔"

فریدی کے چلے جانے پر ڈگبی پھر کاؤنٹر پر آگیا! تھوڑی دیر بعد ایک آدمی ایک میز سے اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا۔

"اس نے تو بس مجھے ہی تاک لیا ہے۔" ڈگبی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیوں.... کیا کہہ رہا تھا۔" دوسرے آدمی نے پوچھا۔

"کچھ نہیں.... وہ شائد اسی چکر میں ہے کہ یہاں سے کچھ برآمد کرے۔"

"کچھ کہہ رہا تھا۔"

"بس آتا ہے، خواہ مخواہ کی دھونس دے کر چلا جاتا ہے۔ ابھی تک کھل کر کوئی بات نہیں کی۔"

"غالباً.... وہ کچھ برآمد ہی کر لینے کے چکر میں ہے۔ اسکے بغیر تو وہ ہمیں ہاتھ بھی نہ لگا سکے گا

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں کسی دن اس سے جھگڑا نہ کر بیٹھوں۔" ڈگبی نے کہا۔ "خون اتر ... ہے آنکھوں میں اسے دیکھ کر۔"

"نہیں اس قسم کی کوئی حرکت نہ کرنا اس سے فائدہ ہی کیا۔ ہیڈ کوارٹر سے بھی ہدایت ... چکی ہے کہ اس سے جھگڑا نہ کیا جائے۔"

"مگر میرا خون تو کھولنے لگتا ہے! اور پھر بھئی! میں اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی آمد ورفت کی وجہ سے میری بار بدنام ہو۔ یہ کوکین کے دھندے آج ہیں کل نہ ہوں گے۔ زندگی تو اسی ... بسر کرنی ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ پہلے تو مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں بے خوف و خطر ... بزنس کر سکتا ہوں۔ پولیس کے کان پر جوں تک نہ رینگے گی، مگر اب یہ کیا ہو گیا۔"

"اوہ.... بزدلے پن کی بات نہ کرو ڈگبی۔" دوسرے آدمی نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "کیا ہم نے کبھی چوروں کی سی زندگی بسر کی ہے۔ ہمیشہ شہباز کی طرح جھپٹتے رہے ہیں۔"

"کھٹاک....!" ایک چمچماتا ہوا خنجر ان کے قریب ہی لکڑی کے کاؤنٹر میں پیوست ہو گیا اور وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گئے۔

بہتیرے لوگ جو ہال میں بیٹھے پی رہے تھے چونک کر کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگے لیکن شاید واقعہ ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

ڈگبی نے خنجر کے دستے سے بندھا ہوا کاغذ کھول لیا اور اسے جلدی جلدی پڑھنے لگا۔

"ڈگبی! مجھے دو ہزار کی سخت ضرورت ہے۔ اپنے کسی ایسے آدمی سے
ٹھیک پانچ بجے شام کو آرلکچو میں بھجوا دو.... جسے میں پہچانتی ہوں۔ ورنہ
نو بجے رات تک سنگ سنگ بار کو جہنم کا نمونہ بنا دوں گی۔

راحیلہ۔"

"یہ حرام زادی اور جان کو آ گئی ہے۔" ڈگبی کاؤنٹر پر گھونسہ مار کر بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کس کے بل بوتے پر یہ سب کچھ کرتی پھر رہی ہے۔" دوسرے آدمی نے کہا۔

"تین چار دن ہوئے اس نے کیفے بلیارک میں دھوئیں کا بم پھینکا تھا۔ لوگ بوکھلا کر باہر نکل آئے۔ انہیں میں وہ آدمی بھی تھا جس کے پاس پیکٹ تھا اور وہ بھری پری سڑک پر اس کے ہاتھ سے پیکٹ چھین لے گئی تھی۔"

بڑا آدمی

تھری زیرو سے فریدی کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع ملی کہ ڈگبی کو میونسپل گارڈن میں سفید ریچھ کے کٹہرے کے پاس پہنچنا ہے۔ فریدی جو میک اپ میں تھا میونسپل گارڈن کے لئے روانہ ہو گیا۔

ریچھوں کے کٹہرے کے پاس اسے ڈگبی نظر آیا تھا، جو ٹارچ کی روشنی میں کوئی چیز تلاش کر رہا تھا.... باغ پر اس وقت سناٹے کی حکمرانی تھی۔ کبھی کبھی کوئی جانور ہلکی آوازیں نکالتا اور خاموش ہو جاتا۔

مطلع بھی ابر آلود تھا اس لئے ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دے رہا تھا۔

فریدی نے دیکھا کہ ڈگبی نے ایک جگہ سے کاغذ کا ٹکڑا اٹھایا ہے۔ ٹارچ کی روشنی کاغذ پر پڑ رہی تھی۔ پھر اس نے وہ کاغذ وہیں موڑ توڑ کر ڈال دیا اور الٹے پیروں پھاٹک کی طرف واپس آیا۔ فریدی کافی فاصلے سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

فریدی کو یقین تھا کہ رقومات صرف وہی شخص وصول کرتا ہو گا، جو حقیقتاً اس تجارت کا ذمہ دار ہے اور وہ یقینی طور پر تنہا ہوتا ہو گا۔ کسی دوسرے کو ساتھ رکھنے میں رازداری کہاں رہ جائے گی۔ خود اس کا طریق کار بھی یہی ظاہر کر رہا تھا۔ وصولیابی کے لئے دن بھر میں پچیس جگہیں بدلتا تھا اور آخری جگہ بھی آخری نہیں ثابت ہوتی تھی.... وہاں اسے کسی تحریر کے ذریعہ کوئی دوسری جگہ بتائی جاتی تھی.... اور پھر بتائی ہوئی جگہ پر ڈگبی چمڑے کا سوٹ کیس رکھ کر وہاں سے بھاگ لیا کرتا تھا۔

ڈگبی کا بیان تھا کہ اسے فون پر دو مختلف آدمیوں سے احکامات ملا کرتے تھے وہ دونوں کی آوازوں میں بخوبی فرق کر سکتا تھا.... رقومات کی وصولیابی کے سلسلہ میں جو شخص گفتگو کرتا تھا اس کی آواز صرف وصولیابی ہی کے سلسلے میں سنی جاتی تھی.... کوکین کی فروخت کے بارے میں جو شخص احکامات صادر کرتا تھا اس کی آواز وصولیابی کی گفتگو کے سلسلہ میں کبھی نہیں سنی گئی تھی۔

ڈبمی کا یہ بیان فریدی کی توقعات ہی کے مطابق تھا۔

چونکہ اسے یقین تھا کہ اس وقت کوئی بھی اس کی نگرانی نہ کر رہا ہوگا اس لئے وہ بڑی ... سے ڈبمی کا تعاقب کر رہا تھا۔

وہ نامعلوم آدمی اتنا احمق نہیں ہو سکتا تھا کہ وصولیابی کے وقت ڈبمی کی نگرانی کرا کے ا... بھی ظاہر کرا دیتا۔ ڈبمی ہی نے فریدی کو بتایا تھا کہ وصولیابی کے متعلق ہر اڈے کے سرغنہ... علاوہ اور کسی کو علم نہیں ہونے پاتا کہ کون سا دن یا مقام مقرر کیا گیا ہے، اور یہ ڈبمی کا خیال تھ... کسی اڈے کے سرغنہ کو بھی یہ نہ معلوم ہونے دیا جاتا ہوگا کہ کسی دوسرے اڈے کی ادائیگی... اوقات معلوم کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی اتنا بدھو نہیں تھا... دوسروں پر اپنی ادائیگی کا وقت یا مقام ظاہر کر دیتا۔

وہ اچھے لوگوں کی جماعت تو تھی نہیں کہ انہیں ایک دوسرے کا پاس و لحاظ ہوتا۔ اگر وہ ا... دوسرے کی ادائیگی کے وقت اور مقام سے واقف ہو جاتے تو روز ہی شہر کے کسی نہ کسی گوشے... ایک لاش ملتی، جو کسی اڈے کے سرغنہ ہی کی ہوتی اور گروہ کے سربراہ کو آئے دن لے... خساروں کا سامنا کرنا پڑتا اس لئے اس کی سخت ترین تنبیہہ تھی کہ سرغنے ادائیگی کے وقت اور م... سے کسی کو بھی آگاہ نہ کریں۔

کسی میں بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ ایک پائی کی بھی "بے ایمانی" کر سکتا! ڈبمی کا بیان تھا... آج تک اس کے اور باس کے حساب میں ایک آنے کا بھی فرق نہیں پڑا تھا۔ جتنی رقم وہ خود... فون پر بتاتا اتنی ہی رقم سرغنوں کے حساب سے بھی بنتی تھی۔ ڈبمی دوسروں کے متعلق وثوق... نہیں کہہ سکتا تھا مگر خود اس کے حساب میں آج تک ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑا تھا....

ڈبمی نے میونسپل گارڈن سے نکل کر ایک ٹیکسی لی اور فریدی نے اسے ڈرائیور سے... آواز میں کہتے سنا۔ "ریلوے اسٹیشن"

اب فریدی کو جلدی نہیں تھی۔ وہ اس سے پہلے بھی ریلوے اسٹیشن پہنچ سکتا تھا۔ جب... نظروں سے اوجھل ہوگئی تو اس نے بے آواز موٹر سائیکل سنبھالی اور مختصر ترین راستہ اخ... کرنے کے سلسلہ میں تنگ و تاریک گلیاں ناپنی شروع کر دیں۔

چونکہ اسے یقین تھا کہ مجرم تنہا ہی ہوگا اس لئے اس نے بھی تنہا ہی کام کرنا مناسب

تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے کسی آدمی کی لغزش کی بناء پر اسے نکل جانے کا موقع مل جائے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا اور پھر اسے تقریباً دس منٹ تک ڈبمی کی ٹیکسی کا انتظار کرنا پڑا.... ڈبمی سوٹ کیس سنبھالے ہوئے اس کے قریب ہی سے گذر گیا لیکن اسے نہیں پہچان سکا کیونکہ وہ ایک بوڑھے آدمی کے میک اپ میں تھا۔

پھر اس نے ڈبمی کو ونڈو پر ٹکٹ خریدتے دیکھا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سفر کا ارادہ رکھتا ہو۔

فریدی اس کے پیچھے تھوڑے فاصلے سے چلتا رہا۔

ڈبمی نے اندر پہنچ کر اس دور دراز پلیٹ فارم کا رخ کیا، جو عموماً ویران پڑا رہتا تھا۔ جہاں صرف مال گاڑیوں سے سامان اتارا جاتا تھا، لیکن کبھی کبھی دوسرے پلیٹ فارم خالی نہ ہونے کی بناء پر یہاں سواری گاڑیاں بھی رکا کرتی تھیں اور قلیوں کو یہاں سے سامان لاد کر گیٹ تک پہنچنے کے لئے ایک لمبا راستہ طے کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اس پلیٹ فارم کا نام گدھا لائن رکھ دیا تھا۔ پھر یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ ریلوے کے رجسٹروں اور کاغذات میں بھی اس کا اندراج گدھا لائن ہی کے نام سے ہونے لگا۔

پلیٹ فارم کا کچھ حصہ بالکل ہی تاریک تھا اس وقت یہاں ایک مال گاڑی بھی موجود تھی جس سے سامان اتار کر پلیٹ فارم پر جگہ جگہ ڈھیر کر دیا گیا تھا اور تین چار قلی اب بھی مختلف ڈبوں سے سامان نکال رہے تھے۔

ڈبمی پلیٹ فارم کے تاریک حصے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھر فریدی نے اسے بائیں جانب لائن پر اترتے دیکھا.... اسی طرف مال گاڑی بھی کھڑی ہوئی تھی۔ فریدی بھی دو ڈبوں کی درمیانی خلاء سے دوسری طرف اتر گیا۔

تھوڑے ہی فاصلہ پر ڈبمی کا سایہ جھکا ہوا آ رہا تھا۔ فریدی نے جگہ کا اندازہ کر لیا! یہاں دو لائنوں کے درمیان ایک پرانی قبر تھی جسے آج تک برقرار رکھا گیا تھا اس کے متعلق طرح طرح کی روائتیں مشہور تھیں۔ ہر سال اس قبر پر عرس کے سلسلہ میں ایک چھوٹا موٹا سا میلہ لگتا تھا اور انگریزوں کے دور میں یہ ضروری تھا کہ حلقے کا سب سے بڑا ریلوے آفیسر بھی اس عرس میں شرکت کرے۔ سنا جاتا تھا کہ جب یہاں سے ریلوے لائن نکالی جا رہی تھی، کھدائی کے دوران ایک ایسی لاش نکلی تھی، جس کا کفن تک میلا نہیں ہوا تھا۔ لاش دوسری جگہ دفن کر دی گئی، لیکن

اسی رات کو انجینئر پر سوتے وقت خون کی بارش ہوئی اور اس کی خواب گاہ میں انسانی سر اور کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ دوسری صبح انجینئر کو رائے دی گئی کہ وہ اس لاش کو پھر وہیں دفن کرا جہاں سے وہ نکلی تھی اور ریلوے لائن قبر سے الگ ہٹا کر بچھوائے.... اس نے یہی کیا تب کہ جاکر اس کی جان چھوٹی.... قبر نامعلوم تھی اس لئے یہ ریلوے بابا کی قبر کے نام سے مشہور ہو .... اور یہاں چڑھاوے وغیرہ چڑھنے لگے.... لیکن اس وقت وہ دو لاکھ چڑھاوے کی رقم تھی۔ پھر بھی "ریلوے بابا" کو اسے تھوڑی دیر تک برداشت کرنا ہی تھا.... فریدی نے ادھر اُدھر دیکھا۔ گاڑی سے انجن اٹیچ نہیں تھا اور نہ قریب و دور سے کسی شنٹنگ کرنے والے انجن کی آواز آرہی تھی۔ وہ چپ چاپ دوبارہ ڈبوں کی درمیانی خلاء میں رینگ آیا.... لیکن ٹھیک اسی سناٹے میں ایک تیز قسم کی چیخ گونجی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے کوئی آدمی کسی ذبح ہونے والے بھینسے کی طرح ڈکرایا ہو۔ پھر اور بھی کئی آوازیں ابھریں، جن میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز بھی شامل تھیں اور یہ ساری ہی آوازیں پلیٹ فارم کی طرف سے آئی تھیں.... دوسری طرف ڈگی بھی اچھل کر بھاگا اور دوڑتا ہی چلا گیا حتیٰ کہ گہری تاریکی نے اسے اپنے دامن میں چھپالیا۔

لیکن فریدی اب بھی وہیں کھڑا تھا نہ تو اس نے پلیٹ فارم کی طرف مڑ کر دیکھا اور نہ اپنی جگہ سے ہلا۔ اس کی نظریں تو "ریلوے بابا" کی قبر کی طرف تھیں۔

دفعتاً اسے ایسا محسوس ہوا جیسے چوپایہ زمین سے چپکا ہو آہستہ آہستہ قبر کی طرف بڑھ رہا ہو پلیٹ فارم کی طرف سے اب بھی چیخوں کی آوازیں چلی آرہی تھیں۔ "ارے مار ڈالا.... بچاؤ.... مجھے اٹھاؤ.... ہسپتال ہسپتال....!"

دوسرے ہی لمحے میں فریدی بھی سینے کے بل رینگتا ہوا مزار کی جانب بڑھ رہا تھا.... اس کی رفتار خاصی تیز تھی لیکن کیا مجال کہ ذرا سی سرسراہٹ کی آواز بھی پیدا ہو جاتی، ویسے وہ تھوڑے ہی فاصلے پر سرسراہٹ کی آواز سن رہا تھا.... یک بیک آگے والا آدمی رک گیا۔ شائد سوٹ کیس اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

اچانک فریدی نے اس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ بیٹھا۔ سب سے پہلے اس کا ہاتھ اس کی جیب پر پڑا اور اس نے اس کا ریوالور نکال لیا.... نیچے دبا ہوا آدمی کسی زخمی سانپ کی طرح پلٹا لیکن فریدی کی گرفت سے نکل جانا آسان کام نہیں تھا۔

"سیدھے ہو جاؤ دوست۔" فریدی نے آواز بدل کر کہا۔ "میں راحیلہ کے گروہ کا آدمی ہوں۔ راحیلہ کو روپے کی اشد ضرورت تھی۔ فی الحال یہ دو لاکھ روپے اس کی ضرورت پوری کردیں گے۔"

"اوہو.... تو اس کی کیا ضرورت تھی۔" وہ آدمی نیچے سے بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "روپے تم لے جاؤ.... ہاں میں نے سنا تھا کہ راحیلہ نامی کوئی لڑکی گروہ سے برگشتہ ہو گئی ہے.... آخر اس کی کیا ضرورت تھی وہ اپنی شکایات بیان کر سکتی تھی.... کیا تم بھی گروہ سے کٹ گئے ہو۔"

"نہیں ہم نے نیا گروہ بنایا ہے۔"

"اس سے کسی کو بھی فائدہ نہ ہوگا....! دونوں ہی گروہ مفت میں اپنا وقت برباد کریں گے.... اگر تم چاہو تو میں سمجھوتہ کر سکتا ہوں۔"

فریدی اس پر سے اٹھ گیا اور آہستہ سے بولا۔ "چپ چاپ نکل چلو.... تم شائد پلیٹ فارم پر کسی کے چھرا مار آئے ہو۔"

"چلو....!" وہ سوٹ کیس اٹھائے ہوئے ایک طرف دوڑ پڑا.... فریدی بھی اس کے برابر ہی دوڑ رہا تھا۔

نشیب میں اترتے وقت فریدی نے کہا۔ "اب ہم خطرے سے دور ہیں۔ اس باغ میں گھس چلو۔"

یہ ایک ویران باغ تھا۔ وہ دونوں وہاں آئے۔

فریدی غافل نہیں تھا۔ وہ اچھی طرح [illegible] تھا کہ سوٹ کیس والا دھوکے میں رکھ کر حملہ ضرور کرے گا۔

"سمجھوتے کی باتیں بعد میں ہوں گی۔ پہلے یہ سوٹ میرے حوالے کردو۔"

"لو....!" اس نے بائیں ہاتھ سے سوٹ کیس فریدی کی طرف بڑھایا اور داہنے سے اس کے جبڑے پر بھرپور گھونسہ مارنے کی کوشش کی۔ فریدی ذرا سا بھی چوکتا تو اس گھونسہ کی منزل اس کا جبڑا ہی بنتا لیکن وہ تو پہلے ہی سے ہوشیار تھا۔ اس نے اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا اور وہ منہ کے بل نیچے چلا آیا۔ دوسرے ہی لمحے میں فریدی اس پر سوار تھا۔ اس نے اس کے دونوں ہاتھ سر کے اوپر کھینچ کر ہتھکڑیاں ڈالنے کی کوشش کی اور وہ بُری طرح مچلا لیکن فریدی نے اُسے ٹانگوں سے جکڑ لیا تھا.... کافی جدوجہد کے بعد وہ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال سکا۔

"اب سیدھے کھڑے ہو جاؤ پیارے۔" فریدی اسے چھوڑ کر ہٹتا ہوا بولا۔ "میں نے جنگلی سور کو پکڑ لیا ہے جس کے لئے فدیلی بہت مضطرب تھی اور میں اپنے دوست مسٹر ڈکسن کے لئے اس جنگلی سور کو پھانسی کے تختے تک لے جاؤں گا.... ریلوے بابا! تم گواہ رہنا۔"

مگر وہ آدمی زمین ہی پر پڑا رہا.... فریدی نے اس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ یہ ایک معمر آدمی تھا۔ اس کے چہرے پر سفید گھنی ڈاڑھی تھی اور فی الحال آنکھیں بند تھیں۔

"ہے ہے.... کیا انداز ہے! غضب کرتے ہو یار....!" فریدی مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا۔

"ایک موقعہ کا شعر سن لو.... کیا بتاؤں میرا فرزند یہاں موجود نہیں ہے ورنہ وہی سناتا۔ مجھے تو شعر و شاعری سے دلچسپی نہیں ہے.... تو تم آنکھیں نہیں کھولو گے پیارے.... خیر سنو۔

سنی جو پیروں کی میرے آہٹ تو کیا ہی بن ٹھن کے سو گئے وہ
جو میں نے تلوؤں میں گدگدایا ہٹا دیا مسکرا کے آنچل

میں بڑا خشک آدمی ہوں۔ پتہ نہیں یہ رنگین سا شعر میرے ذہن کے کسی گوشے میں کہاں سے آ چپکا تھا۔ لیکن موقع تو دیکھو دوست....!"

پھر یک بیک اس کا موڈ بگڑ گیا اور وہ اسے گریبان سے پکڑ کر سیدھا کھڑا کرتا ہوا غرایا۔ "تم نے شائد ابھی کسی کو قتل کیا ہے۔"

بوڑھا سیدھا کھڑا ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں سرخ تھیں انہیں خونخوار ہی کہا جا سکتا تھا۔

"تم کون ہو....؟" اس نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"وہی پرانا خادم! مسٹر ڈکسن جسے تم نے جنگلی سور کی کہانی سنائی تھی۔" فریدی نے کہا۔ "کیا تم اتنے گھٹیا قسم کے میک اپ سے یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ تمہاری شخصیت پر پردہ ڈال دے گا۔"

"تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کرنل فریدی۔" ڈکسن پرسکون لہجے میں بولا۔ "تم یہ نہ سمجھو ڈکسن کہ پہلے ہی سے میری نظر تم پر نہیں تھی اور میں تمہاری یا فدیلی کی باتوں میں آگیا تھا۔ مجھے ان حملہ آوروں کے لڑنے کا انداز پہلے ہی شبہہ میں ڈال چکا تھا۔ جنہوں نے نیاگرا میں مجھ پر حملہ کیا تھا اور میں نے ہی انہیں موقع دیا تھا کہ وہ کسی ویران گوشہ میں مجھے تنہا پا کر حملہ کریں! اگر تم بالکل اناڑی ہو ڈکسن! تم اتنی لمبی چوڑی اسکیم بنا تو بیٹھے تھے لیکن اتنا سلیقہ بھی نہیں رکھتے کہ

انسانی فطرت کو نظر میں رکھتے ہوئے کسی فرد کے افعال کا جائزہ لے سکو۔ اگر تم نے اس رات میرے رویئے پر غور کیا ہوتا تو مطمئن نہ ہو جاتے کہ فریدی پھندے میں پھنس گیا ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"جب وہ حملہ آور بھاگ نکلے تھے اور مجھ میں نبرد آزمائی کہ اتنی صلاحیت تھی کہ میرے کپڑے تک شکن آلود نہیں ہوئے تو میں نے ان بھاگنے والوں میں سے کسی ایک کا تعاقب کر کے اسے پکڑا کیوں نہیں تھا۔ یہ میرے لئے بڑا آسان کام ہوتا.... مسٹر ڈکسن۔"

ڈکسن کچھ نہ بولا۔ فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم پہلے احمق نہیں ہو۔ اس سے پہلے بھی کئی احمق مجھ سے ایسی زور آزمائی کر چکے ہیں۔ مجھے احساس بے بسی میں مبتلا کرنے کے خواب دیکھ چکے ہیں۔ میں جب بھی چاہتا تمہیں پکڑ لیتا.... مگر میں تو ایسی ہی کوئی سچویشن پیدا کرنا چاہتا تھا.... اب اس وقت تم پوری طرح میرے قبضے میں ہو۔ اس سوٹ کیس میں دو لاکھ کے نوٹ ہیں اور دو پیکٹ کوکین۔ میں نے ڈگبی کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ سوٹ کیس میں دو تین پیکٹ کوکین کے بھی رکھ دے۔"

"تم میرا کچھ نہیں کر سکتے۔" ڈکسن غرایا۔ "میں ٹیکم گڈھ جا رہا تھا۔ میرے جیب میں ٹکٹ موجود ہے۔ ریزرویشن بھی ہے۔ جس کا اندراج بکنگ آفس کی کتابوں میں ہو چکا ہے۔ دو لاکھ کیا میں دو کروڑ کی کرنسی کا گٹھر اپنے سر پر لاد کر چل سکتا ہوں۔ کون روکے گا مجھے.... اور کوکین تم نے میرے سوٹ کیس میں رکھی ہے۔ تم میرے بہت پرانے دشمن ہو، ایک بار میں نے ایک معاملہ میں تمہیں بڑی رشوت نہیں دی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم میرے دشمن ہو۔ میں نے تم سے ان کوکین فروشوں کے سلسلہ میں مدد طلب کی تھی، جو میرے آفس کو کوکین فروشی کا اڈا بنائے ہوئے ہیں۔ آفس والے جانتے ہیں کہ میں کئی بار وہاں اس سلسلہ میں ہنگامہ بھی برپا کر چکا ہوں۔ وہ شہادت دیں گے کہ مجھے اس مسئلہ پر بڑی تشویش تھی کہ میرے آفس سے کوکین کا کاروبار ہو رہا تھا۔ جو بھی اس کا ذمہ دار تھا اس نے تمہیں رشوت دی اور الٹا مجھے ہی پھنسا دیا۔"

فریدی اس کی بکواس کا جواب دیئے بغیر اسے ایک جانب دھکیلتا رہا۔ وہ باغ سے باہر آ گئے۔ اب ڈکسن خود ہی چل رہا تھا لیکن چال میں لڑکھڑاہٹ نہیں تھی۔ ہر قدم جچا تلا معلوم ہو رہا تھا۔ آنکھیں اب بھی سرخ تھیں۔ فریدی نے موٹر سائیکل وہیں چھوڑ دی اور ٹیکسی کر کے کوتوالی پہنچا

لیکن اس سے اب زبردست غلطی ہوئی تھی۔ اسے چاہئے تھا کہ ٹیکسی میں بیٹھ جانے کے بعد ڈکسن پر نظر رکھتا یا اس کے ہاتھ پکڑے رہتا.... اب جو کوتوالی پہنچ کر دیکھا تو ڈکسن کے چہرے سے ڈاڑھی غائب تھی۔ اس نے سارے بال نوچ کر ٹیکسی ہی میں پھینک دیئے تھے۔

کوتوالی میں بہتیرے آفیسر ڈکسن کو پہچانتے تھے اس لئے وہاں خاصی ہلچل مچ گئی۔ ڈی۔ ایس۔ پی نے فریدی سے کہا کہ وہ آئی۔ جی سے مشورہ لئے بغیر کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ معاملہ ایک بہت بڑے آدمی کا تھا۔ آئی۔ جی سے فون پر رابطہ قائم کیا گیا تو اس نے بھی کانوں پر ہاتھ رکھے اور وزیر داخلہ کا حوالہ دیا۔ وزیر داخلہ تک یہ بات پہنچی تو وہ خود ہی کو... دوڑے آئے۔ کیونکہ ڈکسن ان کے دیرینہ دوستوں میں سے تھا۔ وزراء ہی پر منحصر نہیں وزیر اعظم سے اس کے تعلقات تھے۔

مگر فریدی کی شخصیت بھی معمولی نہیں تھی۔ وزیر داخلہ کو تھوڑی دیر کے لئے دم بخود ہو جانا پڑا لیکن پھر انہوں نے کہا۔ "کرنل.... تم ملک و قوم کے سچے خادم ہو.... مجھے اعتراف ہے لیکن تم سے غلطی ہو سکتی ہے۔"

فریدی نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ اس سے غلطی نہیں ہوئی۔ ثبوت کے طور پر اس نے سوٹ کیس کو پیش کرنا چاہا لیکن وزیر خزانہ سمجھدار آدمی تھے۔ انہوں نے سب کے سامنے مزید گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ سب سے پہلے ڈکسن کی ہتھکڑیاں کھلوائیں پھر ان دونوں کو ساتھ لے کر ایک خالی کمرے میں چلے آئے۔ یہاں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ڈکسن برابر یہی کہے جا رہا تھا کہ "پہلے فریدی کو سب کچھ کہہ لینے دیجئے پھر میں بولوں گا۔"

فریدی نے یہاں سوٹ کیس کھول ڈالا.... لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے اپنے پیر تلے سے زمین نکلتی معلوم ہونے لگی.... سوٹ کیس میں نہ تو کوکین کے پیکٹ تھے اور نہ دولا... کے نوٹ.... ان کی بجائے.... ردی کاغذ کے بنڈل برآمد ہوئے۔

ڈکسن نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ "یہ سوٹ کیس اس نے زبردستی میرے ہاتھوں میں پکڑا دیا تھا۔"

"تم اس وقت ٹیکم گڈھ جانے والے تھے۔" فریدی بھی خوشدلی سے مسکرایا۔

"تمہاری جیب میں ایئر کنڈیشنڈ کا ریزرویشن موجود ہے۔ لیکن کیا تم لگیج کے بغیر اتنا لمبا سفر کرنے جا رہے تھے۔"

"مجھے بغیر لگیج سفر کرنے سے کون روک سکتا ہے۔" ڈکسن غرایا۔

وزیر داخلہ کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ انہوں نے کہا۔ "بھئی کرنل! ختم بھی کرو۔ میرا دعویٰ ہے کہ تم سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ بات آگے بڑھے۔"

"میں ہتک عزت کا دعویٰ کروں گا۔" ڈکسن نے کہا۔

"نہیں.... یہ سب کچھ نہیں ہوگا.... تم اپنے گھر جاؤ.... اور کرنل اپنے گھر جائیں گے۔" وزیر داخلہ نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں دیکھوں گا کہ یہ خبر پریس سے نہ آؤٹ ہونے پائے۔"

فریدی سوچ رہا تھا کہ ڈگبی اپنا کام کر گیا.... اس نے سوچا ہوگا کہ اب سرغنہ تو پکڑ ہی لیا جائے گا۔ پھر دو لاکھ وہ خود ہی کیوں نہ ہتھیا لے۔ اگر سوٹ کیس سرغنہ تک پہنچ بھی گیا اور وہ نہ پکڑا جا سکا تو بعد میں اسے پولیس کی کہانی سنا دے گا۔ کہے گا پولیس اس کے پیچھے تھی۔ لہٰذا اس نے سوٹ کیس میں نوٹوں کی بجائے ردی کاغذ بھر لیا تھا۔

شکار

دوسرے دن بارہ بجے فریدی نے سارے شہر کے اڈوں پر چھاپے مار کر کوکین بھی برآمد کی اور لوگوں کو بھی گرفتار کیا۔ شائد رات ہی کو ڈکسن نے انہیں کسی خطرے سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ ڈگبی بھی گرفتار کر لیا گیا۔ وہ شائد بھاگنے ہی کی فکر میں تھا لیکن فریدی کی بلیک فورس سے بچ کر کہاں جاتا.... حد یہ ہوگئی کہ ڈکسن نے اپنے آفس سے بھی کوکین کی کافی مقدار برآمد ہو جانے دی۔ کرتا بھی کیا اس کی اسکیم تو خاک ہی میں مل چکی تھی.... اب تو ضروری ہو گیا تھا کہ وہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے لائبر تک کو ہتھکڑیاں لگ جانے دیتا۔ بہر حال ان گرفتار شدگان کے خلاف راحیلہ بہترین گواہ تھی۔ جب اسے ڈاکٹر زیٹو کی شخصیت کا علم ہوا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ اب بھی شاٹو ہی میں مقیم تھی۔ وہاں کے قیدی بھی سرکاری حوالات میں منتقل کر دیئے گئے تھے۔

لائبر نے اپنی جو داستان بیان کی وہ بھی ان لوگوں کے بیانات سے مختلف نہیں تھی، جو اس گروہ سے کسی قسم کا بھی تعلق رکھتے تھے! یعنی لائبر کو بھی زبردستی اس پیشے میں لایا گیا تھا۔ جب

جیمس بارٹلے کی فرم میں اس کی تحویل سے زیورات چوری ہوئے تو اس کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کی گئی تھی۔ صرف ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ لیکن تیسرے ہی دن اسے پولیس نے دھر لیا اور اپنا شبہ ظاہر کیا کہ وہ چوروں کے کسی بہت بڑے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ دو دن تک وہ بند رہا پھر اچانک اس سے کہا گیا کہ اس نے جیمس اینڈ بارٹلے کی تحویل سے خود ہی زیورات غائب کئے تھے۔ لائبر یہ نہیں بتا سکا کہ پولیس کو کن ذرائع سے جیمس اینڈ بارٹلے والے کیس کا علم ہوا تھا۔ خود فرم کی طرف سے تو کسی قسم کی بھی کاروائی نہیں کی گئی تھی۔ پھر تیسرے دن لائبر کو معلوم ہوا کہ وہ کسی کی تصدیق اور سفارش پر چھوڑا جا رہا ہے۔ وہ بھی چھوڑ دیا گیا لیکن اسے اس کا علم نہ ہو سکا کہ سفارش کرنے والا کون تھا۔ پھر لائبر نے بھی پولیس کو یہی کہانی سنائی کہ کسی نے اسے فون پر دھمکیاں دے کر منشیات کی ناجائز تجارت پر آمادہ کیا تھا اور بتایا تھا کہ اس نے اسے گرفتار کرایا تھا اور وہی اس کی رہائی کا باعث بنا ہے۔ اگر اس نے اس کے احکام کی تعمیل نہ کی تو اسے آئے دن پولیس سے دوچار ہونا پڑے گا جس کے خلاف کہیں بھی شنوائی نہ ہو سکے گی۔ پھر کچھ دنوں بعد اس نے ڈکسن کے آفس میں ملازمت بھی کرلی تھی تاکہ اس کا شمار معززین میں ہوتا رہے اور کوئی اس پر انگلی نہ اٹھا سکے۔ فریدی کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے بتایا کہ وہ صرف کوکین کی تقسیم کا ذمہ دار تھا۔ کیش اس کے پاس کبھی نہیں آیا۔ خود اس کا حق المحنت اسے بیس ہزار روپے ماہوار کی شکل میں مل جایا کرتا تھا اور اسے اپنے فلیٹ کی میز کی دراز میں یہ رقم ملا کرتی تھی۔ یہ تو نہیں بتا سکا کہ رقم اس کے فلیٹ میں کون پہنچایا کرتا تھا۔ دن بھر آفس میں رہتا تھا اور فلیٹ اس دوران میں خالی ہوتا۔۔۔۔ کوئی بھی تھوڑی سی ہاتھ کی صفائی دکھا کر فلیٹ میں داخل ہو سکتا تھا۔۔۔ فریدی کے سوال کے جواب میں اس نے بتایا کہ اسے مسٹر ڈکسن پر کبھی شبہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے فریدی کے اس خیال کو مضحکہ خیز قرار دیا کہ ڈکسن خود ہی اس گروہ کا سربراہ ہو سکتا ہے۔ چونکہ ڈکسن کا معاملہ سختی سے دبا دیا گیا تھا اس لئے عوام کے کانوں میں اس کی بھنک بھی نہیں پڑنے پائی تھی۔ لہٰذا لائبر بھی پچھلی رات والے واقعہ سے لاعلم تھا۔ بہر حال اس کے اس بیان سے فریدی نے اندازہ کر لیا کہ اس کے ملازمین عام طور پر اس سے ناخوش نہیں رہتے تھے اور اس کے بارے میں ایسی اچھی رائے رکھتے تھے کہ انہیں اس کے کسی گروہ کے سرغنہ ہونے کا یقین کبھی نہ آتا۔۔۔۔ تو پھر یہ ڈکسن کچھوے کی طرح محفوظ اور سخت تھا۔

عام آدمیوں کو پچھلی رات کے کیس کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو لیکن کم از کم فریدی کے آفس میں تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔

جنہیں فریدی کی موجودگی میں ابھرنے کا موقع نہیں ملا تھا وہ اس پر فقرے چست کر رہے تھے۔ پھبتیاں کہہ رہے تھے۔ مگر فریدی نے اس طوفان کا مقابلہ بڑی خندہ پیشانی سے کیا۔ البتہ حمید تو اپنا استعفیٰ جیب ہی میں لئے پھر رہا تھا۔ منتظر تھا کہ کب فریدی استعفیٰ دے اور وہ بھی اپنا استعفیٰ پھینک دے۔۔۔۔ لیکن تین دن تک تو ایسا نہیں ہوا۔۔۔۔ آخر حمید پر جھلاہٹ کا دورہ پڑا۔

"کہاں سو گئی ہے آپ کی حمیت۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔

"خیریت۔۔۔۔!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"آپ استعفیٰ کب دیں گے۔"

"عقل چرنے گئی ہے کیا۔۔۔۔؟ استعفیٰ کیوں دوں۔"

"خیر خدا کا شکر ہے کہ آپ احساس بے بسی کا شکار تو ہوئے۔" حمید نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"تم غلط فہمی میں مبتلا ہو فرزند! ایسی کوئی بات نہیں ہوئی جس کی بناء پر استعفیٰ دینا پڑے۔"

"تو پھر واقعی آپ نے غلط قدم اٹھایا تھا۔"

"نہیں۔۔۔۔ میرا قدم نپا تلا تھا۔ مجھ سے اندازے کی بھی غلطی نہیں ہوئی تھی۔"

"تو پھر یہی کہنا چاہئے کہ آپ نے اپنی شکست تسلیم کرلی ہے۔"

"شکست جسے کہتے ہیں حمید صاحب۔ وہ صرف میری لاش ہی پر سے گذر سکتی ہے۔"

فریدی اٹھ کر ٹہلنے لگا۔۔۔۔ حمید اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔ جب خاموشی کا وقفہ طویل ہونے لگا تو حمید نے کہا۔ "اب آپ دعا مانگئے کہ اللہ کرے ڈکسن مر جائے۔"

"مرنا تو اسے پڑے گا حمید صاحب۔" وہ ٹہلتے ٹہلتے رک کر بولا۔ "اس نے درجنوں قتل کئے ہیں۔۔۔۔ اسٹیشن پر جس قلی کے اس نے چھری ماری تھی وہ بھی ہسپتال میں مر چکا ہے۔ شائد اسے شبہ ہو گیا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس نے تعاقب کرنے والے پر اپنی ہیبت بٹھانے اور اسے چیخوں کی طرف متوجہ کر لینے کے لئے اس قلی کو چھری ماری تھی۔ میں تم سے کیا بیان کروں کہ اس کی چیخ کتنی بھیانک اور دلدوز تھی۔ میں نے بڑی مشکل سے خود کو چیک کیا تھا۔ میری جگہ کوئی بھی ہوتا آواز کی طرف دوڑتا چلا جاتا اور ڈکسن دوسری طرف سوٹ کیس سنبھال کر اپنی

راہ لگتا۔ قلی پر حملہ کرنے کا مقصد قتل سے زیادہ صرف زخمی کر دینا تھا تا کہ وہ وہیں گر کر چیختا اور کراہتا رہے اور اس کی تاک میں اِدھر اُدھر چھپے ہوئے لوگ اس کی طرف دوڑ جائیں۔"

"میں تو سچ مچ دوڑ گیا ہوتا۔" حمید نے کہا۔

"مگر میرے افعال صرف قوت ارادی کے پابند ہیں۔ دوسری تحریکات کم ہی میرے جسم پر اثر انداز ہوتی ہیں۔"

"ختم کیجئے۔ میں ہم چشموں کی پھبتیاں سنتے سنتے تنگ آ گیا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں فوراً استعفیٰ دے دینا چاہئے۔"

"بہت ہی بچکانہ اور احمقانہ خیال ہے۔ ارے بھئی یہ وزراء صاحبان آج ہیں کل نہ ہوں گے اور پھر ہو سکتا ہے کہ وزیر داخلہ کی دانست میں وہ حقیقتاً کوئی شریف اور نیک آدمی ہو۔ اس کا ظاہر ایسا ہی ہے کہ کوئی اس پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ وزیر داخلہ کو یہی غلط فہمی ہوئی ہو کہ میں نے ڈکسن کو سمجھنے میں غلطی کی ہے اور انہوں نے اپنی دانست میں مجھ پر بھی رحم فرمایا ہو کہ معاملہ کو آگے نہیں بڑھنے دیا کیونکہ بھئی بہر حال میں بھی کچھ ٹوٹی پھوٹی سی حیثیت تو رکھتا ہی ہوں۔"

"اب اور بھی ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو گئی ہے۔" حمید نے سر ہلا کر کہا اور فریدی صرف مسکرا کر رہ گیا۔

پھر بولا۔ "ڈی۔ ایس۔ پی سٹی اور آئی جی کی نظروں میں لائبر ایک شریف اور نیک آدمی ہے۔ انہیں اس کا علم نہیں تھا کہ وہ ان بدمعاشوں کو کیوں پٹواتا رہتا ہے.... ان کے علم میں جو وجہ لائی گئی تھی وہ قطعی مناسب اور جائز تھی.... مثلاً ڈگبی کو پٹوانے کے سلسلہ میں اس نے شکایت کی تھی کہ ڈگبی اس کے دفتر کے ایک چپڑاسی کو دھمکاتا رہتا ہے.... لیکن ڈگبی کو پیٹتے وقت کسی خاص آدمی کا حوالہ دیئے بغیر صرف اتنا ہی کہا جاتا تھا کہ اس نے لوگوں کو دھمکیاں دینا چھوڑا تو اس کی ہڈیاں توڑ دی جائیں گی.... خود ڈی۔ ایس۔ پی صاحب تو پیٹنے سے رہے۔ یہ کام معمولی کانسٹیبل سر انجام دیتے تھے ان کی جیبوں میں دس دس کے نوٹ ڈالے گئے اور جس طرح جی چاہا پٹوا لیا۔"

"ارے چھوڑیئے ان قصوں کو.... آپ کہہ رہے تھے کہ ڈکسن نے کچھ قتل بھی کئے تھے۔"

"ہاں! گروہ کے مختلف لوگوں نے بتایا ہے کہ اکثر ان کے ساتھی یک بیک غائب بھی ہو

رہے ہیں، جو پھر کبھی نہیں دکھائی دیتے۔ ان سے کوئی غلطی سرزد ہوتی تھی اور وہ ختم کر دیئے جاتے تھے اور انہیں ان کے مکان کے قریب ہی کہیں دفن کرا دیا جاتا تھا۔"

"اس کا پتہ.... کیسے چل گیا کہ وہ دفن کرا دیئے جاتے تھے۔"

"میں نے بعض جگہوں کی کھدائی کرا کے کچھ پنجر برآمد کئے ہیں۔"

"مگر جگہوں کا علم آپ کو کیسے ہوا۔"

"لائبر نے بہت کچھ بتایا ہے.... مثلاً ایک رات اس نامعلوم آدمی کی طرف سے فون پر حکم ملا کہ وہ ایک آدمی کے مکان کی کمپاؤنڈ میں ایک قد آدم گڑھا کھدوائے۔ یہ کام راتوں رات ہونا تھا۔ لائبر نے گڑھا کھدوا دیا۔ مکان مقفل تھا اور لائبر جانتا تھا کہ مالک مکان بھی گروہ ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ دوسری صبح اس نے دیکھا کہ گڑھا برابر ہو گیا ہے اور اس دن سے پھر وہ آدمی بھی نظر نہیں آیا۔ مکان مقفل ہی پڑا رہا۔"

"تو وہ قاتل ہونے کے باوجود بھی اپنی گردن صاف بچا لے گیا.... کیوں؟" حمید نے کہا۔

"یار دماغ نہ کھاؤ.... تم نے یہ کیسے سمجھ لیا ہے کہ وہ گردن بچا لے گیا۔ میں کہتا ہوں کہ اسے مرنا پڑے گا۔"

"اچھی بات ہے۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "میں جا کر کوشش کرتا ہوں۔"

"کیا کرو گے.... تم....!"

"جا کر آنکھ ماروں گا شائد اللہ کی مہربانی ہو.... مر ہی جائے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"دفع ہو جاؤ.... مگر خبردار.... اس سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ مت کرنا۔"

"کیوں...." حمید چلتے چلتے رک کر مڑا۔

"اسے جب غصہ آتا ہے تو اس پر دیوانگی سی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ اس کی ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔"

"ارے آپ مجھے ڈرا رہے ہیں اس سے۔" حمید نے اکڑ کر کہا۔

"جاؤ.... میں نے تمہیں ایک بات بتائی ہے۔"



تقریباً پندرہ دن بعد جشن جمہوریہ کے سلسلے میں کیپٹن حمید اور کرنل فریدی کی ڈیوٹی قصر

صدر میں لگائی گئی۔ شہر کے عمائدین وہاں مدعو تھے۔

چونکہ بارش کے آثار تھے اور اس سے پہلے بھی اتنی بارش ہو چکی تھی کہ لان بیکار ہو کر رہ گئے تھے اس لئے دعوت کا انتظام ایک بہت بڑے ہال میں کیا گیا تھا۔

حمید ہال ہی میں تھا اور اس کی روح تازہ ہوئی جا رہی تھی.... کیونکہ وہاں حسن ہر رنگ میں نظر آ رہا تھا۔

اچانک اس نے فائر کی آواز سنی لیکن اندازہ نہ کر سکا کہ آواز کدھر سے آئی تھی۔ لیکن پھر اس نے شور بھی سنا اور ہال میں کھلبلی مچ گئی۔ ایک فائر پھر ہوا اور اب اس نے فریدی کو چیختے سنا جو کہہ رہا تھا۔ "ڈکسن تم پاگل ہو گئے ہو۔ میں کہتا ہوں ریوالور پھینک دو۔"

اور پھر فریدی بھاگتا ہوا ہال میں آ گیا۔ اس کے پیچھے ڈکسن تھا جس کے ہاتھ میں ریوالور نظر آ رہا تھا۔ فریدی اس طرف پیچھے ہٹنے لگا جدھر آدمی نہیں تھے۔ ساتھ ہی وہ کہتا جا رہا تھا۔ "تم پاگل ہو گئے ہو ڈکسن ریوالور پھینک دو۔ یہ قصر صدر ہے۔ ریوالور پھینک دو۔ ورنہ کسی کے گولی لگ جائے گی۔"

ڈکسن نے پھر فائر کیا اور فریدی خود کو بچاتا ہوا چیخا۔ "کوئی اس کے قریب نہ آئے یہ پاگل ہو گیا ہے۔"

ریوالور سے پھر شعلہ نکلا۔ فریدی نے پھر جھکائی دے کر خود کو بچایا۔ مگر ٹھیک اسی وقت دو فائر پھر ہوئے.... اور ڈکسن دھم سے فرش پر چلا آیا۔

صدر کے دو باڈی گارڈز کے ریوالوروں سے دھوئیں کی لکیریں نکل رہی تھیں، اب کسی حد تک حمید کو عقل آنے لگی تھی۔ اس نے سوچا کہ اچھا ہی ہوا اس نے ڈکسن پر فائر نہیں کیا ورنہ ریوالور تو اس کے ہولسٹر میں موجود ہی تھا۔

سب سے پہلے اس کے محکمہ کا ڈی۔ آئی۔ جی فریدی کے پاس پہنچا۔

"یہ کیا ہوا.... کیسے ہوا۔" وہ اس کا بازو جھنجھوڑ کر بولا۔

"کچھ نہیں جناب۔" فریدی بلند آواز میں بولا۔ "میں احکامات کے مطابق مہمانوں کی تلا(شی) لے کر اندر بھیج رہا تھا کہ یہ حضرت تشریف لائے۔ جب میں جھک کر ان کی جیبوں پر ہاتھ لگا رہا تھا انہوں نے میری ہولسٹر سے ریوالور کھینچ لیا.... میں اچھل کر پیچھے ہٹا اور انہوں نے فا

جھونک مارا.... جناب....!"

حمید کانپ کر رہ گیا۔ فریدی اس وقت بڑے بھولے پن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ لیکن حمید کو وہ کتنا ڈراؤنا لگ رہا تھا اس کا دل ہی جانتا تھا.... کچھ ہی دن پہلے اس نے کہا تھا۔ "جسے شکست کہتے ہیں حمید صاحب وہ صرف میری لاش ہی پر سے گذر سکتی ہے اور ڈکسن قاتل ہے اس لئے اسے مرنا ہی پڑے گا۔"

مگر اس وقت یہ سب کچھ کیسے ہوا ہوگا؟.... اس کے فرشتے بھی اس کا اندازہ کرنے سے قاصر تھے۔

وہ صدر مملکت کی آنکھوں کے سامنے مرا تھا.... اس پر صدر مملکت کے باڈی گارڈ نے گولی چلائی تھی.... فریدی خالی ہاتھ تھا اور فریدی ہی کے ریوالور سے ڈکسن فریدی پر گولیاں برساتا ہوا باڈی گارڈ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

حمید ایک بار پھر کانپ گیا.... فریدی پھر فریدی ہے۔ شکست کو لازمی طور پر اس کی لاش ہی پر سے گذرنا پڑے گا۔

لاش کے قریب سے بھیڑ ہٹائی جانے لگی.... فریدی کو کچھ آفیسر دوسری طرف لے کر چلے گئے ان میں صدر مملکت کا پرسنل سیکریٹری بھی تھا جسے صدر نے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ ڈکسن کا ذہنی توازن درست نہیں تھا۔ بلاوجہ اس نے یہ خونی کھیل شروع کر دیا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "ویسے کچھ ہی دنوں پہلے کی بات ہے...."

اس کے محکمہ کے ڈی۔ آئی۔ جی نے اسے گھور کر دیکھا اور فریدی نے جلدی سے کہا۔

"ہماری ملاقات نیاگرہ میں ہوئی تھی، تب تو بالکل ٹھیک تھا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی فدیلی بھی تھی۔"

ڈی۔ آئی۔ جی دوسری طرف دیکھنے لگا.... فریدی نے اس حادثہ کے متعلق صدر کے پرسنل سیکریٹری کو وہی بتایا جو پہلے بتا چکا تھا۔



اسی رات کو فدیلی نے ایک پریس رپورٹر کو بیان دیا کہ ادھر کچھ دنوں سے ڈکسن کی ذہنی

حالت درست نہیں تھی۔ اس نے اس دوران میں فدیلی کو چمڑے کے چابک سے مارا بھی تھا فدیلی نے پریس رپورٹر کو اپنے بازوؤں اور شانوں پر نیلے نشانات دکھائے اور بتایا کہ ڈکسن نے اسے قید کر دیا تھا۔ ایک کمرے میں بند رکھتا تھا اور ملازموں سے کہتا تھا کہ مادام کی ذہنی حالت خراب ہو گئی ہے اس لئے اسے کسی وقت بھی کمرے سے نہ نکلنے دیا جائے۔

کئی پریس رپورٹر ڈکسن کی کوٹھی کے گرد منڈلا رہے تھے۔ لیکن صرف وہی ایک رپورٹر فدیلی تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا تھا.... یہ اسٹار کا کرائم رپورٹر انور تھا۔

جب وہ باہر نکلا تو دوسرے رپورٹروں نے اسے گھیرنا چاہا لیکن وہ ان سے پیچھا چھڑا کر سیدھا فریدی کے پاس آیا اور اسے فدیلی کے بیان سے آگاہ کیا۔

"ٹھیک ہے اس کا بیان اسٹار میں جانے دو۔" فریدی نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا....!" انور تشویش کن لہجے میں بولا۔ "اس کہانی میں کہیں کوئی ایسی چیز ضرور ہے جسے کباب میں ہڈی کہا جا سکے۔"

"ہو گی۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا پھر انور کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا کر بولا۔ "کیوں بیٹے! تم رپورٹروں کا فن مجھ پر آزمانا چاہتے ہو۔ یہاں کچھ بھی نہ مل سکے گا۔"

"ارے.... توبہ توبہ....!" انور اپنے کان پکڑ کر منہ پیٹتا ہوا بولا۔ "میں نے سوچا تھا ممکن ہے کوئی ایسی خاص بات بھی ہو، جو آپ اس خادم سے نہ چھپائیں۔"

"جاؤ یار کان نہ کھاؤ۔" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ "یہ پریس رپورٹر نہ جانے کیوں مجھے بالکل گدھ معلوم ہوتے ہیں۔ ڈنگر مر گیا چلو نوچیں۔"

کچھ دیر تک حمید اور انور کی چوٹیں چلتی رہیں پھر انور اٹھ گیا۔

فریدی نے فون پر فدیلی کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فدیلی ہی کی آواز آئی۔

"میں کرنل فریدی ہوں۔"

"اوہ.... کرنل.... تم افسوس نہ کرنا۔ سب تمہاری ہی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر میں قید ہوتی تو تمہیں آگاہ کر دیتی کہ اس سے ہوشیار رہو۔"

"کیوں.... کیا بات تھی۔"

"مجھے وزیر داخلہ سے معلوم ہوا تھا سب کچھ۔ آپ نے شاید کوکین کے بزنس کا الزام اسی

دیا تھا۔"

"مگر میں نے غلط تو نہیں لگایا تھا۔ کیا تم بھی نہیں جانتیں کہ جنگلی سور وہ خود ہی تھا اور مجھے اس جال میں محض اس لئے پھانسنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اگر کبھی یہ بات کھل جائے تو کسی کو یقین آ سکے۔ اس کے دفتر سے یقینی طور پر بزنس ہوتا تھا اور وہ خود پورے گروہ کا سرغنہ تھا مگر دفتر والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سرغنہ ڈکسن ہی ہو سکتا ہے۔ اس معاملہ میں تو لائبر بھی دھوکا کھا گیا تھا۔"

"مگر اس نے تمہیں خواہ مخواہ کیوں چھیڑا تھا۔"

"یہ خدشہ دل سے نکالنے کے لئے کہ کبھی فریدی سے نہ مڈبھیڑ ہو جائے۔ وہ فریدی ہی پر چڑھ دوڑا۔ اس طرح کچھ دن دو دو ہاتھ ہونے پر فریدی کا خوف بھی جاتا رہا اور شائد اس نے یہ سوچا تھا کہ اس طرح وہ مجھے احساس بے بسی میں مبتلا کر دے گا۔"

"قسم کھاتی ہوں کرنل کہ میں دیدہ دانستہ اس سازش میں شریک نہیں ہوئی تھی۔ میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ مجھ پر تو اس وقت حقیقت واضح ہونے لگی تھی۔ جب وہ تمہارے ہاتھوں پٹ کر گھر واپس آیا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ تو سب کچھ جانتی تھی۔ تو نے فریدی کو بتا دیا، تو اس سے ناجائز تعلقات قائم کرنا چاہتی ہے۔ مگر میں تجھے اس عمارت میں سڑا دوں گا۔ پھر اس نے چابک سے مارا تھا۔ بہت بے دردی سے چابک برسائے تھے اور ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ اس کی ذہنی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ اگر ان دنوں فون تک میری رسائی ہوتی تو میں نے تمہیں باخبر کر دیا ہوتا۔ اب دیکھو نا.... آخر وہی بات ہوئی جس کا مجھے خدشہ تھا.... خدا نے تمہیں بچا لیا ورنہ تم اس کی دیوانگی کے شکار ہو گئے ہوتے۔ مجھے تو اس سے ذرہ برابر بھی ہمدردی نہیں رہ گئی۔"

"اچھا دیکھو اب کوکین وغیرہ کا تذکرہ نہ آنے پائے ورنہ اگر بات پھیل گئی تو تمہارے مستقبل کیلئے اچھا نہ ہوگا.... غالباً وزیر داخلہ بھی اس سلسلے میں خاموشی ہی اختیار کریں گے۔"

"میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گی.... میں نے خود ہی کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔"

"کیا حقیقت ہے کہ اس دن تم نے اس کے جسم پر نیل دیکھے تھے جب تم میرے یہاں سے واپس گئی تھیں۔"

"ہاں نیل تھے۔ بالکل ایسے ہی نشانات تھے جیسے چابک سے مرمت کی گئی ہو۔ لیکن یہ بھی فراڈ

تھا۔ اس کی حقیقت بھی اس وقت ظاہر ہوئی تھی جب اس نے مجھے چابک سے مارا تھا۔ میں نے کہا، میں اس ظلم کے خلاف رپورٹ درج کراؤں گی لیکن وہ اس پر ہنس پڑا تھا اور کہا تھا کہ وہ میرے جسم پر پائے جانے والے نشانات کو فراڈ ثابت کر دے گا۔ پھر اس نے الماری سے ایک شیشی نکالی جس میں کوئی بے رنگ سیال تھا۔ اس نے روئی کی پھریری اس سیال میں ڈبو کر میری کلائی پر ایک لکیر کھینچ دی اور وہ لکیر مجھے آگ کی لکیر معلوم ہونے لگی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اتنی جگہ پر جہاں سیال تھا ایک نیلے رنگ کی لکیر ابھر آئی، جو چابک کی ڈالی ہوئی لکیروں سے مختلف نہیں تھی۔"

پھر فریدی نے دو چار رسمی جملوں کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

"میں نے عرض کیا.... وہ کباب میں ہڈی۔" حمید کھنکار کر بولا۔

"انور کا اندازہ غلط نہیں تھا۔" فریدی مسکرایا۔ "ارے بھئی کسی کو بھی میرے بیان پر یقین نہیں ہے۔ لیکن کل کے اخبارات فدیلی کا بیان چھاپ کر میرے بیان کی تائید کر دیں گے۔ یہ محض اتفاق ہے کہ اس کی بیوی کی طرف سے میرے بیان کی تائید ہو گئی ورنہ وہ بیچارہ قطعی الدماغ تھا حمید صاحب۔"

"کیا مطلب....!"

"میں نے اسے اسی وقت تازہ تازہ پاگل بنایا تھا۔" فریدی اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

"اگر میں پاگل ہو گیا تو آپ پر فائر بھی نہ کر سکوں گا۔" حمید جل کر بولا۔ "کیونکہ میرے پاس بیوی بھی نہیں ہے، جو آپ کے بیان کی تائید فرما دے گی۔"

"جھلسو نہیں! بتاتا ہوں.... مجھے اس دوران میں اس کی بہتیری کمزوریاں معلوم ہوئی تھیں۔ سب سے بڑی کمزوری تو یہ تھی اس میں کہ وہ شدید غصہ کی حالت میں اپنی عقل کھو بیٹھتا تھا۔ لیکن ضرورت کسی ایسی حرکت کی تھی، جو اسے اتنا ہی غصہ دلا سکے، جتنے غصے کی حالت میں اس کی عقل کا تیا پانچہ ہو جاتا تھا۔ دوسری کمزوری اس میں یہ تھی کہ وہ چمر ٹیشین تھا اور اپنی اصلیت کو چھپانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس کی ماں دراصل چمارن تھی اور ایک انگریز آفیسر کے یہاں کے فرائض انجام دیتی تھی۔ اس کا تعلق کسی انگریز سے ہو گیا اور ڈکسن صاحب معرض وجود میں آئے.... بس اس وقت اس کی پیدائش کا حادثہ یاد آ گیا تھا۔ اس لئے وہ غصہ میں اپنی عقل

بیٹھے۔ ہوا یہ کہ میں ایک کمرے میں بیٹھا ایک مہمان کی تلاشی لے کر اسے ہال میں بھیج رہا تھا۔ چونکہ اسکیم پہلے ہی سے میرے ذہن میں تھی۔ اس لئے میں نے عورتوں کی تلاشی کا انتظام دوسرے کمرے میں کر دیا تھا۔ وہاں ریکھا عورتوں کی تلاشی لے رہی تھی اور ادھر میں مردوں کو دیکھ رہا تھا۔ طریقہ یہ تھا کہ ایک وقت میں ایک ہی مہمان کمرے میں آئے.... کچھ دیر بعد ڈکسن صاحب تشریف لائے اور انہوں نے مجھے دیکھ کر بہت بُرا سا منہ بنایا لیکن کرتے کیا.... میں ان حضرت کی تلاشی لینے لگا اور اسی دوران میں چپکے سے اپنا ریوالور ان کی جیب میں کھسکا دیا۔ کوٹ کی جیب تھی، فوراً ہی وزنی ہو گئی۔ انہیں بھی احساس ہو گیا اور وہ پیچھے ہٹے ہی تھے کہ میں نے گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ بیٹے تم یہاں ریوالور لے کر کیوں آئے ہو۔ آخر ہو نا چمارن کی اولاد۔ میں تم پر تھوکتا ہوں۔ یہ کہہ کر تھوک بھی دیا اس کے منہ پر.... بس پھر کیا تھا۔ آ گیا غصہ شیر کو اور عقل کھوپڑی سے نکل کر نیویارک پہنچ گئی۔ بس اس نے میرا ریوالور اپنی جیب سے نکال کر مجھ پر جھونک مارا۔ میں نے ہال کا راستہ لیا۔ اسکیم یہی تھی کہ باڈی گارڈ اسے ختم کر دیں۔ ویسے میں ڈر رہا تھا کہ کہیں تمہاری عقل بھی نہ اس کی عقل کو للکار بیٹھے اور پہلے تم ہی اس پر فائر جھونک مارو.... مگر خیر خدا کا شکر ہے کہ تمہاری عقل تمہاری کھوپڑی ہی میں رہ گئی تھی۔"

حمید سناٹے میں آ گیا۔ وہ فریدی کو سگار سلگاتے دیکھ رہا تھا.... لیکن اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی آتشی عفریت بیٹھا جلتی ہوئی لکڑی چبا رہا ہو۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

دوسرے دن کے اخبارات میں فدیلی کا بیان آ گیا۔ لیکن فریدی کے محکمے کا ہر فرد یہی سوچ رہا تھا کہ کباب میں ہڈی ضرور تھی۔

ویسے حقیقت حمید کے علاوہ اور کسی کو آج تک نہ معلوم ہو سکی۔

راحیلہ کو کین فروشوں کے مقدمے میں سلطانی گواہ بنائی گئی تھی.... وہ جب بھی حمید سے ملتی اس پر چھینکوں کا دورہ پڑ جاتا۔ وہ چھینکتی رہتی اور حمید اسے بُرا بھلا کہتا رہتا۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 78

آوارہ شہزادہ

(مکمل ناول)

پیشرس

آوارہ شہزادہ کی کہانی حاضر ہے.... کہانی میں نیا پن بھی آپ کو مل جائے گا لیکن تھیم نیا نہیں ہے۔ نئے تھیم آئیں بھی کہاں سے.... جو کچھ عام طور پر ہوتا رہتا ہے۔ اسی سے کہانیاں بھی مرتب کی جاتی ہیں.... اور ایک ہی بات ہزار طرح سے کہی جاتی ہے۔ بس کہنے کا اندازہ ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ اگر ایک ہی بات یکساں انداز میں دس بار دہرائی جائے تو آپ بور ہو جائیں گے۔ لیکن اگر کہنے کا انداز بدلتا رہے تو آپ کو پسند بھی آئے گی اور نئی بھی معلوم ہوگی.... مثال کے طور پر اگر کوئی بیمار متواتر کراہ رہا ہو... "ہائے میں مرا.... ہائے میں مرا۔" تو آپ شدت سے بور ہوں گے۔ لیکن اگر اچانک کہہ اٹھے "ہائے تیمار دار بھی مرے۔" تو آپ بیساختہ ہنس پڑیں گے۔ بات تو ایک ہی ہوئی یعنی مریض کی تکلیف جس کا اظہار وہ پہلے سیدھے سادے الفاظ میں کر رہا تھا اور آپ بور ہو رہے تھے تو کہنے کا مطلب یہ کہ بات کہنے کا انداز بدلتا رہنا چاہئے۔

ادھر بہت دنوں سے عمران سیریز کے خاص نمبر کا تقاضہ جاری ہے.... لیکن میرا وہی حال کہ "ہائے میں مرا" نہیں گھبرایئے نہیں نہ میں مریض ہوں اور نہ آپ تیمار دار! اس لئے میں خدانخواستہ اس بات میں نیاپن پیدا کرنے کی کوشش نہیں کروں گا.... گذارش یہ ہے کہ عمران سیریز کا خاص نمبر بھی جلد ہی پیش کیا جائے گا۔ مگر جاسوسی دنیا کے خاص نمبر کے بعد....!

آوارہ شہزادہ کے بعد جاسوسی دنیا کا خاص نمبر "چاندنی کا دھواں" پیش کر رہا ہوں۔ کوشش یہی ہے کہ یہ بہتر سے بہتر ہو.... آپ کی خواہش کے مطابق اس میں کچھ تھوڑا سا "طلسم ہوشربائی" عنصر بھی ہوگا، جسے آپ سائنس فکشن کہتے ہیں اور میرا کوئی ایسا ناول پڑھنے کے بعد مجھے یہ ضرور لکھتے ہیں کہ "ہاں.... یہ تھا زوردار"

پچھلا ناول "اونچا شکار" آپ کو پسند آیا۔ اس کے لئے شکریہ قبول فرمایئے۔ جی ہاں بس! ہر کہانی کا اپنا مقدر ہوتا ہے اور وہ مقدر سو فیصدی میرے موڈ سے وابستہ ہے۔ اگر کہانی اچھے موڈ میں شروع کی تو مقدر بن گیا! ورنہ خیر اب ایسا بھی نہیں ہے کہ میری کوئی کہانی بالکل ہی چوپٹ گئی ہو! کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہی ہے، اس میں جس کا اعتراف آپ کو بھی ہے۔"

اب کہانی شروع کیجئے....!

ابن صفی

۳۰ راگست ۱۹۵۸ء

خودکشی

بادلوں کی گرج سے شہر کی اونچی عمارتیں تھرا رہی تھیں۔

بارش شام سے اب تک نہیں تھمی تھی۔ کبھی کبھی زور ضرور کم ہو جاتا تھا لیکن پھر یک بیک بجلیاں کوندتیں بادل گرجتے اور پھر وہی موسلا دھار۔

لیڈی داؤد نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ ایسے موسم میں بھی اس کا حسین چہرہ کملایا ہوا تھا اور وہ اپنی عمر سے دس سال زیادہ کی معلوم ہو رہی تھی۔ بائیس تیئس سال کی عمر ایسی نہیں ہوتی کہ آنکھیں ویران ہو کر رہ جائیں۔ ان میں جوانی کی ہلکی سی پرچھائیں بھی نہ نظر آئے۔

پھر وہ میز کی طرف پلٹ آئی.... اور اس چھوٹی سی مشین کو گھورنے لگی جس کے لیبل پر سرخ حروف میں "زہر" لکھا ہوا تھا۔

وہ دو گھنٹے سے سر داؤد کی منتظر تھی اور یہ دو گھنٹے اس نے اسی طرح گذارے تھے۔ کبھی بالکنی پر چلی جاتی اور کبھی میز کی طرف واپس آکر اس شیشی کو گھورنے لگتی.... یہ دو گھنٹے اسے ایسے ہی لگے تھے جیسے بیس سال گذر گئے ہوں.... اس کے چہرے پر بھی کم از کم بیس ہی سال کی تھکن نظر آرہی تھی۔

اسے آج کی رات ہر حال میں مر جانا تھا۔ وہ دوسری صبح نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ لیکن اس خواہش تھی کہ مرنے سے پہلے سر داؤد سے ضرور گفتگو کرے اور یہ گفتگو اس کی ایک سالہ ناہید کے علاوہ اور کسی کے متعلق نہ ہوتی، جو برابر والے کمرے میں سو رہی تھی۔

لیڈی داؤد کے ذہن میں اس وقت ناہید اور زہر کی شیشی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک کے مستقبل کی اسے فکر تھی اور دوسری خود اس پر مستقبل کے دروازے بند کرنے والی تھی۔ دونوں ہی اہم تھیں۔

اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ گیارہ بج رہے تھے۔ سر داؤد کی واپسی عموماً کافی رات گئے ہوا کرتی تھی۔ وہ پچاس سے تجاوز کر چکا تھا لیکن شادی کو صرف تین سال ہوئے تھے۔ یعنی یہ پہلی لیڈی داؤد تھی۔ گھر سے اتنی رات گئے تک باہر رہنے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اسے لیڈی داؤد دلچسپی نہیں تھی۔ اس پر تو وہ جان دیتا تھا۔ حقیقتاً یہ کاروبار کا معاملہ تھا۔ شہر میں اس کے تین بہت بڑے ہوٹل تھے جس کے روزانہ کے حسابات کی جانچ پڑتال میں اسے کافی دیر ہو جاتی .... ویسے ان ہوٹلوں کے علاوہ بھی مختلف قسم کے کاروبار تھے۔ لیکن وہ ان ہوٹلوں میں ذاتی پر دلچسپی لیتا تھا۔

لیڈی داؤد کی ذہنی رو، اب سر داؤد کی طرف مڑ گئی تھی۔ وہ کیا سوچے گا.... وہ کیا کرے گا.... اس کا کیا حشر ہوگا! اس بڑھاپے میں بھی وہ کسی ننھے سے بچے کی طرح اس کی نظر التفات منتظر رہتا تھا۔ کچھ بھی ہو.... کچھ بھی ہو۔ اسے مرنا ہی پڑے گا۔

اچانک برابر والے کمرے میں ناہید چیخ کر روئی.... پہلے تو لیڈی داؤد بیتابانہ انداز دروازے کی طرف جھپٹی، مگر پھر یک بیک ٹھٹک گئی۔ وہ اس وقت بچی کے قریب نہیں جانا چاہتی تھی.... اگر وہ اپنے ننھے منے ہاتھ اس کی طرف پھیلا دے تو کیا ہوگا.... ہو سکتا ہے کہ اس قدم ڈگمگا جائیں.... نہیں نہیں وہ اس کمرے میں سر داؤد کا انتظار کرے گی۔

ناہید کی آواز کے ساتھ ہی اس کی نرس میریا کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ شائد وہ تھپک رہی تھی جب وہ روتی ہے.... جب وہ روتی ہے.... لیڈی داؤد کے ذہن میں ناہید کے ننھے ہونٹ ابھر آئے۔ رونے کے لئے مخصوص انداز میں سکڑے ہوئے ہونٹ.... اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگا اور وہ خود بھی پھوٹ پڑی.... پھر وہ اس طرح دھاڑیں مار مار کر روئی

میریا بچی کو چھوڑ کر اس کے کمرے میں چلی آئی تھی۔



دوسری صبح کرنل فریدی ناشتے کی میز پر پہنچا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے حمید کو کال ریسیو کرنے کا اشارہ کیا.... حمید اٹھا تو تھا مگر حلوے کی پلیٹ بھی اس کے ساتھ ہی فون والے کمرے میں چلی گئی۔

اور پھر جب وہ وہاں سے واپس آیا تو اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور حلوے سے دونوں ہونٹوں کی درمیانی خلاء پر نظر آ رہی تھی۔

پلیٹ میز پر رکھ کر اس نے سارا حلوہ ایک ہی بار حلق سے اتارنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "ڈ.... ڈی۔ آئی۔ جی صاحب۔"

فریدی سینڈوچ ہاتھ سے رکھ کر اٹھ گیا۔

دوسری طرف ڈی۔ آئی۔ جی ہی تھا۔

"دیکھو بھئی۔" وہ جلدی جلدی کہہ رہا تھا۔ "تمہیں بذات خود تفتیش کرنی ہے۔ پچھلی رات لیڈی داؤد نے خودکشی کر لی۔ حالات ایسے ہیں کہ اسے کسی گھریلو جھگڑے کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا۔"

"لیڈی داؤد....!" فریدی نے کہا۔ "میں یہ نام سن چکا ہوں۔ غالباً سر داؤد وہی ہیں جن کا ہوٹل دی فرانس ہے۔"

"وہی.... وہی....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "پچھلی رات وہ اپنے ایک ہوٹل میں حسابات کی دیکھ بھال کر رہے تھے.... غالباً ہوٹل دی فرانس ہی کی بات ہے.... ساڑھے گیارہ بجے کسی نے فون پر انہیں اطلاع دی کہ لیڈی داؤد کچھ دیر پہلے ڈی لکس میڈیکل اسٹور میں زہر خریدنے آئی تھیں۔ منیجر نے ان سے معذرت طلب کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ زہر کے لئے انہیں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا اجازت نامہ پیش کرنا پڑے گا۔ پھر منیجر کسی کام سے اندر چلا گیا اور لیڈی داؤد نے ایک سیلز مین کو پچاس روپے بطور رشوت دے کر زہر حاصل ہی کر لیا۔ یہ بات منیجر کے علم میں اس وقت آئی جب لیڈی داؤد کی کار حرکت میں آ گئی تھی۔ فون پر گفتگو کرنے والے نے خود کو میڈیکل اسٹور کا مالک ظاہر کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر زہر پوری مقدار میں واپس نہ کیا گیا تو

وہ پولیس کو اس کی اطلاع دیدے گا۔ اس اطلاع پر سر داؤد بڑی بدحواسی کے عالم میں گھر پہنچ لیڈی داؤد سے پہلے نرس میریا سے ملاقات ہوئی اس نے انہیں بتایا کہ لیڈی داؤد اپنی خواب گاہ رو رہی ہیں۔ وہ ان کے کمرے میں گئی تھی لیکن انہوں نے ڈانٹ کر بھگا دیا۔ سر داؤد دوڑ ہوئے اوپری منزل پر پہنچے، جہاں خواب گاہ تھی، جیسے ہی وہ خواب گاہ میں پہنچے لیڈی داؤد ہاتھوں سے گلاس چھوٹ گیا۔ لیڈی داؤد کے حلق سے ایک چیخ بھی نکلی تھی اور پھر وہ کچھ کہے بالکنی کی طرف دوڑی تھیں اور نیچے چھلانگ لگا دی تھی۔ پھر وہ دو گھنٹے تک زندہ رہیں لیکن پولیہ کو بیان نہیں دے سکی تھیں۔"

"یہ سر داؤد کا بیان ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں سر داؤد کا بیان ہے۔"

"لیکن آپ کو اس کی صحت میں شبہ ہے۔"

"سر داؤد سے میرے دوستانہ تعلقات ہیں۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ "وہ ایک اچھا آد ہے! بیان میں مجھے کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن پولیس کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ لیڈی داؤد ڈی۔ لکس میڈیکل ہال میں گئی تھیں اور نہ اس کا منیجر انہیں پہچانتا تھا۔ میڈیکل ہال کے مالک بھی اسے تسلیم نہیں کیا کہ اس نے کسی ایسے واقعہ کی اطلاع سر داؤد کو فون پر دی تھی۔"

فریدی نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی! اس کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔

"لیڈی داؤد اس وقت زہر ہی پینے جا رہی تھیں، جب سر داؤد کمرے میں داخل ہو تھے۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں یہی سچویشن تھی۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے جواب دیا۔ "جس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے گلاس ہاتھ سے چھوٹ جانے پر بھی وہ خودکشی کا خیال دل سے نہیں نکال سکی تھیں! وہ طے کر تھیں کہ انہیں ہر حال میں مرجانا ہے، اس لئے انہوں نے ایک ذریعہ ختم ہوتے دیکھ کر چھلانگ لگا دی۔"

"لاش کہاں ہے۔"

"وہ تو پوسٹمارٹم کے لئے جا چکی ہے۔"

"ہدایت کر دیجئے کہ پوسٹمارٹم کی رپورٹ جلد از جلد میرے پاس بھیج دی جائے۔"

"ایسا ہی ہو گا۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

فریدی نے ناشتے کی میز پر اس کا تذکرہ چھیڑ دیا اور حمید اس طرح منہ بنائے سنتا رہا جیسے ناشتہ میں اسے کچے شلجم چبانے پر مجبور کیا گیا ہو۔

"اس جوڑے کو کبھی دیکھا آپ نے۔" اس نے فریدی کے خاموش ہو جانے پر پوچھا۔

"بارہا....!"

"سر داؤد کی بکواس ہے کہ کسی نے فون پر اس قسم کی گفتگو کی تھی۔ لیڈی داؤد کی خودکشی کا باعث سر داؤد کا بڑھاپا ہی ہو سکتا ہے۔"

"پھر کہانی میں اس ٹکڑے کا مقصد....!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"مقصد اسی وقت ظاہر ہو جاتا ہے جب ڈی لکس میڈیکل اسٹور کا مالک سر داؤد کے بیان کی تردید کرتا ہے۔ جب منیجر کہتا ہے کہ اس نے لیڈی داؤد کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔"

"ضروری نہیں ہے کہ ہر جوان عورت بوڑھے شوہر کو ناپسند ہی کرتی ہو۔ حمید صاحب بہتیری لڑکیاں تو بوڑھے شوہروں کی خواہش مند رہتی ہیں۔ اپنے ہم عمروں میں ان کے لئے قطعی سکس اپیل نہیں ہوتی۔"

"الٹا فلسفہ....!"

"فلسفہ نہیں ہے۔ نفسیات فرزند.... یہ بھی جنسی کج روی کی ایک قسم ہے۔"

"میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔" حمید پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ "کیونکہ میں اسے نوجوان کے گرد منڈلاتے دیکھ چکا ہوں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "ابھی پچھلے ہی دنوں میں نے اسے پرنس برونوف کے ساتھ دیکھا تھا۔"

"یہ کون ہے؟"

"زار روس کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ تین چار ماہ ہوئے فرانس سے یہاں آیا تھا۔ بہت مالدار آدمی ہے۔ اس پر لڑکیاں بقول شخصے.... برستی ہیں۔"

حمید کا منہ بگڑ گیا تھا۔

"کیوں تم اس کا تذکرہ اتنے ناخوشگوار لہجے میں کیوں کر رہے ہو۔" فریدی مسکرایا۔
تمہاری کچھ ملنے والیاں بھی اس کے گرد جمع ہو گئی ہیں۔"

"چھوڑیئے! اس تذکرہ کو.... میں آج ہی اسے ذلیل کرنے والا ہوں۔"

"کیوں؟"

"وہ خود کو ایک اچھا نشانہ باز تصور کرتا ہے۔ اناڑی قسم کی لڑکیوں پر رعب ڈالنے کے
رائفل کلب میں اپنے کمالات دکھایا کرتا ہے۔ ایک دن کسی سے شمشیر بازی بھی فرمائی تھی۔

"پھر تم اسے کیسے ذلیل کرو گے۔"

"میں نے اسے چیلنج کیا ہے۔"

"حماقت سرزد ہوئی ہے تم سے۔"

"کیوں؟"

فریدی کچھ سوچ رہا تھا پیچھا چھڑانے کے لئے بولا۔ "کچھ نہیں۔"

"نہیں بتایئے نا....!"

"ڈفر ہو تم! تمہارا نشانہ.... میرا خیال ہے کہ تم اچھے نشانہ باز تو نہیں ہو! خیر ختم کرو
داؤد سے ملنے جا رہا ہوں۔ تمہیں بھی چلنا ہے۔"

"مجھے ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے رائفل کلب پہنچنا ہے۔" حمید نے گھڑی کی طرف
ہوئے کہا۔

"کیا لیڈی داؤد بھی رائفل کلب کی ممبر تھی۔"

"میرا خیال ہے کہ تھی۔"

"تب تو آج یہ مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ کلب یقینی طور پر بند رہے گا۔"

"محض خیال ہے کہ وہ رائفل کلب کی ممبر تھی۔ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔"

"خیر چلو پہلے وہیں چلیں گے۔" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ رائفل کلب کے لئے روانہ ہو گئے۔ پھر جب وہ کلب کی عمارت میں
ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ ہال میں تعزیتی میٹنگ ہو رہی ہے۔

یہ دونوں بھی وہیں چلے گئے۔ حمید تو باقاعدہ طور پر یہاں کا ممبر تھا۔ میٹنگ کے اختتام

کا سیکریٹری سیدھا انہیں کی طرف آیا۔
ایک دراز قد اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہو گی،
گھنی اور ڈھلکی ہوئی مونچھیں تھیں۔ جن کے بال خم کھا کر نچلے ہونٹ پر سایہ کئے ہوئے
نسلاً یوریشین تھا۔ شہر کے ذی عزت لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس کی نرم دلی اور
نکسر المزاجی مشہور تھی۔

"کرنل! بڑا افسوس ناک واقعہ ہے۔" وہ فریدی کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

"یقیناً مسٹر گراہم....!" فریدی مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ "لیڈی داؤد کب سے یہاں کی ممبر تھیں۔"

"زیادہ عرصہ نہیں گذرا...." گراہم کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "شائد پچھلے ماہ کی بات ہے کہ وہ ہم
شریک ہوئی تھیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ان کا نشانہ بھی اچھا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"بہت اچھا کہئے جناب۔" اس نے حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیپٹن اب یہ مقابلہ کل
ہو سکے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔" حمید بولا۔

"میں اس وقت اسی لئے آیا تھا کہ اس قسم کا کوئی مقابلہ نہ ہونے دوں۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں....؟" گراہم کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"پرنس برونوف ہمارے ملک میں مہمان ہے اس۔لئے ہمیں اس کی دل شکنی نہ کرنی چاہئے۔"

"اوہ.... ارے نہیں۔" گراہم ہاتھ ہلا کر ہنسنے لگا۔ "پرنس کو میں نے بہت قریب سے دیکھا
ہے۔ وہ ایک سچا اسپورٹس مین ہے۔ اسے اپنی شکست کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو گی، ویسے میں اتنا
ضرور کہوں گا کہ کیپٹن سے اندازے کی غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ میں فوجی زندگی کا دس سالہ تجربہ رکھتا
ہوں۔ میری نظروں سے ہزاروں نشانہ باز گذرے ہیں، لیکن پرنس برونوف اپنی مثال آپ ہے۔"

"اس کی فکر نہ کرو دوست۔" حمید نے پائپ کی راکھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ "میں بھی اسپورٹس
مین ہی ہوں اور اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ شکست اندازے کی غلطی ہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔"

"اوہ کیا آپ بُرا مان گئے جناب! میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ اس سے کسی طرح کم
تھے۔ میں کہنا کچھ چاہتا تھا زبان سے کچھ نکل گیا۔ آپ کیا پئیں گے۔ کرنل صاحب۔ کپتان

صاحب تو پیتے ہی نہیں۔"

"میں بھی نہیں پیتا۔" فریدی مسکرایا۔

"کمال کے آدمی ہیں آپ لوگ بھی.... اچھا جناب۔ میں ابھی حاضر ہوا۔"

سیکریٹری ہال سے چلا گیا۔ حمید برونوف کو گھورنے لگا، جو تین چار لڑکیوں کے نرغے میں کھڑا ہنس رہا تھا.... یہ ایک وجیہہ اور تندرست نوجوان تھا۔ جنس مقابل کے لئے اس کی شخصیت حقیقتاً بڑی پرکشش تھی۔ آج کل اس کے بڑے چرچے تھے۔ اونچے طبقے کی عورتیں خصوصیت سے اس کی مداح تھیں۔

یک بیک اس کی اور فریدی کی نظریں چار ہوگئیں اور پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ فریدی کے چہرے سے نظریں ہٹانے کی کوشش تو کر رہا ہے لیکن کامیابی نہیں ہوتی۔

اس کے گرد نظر آنے والی لڑکیاں بھی فریدی کی طرف متوجہ ہوگئی تھیں۔

"آؤ چلیں۔" فریدی نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

پھر وہ لنکن میں آبیٹھے۔

"کیا یہاں سب تمہیں کیپٹن حمید ہی کی حیثیت سے جانتے ہیں۔" فریدی نے مشین اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں.... گراہم کے علاوہ شائد ہی کوئی میری اصلیت سے واقف ہو۔"

"کیوں....؟"

"جب میں ممبر ہونے لگا تھا تو اس نے خود ہی استدعا کی تھی کہ میں کسی پر اپنی اصلیت ظاہر نہ کروں۔ ممبروں کے رجسٹر میں اس نے میرا نام خاور لکھا تھا۔"

"تم نے وجہ نہیں پوچھی تھی۔"

"وجہ....!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک ادھر اُدھر دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اس کا خیال تھا کہ اس طرح جرائم پیشہ لوگ کلب سے دور ہی رہیں گے۔"

"کیا بات ہوئی۔"

"وہ کہتا ہے کہ اکثر جرائم پیشہ لوگ بھی یہاں آگھستے ہیں اور شہر کے جرائم پیشہ لوگوں میں شائد ہی کوئی ایسا ہو جو ہمیں نہ پہچانتا ہو، لہٰذا اگر انہوں نے مجھے یہاں نام کی تبدیلی کے ساتھ پایا

یقینی طور پر میری موجودگی کو مصلحت آمیز اور خطرناک تصور کریں گے۔ اس طرح اس کا کلب غیر پسندیدہ عناصر سے پاک رہ سکے گا۔"

فریدی نے کار اس سڑک پر موڑ دی جس پر سرداؤد کی کوٹھی تھی۔

یہاں اس وقت بھی پولیس والے موجود تھے! ڈی۔ ایس۔ پی سٹی نے فریدی کو دیکھ کر بُرا سا منہ بنایا۔ لیکن اسے بہر حال اس سے تعاون کرنا ہی تھا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی سرداؤد کا بیان اپنی ٹیکنیک کے مطابق نوٹ کر رہا تھا۔

"ہماری شادی۔" سرداؤد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کسی قسم کے جبر کا نتیجہ نہیں تھی۔ پہلے ایک دوسرے کے بہترین دوست تھے۔ پھر ہماری شادی ہوئی تھی.... شادی سے قبل ہمارے جنسی تعلقات نہیں رہے تھے۔"

"تو آپ خودکشی کے اسباب پر روشنی نہیں ڈال سکیں گے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں! کاش مجھے کسی ایسی بات کا علم ہوتا۔"

"لیڈی صاحبہ کسی کلب کی ممبر تھیں؟"

"صرف رائفل کلب کی.... انہیں نشانہ بازی سے لگاؤ تھا۔ اس کے علاوہ میری دانست میں تو وہ کسی بھی کلب کی ممبر نہیں تھیں۔"

حمید اکتائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً ایک پتھر کا ٹکڑا کھڑکی کی راہ سے آکر سامنے والے فریم سے ٹکرایا جس میں سوئٹزرلینڈ کے ایک منظر کی تصویر تھی.... شیشے کے ٹکڑے چھنچھناتے ہوئے فرش پر گرے۔

توہین

حمید نے کھڑکی کی طرف بڑھنا چاہا۔

"ٹھہرو....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "کھڑکی کے سامنے کوئی نہ جائے۔"

اس نے ادھر اُدھر دیکھ کر ایک گوشے سے ایک چھڑی اٹھائی۔ حمید اور سرداؤد اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے.... اس نے اپنی فلٹ ہیٹ چھڑی پر رکھی اور اسے اس طرح کھڑکی کے قریب

لے گیا کہ اس کا صرف اوپری حصہ باہر سے دیکھا جاسکے۔

"شائیں....!" فلٹ ہیٹ میں سوراخ کرنے والی گولی دوسری طرف کی دیوار میں گھس گئی۔ یہ فائر شائد کسی سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے کیا گیا تھا۔ کیونکہ فائر کی آواز نہیں سنی گئی تھی۔

"دیکھو....!" فریدی نے حمید سے کہا اور حمید دوڑتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"یہ دنیا بڑی عجیب جگہ ہے سرداؤد۔" فریدی نے فلٹ ہیٹ پر نظریں ڈالتے ہوئے کہا "آپ نہیں کہہ سکتے کہ کس وقت کیا ہو جائے گا.... سب کچھ غیر یقینی ہے۔ محترمہ کی خودکشی آپ کے لئے غیر متوقع تھی اور یہ گولی میرے لئے غیر متوقع تھی جس نے ابھی ابھی میرے پسندیدہ فلٹ میں سوراخ کر دیا ہے۔"

"آپ یہیں کھڑے رہیں گے۔" سرداؤد نے حیرت سے کہا۔ "چلئے دیکھیں۔"

"فضول ہے۔" فریدی مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "اتنے دلیرانہ اقدام وہی لوگ کرتے ہیں، جنہیں بہت زیادہ خود اعتمادی ہو.... پارک میں آپ کو کوئی بھی نہ ملے گا.... پارک کیا کہئے، اسے تو آپ نے جنگل بنا رکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ مالتی کی بے ترتیب جھاڑیوں میں کم کم دس آدمی گھنٹوں چھپے رہ کر تلاش کرنے والوں کو ڈاج دے سکتے ہیں۔"

"یہ جھاڑیاں عمداً اس حالت میں چھوڑ دی گئی تھیں۔ خیال تھا کہ انہیں جنگلی جانوروں شکلوں میں ترشواؤں گا۔"

"کسی نے آپ کو غلط مشورہ دیا ہوگا۔ مالتی کی جھاڑیوں میں اس کی صلاحیت نہیں ہوتی کیونکہ اس کی شاخیں لچکیلی ہوتی ہیں.... کراٹا.... ڈوڈینا وغیرہ البتہ اس مقصد کیلئے مناسب ہیں۔ خیر ہاں تو میں آپ سے یہ عرض کر رہا تھا جناب کہ یہاں عموماً غیر متوقع باتیں ظہور میں آتی ہیں۔

"مگر یہ فائر آپ کے لئے تو غیر متوقع نہیں تھا۔" سرداؤد نے پلکیں جھپکائیں۔

"غیر متوقع بھی کہا جاسکتا ہے۔" فریدی بولا۔ "میں نے احتیاطاً یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ ہاں البتہ یہ پتھر، جو فریم سے ٹکرایا تھا۔ یقینی طور پر غیر متوقع کہا جاسکتا ہے، مگر یہ گولی کسی کھوپڑی میں سوراخ کرتی۔"

وہ جواب طلب نظروں سے سرداؤد کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں کیسے بتا سکتا ہوں۔" سرداؤد نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ اس کی آنکھوں

سے دہشت جھانک رہی تھی۔

"لیڈی صاحبہ تہیہ کر چکی تھی کہ وہ ہر حال میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں گی۔ زہر آپ کی آمد کی وجہ سے گر گیا تو انہوں نے بالکنی سے چھلانگ لگادی۔ اگر ایسا نہ کرتیں تو انہیں اقدام خودکشی کی وجہ ظاہر کرنی پڑتی۔ ایسی کون سی وجہ ہو سکتی ہے کہ جس کے اظہار پر انہوں نے موت کو ترجیح دی تھی۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں کرنل....!" سرداؤد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اگر انہیں مجھ سے کوئی شکایت تھی تو وہ گلاس ہاتھ سے گر جانے پر اس طرح چھلانگ نہ لگادیتیں.... آخر وہ اس خودکشی کے سلسلہ میں مجھ سے کچھ چھپانا چاہتی تھیں۔"

"ٹھیک ہے.... یہی میں بھی کہنا چاہتا تھا۔ اگر انہوں نے زہر ہی پی لیا ہوتا تو میرے فلٹ میں سوراخ ہرگز نہ ہوتا۔"

"میں نہیں سمجھا....!" سرداؤد نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں اس کمرے میں موجود ہوں.... اور لیڈی صاحبہ کی خودکشی کا مسئلہ زیر بحث ہے۔ اچانک اس کھڑکی سے ایک پتھر اندر آتا ہے.... ظاہر ہے کہ آپ سے پہلے میں بڑھوں گا یہ دیکھنے کے لئے کہ پتھر کہاں سے آیا ہے.... اس لئے نشانہ میں ہی ہو سکتا ہوں۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے، جس چیز کے چھپانے کے لئے لیڈی صاحبہ نے بالکنی سے چھلانگ لگائی تھی ہو سکتا ہے کہ میں اس کی تہہ تک پہنچ جاؤں۔"

فریدی تھوڑی دیر تک خاموشی سے سرداؤد کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اگر لیڈی صاحبہ کا اختتام زہر ہی پر ہوا ہوتا تو ان کی خودکشی کے ذمہ دار افراد مطمئن ہوگئے ہوتے کیونکہ اس قسم کی خودکشیاں عموماً غیر تشفی بخش گھریلو زندگی کی بناء پر ہوتی ہیں اور شائد میں بھی یہی سمجھتا کہ یہ معاملہ گھریلو حادثوں سے مختلف نہیں ہو سکتا۔"

"اور اب آپ کیا سوچ رہے ہیں۔"

"اس خودکشی کا تعلق آپ سے زیادہ کسی دوسرے سے تھا۔"

"یعنی....!" اس کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

"ختم کیجئے....!" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"نہیں آپ مرحومہ کو اس قسم کا کوئی الزام نہیں دے سکتے۔" سر داؤد نے غصیلے لہجہ میں کہا۔

"تب پھر اس سوراخ کے ذمہ دار بھی آپ ہی ہوں گے۔" فریدی نے فلٹ ہیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"میرے خدا میں کیا کروں۔" سر داؤد نے کرسی میں گر کر دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپالیا۔

"میری مدد کیجئے سر داؤد.... میں محسوس کر رہا ہوں کہ آج کل اس شہر میں بڑی گڑ بڑ حرکتیں ہو رہی ہیں۔ کیا آپ مجھے لیڈی صاحبہ کے ملنے جلنے والوں سے روشناس کرائیں گے۔"

سر داؤد نے چہرے سے ہاتھ ہٹالئے تھے اور اب فریدی کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جن کا مطلب خود فریدی بھی نہ سمجھ سکا۔

اتنے میں حمید بھی واپس آگیا۔

"بہت مشکل ہے۔" اس نے فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ان جھاڑیوں میں ہمیں عرصہ تک ڈاج دے کر محفوظ رہ سکتا ہے۔ پورے پارک کو گھنگالنے کے لئے کم از کم آدمیوں کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"کیا تم تنہا تھے۔"

"جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔" فریدی نے کہا۔ پھر سر ذاؤد سے بولا۔ "میں نہیں چاہتا کہ آپ اس واقعہ کا تذکرہ کسی سے بھی کریں۔"

سر داؤد کچھ نہ بولا۔ حمید اسے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

اسکے بعد فریدی نے اس خواب گاہ کو دیکھا جس کی بالکنی سے لیڈی داؤد نے چھلانگ لگائی تھی۔ حمید اندازہ نہیں کرسکا کہ فریدی وہاں کیا دیکھ رہا تھا۔ یا اسے کس چیز کی تلاش تھی۔ اس نے سر داؤد کی اجازت سے پورا کمرہ الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس سے کہہ رہا تھا۔ "آپ مطمئن رہئے کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا جائے گا۔"

"میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" سر داؤد نے کہا۔

فریدی نے حمید کو باہر جانے کا اشارہ کیا.... حمید چلا بھی گیا۔ لیکن سر داؤد سر جھکائے رہا۔ اس کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں

خدارا مجھے بدنامی سے بچایئے گا.... اب میری بچی کا مستقبل ہے میری نظروں میں! کوئی چاہتا تھا وہ خودکشی کرلے....؟ کیوں! وجہ میں نہیں جانتا.... ہوسکتا ہے کہ اس سے کوئی لغزش ہوئی ہو۔ میں بوڑھا ہوں نا....!"

سر داؤد نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپالیا۔

فریدی اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"میں سمجھتا ہوں سر داؤد۔" اس نے کہا۔ "آپ مطمئن رہیں! میری تفتیش کی کہانی منظر عام پر نہیں آنے پائے گی۔"

"میں نے اسے ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کی تھی۔" سر داؤد رو پڑا۔

"آدمی بے بس ہے سر داؤد.... مقدرات اٹل ہوتے ہیں۔"

سر داؤد کچھ نہ بولا۔ اس کی سسکیاں کمرے میں گونج رہی تھیں۔ فریدی چپ چاپ باہر نکل آیا۔ حمید راہداری کے سرے پر اس کا منتظر تھا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر لنکن میں بیٹھے شہر کی سڑکوں سے گذر رہے تھے۔

"کیا آپ کو بوڑھے کی کہانی پر یقین آگیا ہے۔"

"یقین....!" فریدی مسکرایا۔ "یقین کی منزل بہت دور ہے۔ یقین مجھے اسی وقت آئے گا جب میری تفتیش اس کی بجائے کوئی دوسری کہانی سنائے۔"

"میرا دعویٰ ہے کہ سر داؤد ہی اس کی موت کا ذمہ دار ہے۔ اس نے اسے بالکنی کے نیچے پھینکا ہوگا۔ خودکشی کی کہانی میں مزید زور پیدا کرنے کے لئے زہر والا ٹکڑا لگایا گیا ہے۔"

"اور پھر اس کے کسی آدمی نے میری فلٹ برباد کردی.... کیوں؟"

"آہاں.... یقیناً اس طرح تھوڑا سا الجھاوہ اور پیدا ہوگیا۔ اب پولیس جھک مارتی پھرے۔ اگر اسے یہی پسند ہو۔"

"تم کافی دور رس نگاہ رکھتے ہو۔" فریدی مسکرایا۔ "اسی طرح مصرعوں کا اضافہ کرتے جاؤ۔ پھر گرہیں لگا لگا کر غزل مکمل کرلیں گے۔"

"اچھی بات ہے.... آپ سمجھئے اسے بکواس۔ لیکن آخر کار آپ کو پچھتانا پڑے گا۔"

"ویسے میں بھی دن میں دو چار بار پچھتانا اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"لیڈی داؤد ایک شریف قسم کی آوارہ عورت تھی۔ شہر میں اس کے مداحوں کی کمی نہ تھی۔ سرداؤد احساس کمتری کا شکار تھا.... آخر کار پچھلی رات اس نے اسے ٹھکانے لگا ہی دیا۔"

فریدی خاموش ہی رہا۔ لنکن کی رفتار بہت تیز تھی۔

"اب کہاں چل رہے ہیں۔" حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"افق کے اس پار....!" فریدی نے ٹھنڈی سانس لی۔

"مجھے مویشی خانے کے پاس اتار دیجئے گا۔"

فریدی ہنس پڑا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر فریدی نے کہا۔ "میں تمہیں ارجن پورے کی ایک گلی سامنے اتاروں گا.... مگر ٹھہرو.... پہلے یہ بتاؤ کہ برونوف کا ٹارگٹ کیسا ہوتا ہے۔"

"پنگ پانگ کی گیندیں اچھالی جاتی ہیں اور وہ ان پر نشانے لگاتا ہے۔"

"ایک ہی پر یا ایک ہی بار اچھالی ہوئی کئی گیندوں پر یکے بعد دیگرے۔"

"کم از کم تین گیندیں اچھالی جاتی ہیں اور وہ ان میں سے ایک کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتا"

"تمہیں یقین ہے کہ تم مقابلہ کر سکو گے۔"

"یقین نہ ہوتا تو میں اسے چیلنج کیسے کرتا۔ ایک ہفتہ تک مشق کرنے کے بعد چیلنج کیا ہے۔"

"اگر تم نے بھی وہی دہرادیا، جو وہ کرتا ہے تو مزہ ہی کیا رہے گا، حمید صاحب۔"

"پھر بتایئے میں کیا کروں۔"

"تم سر کے بل کھڑے ہو کر ان گیندوں پر نشانہ لگانا۔"

"میں نے کچھ اور سوچا تھا۔" حمید خشک لہجے میں بولا۔ "شتر مرغ کی دم سے الٹا لٹک کر زیادہ اچھا نشانہ لگا سکوں گا۔"

"تم مذاق سمجھتے ہو۔ میں اس وقت تمہیں ایک ایسے آدمی کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں جو سلسلہ میں ایسی گر کی باتیں بتائے گا کہ تم ایک ہی دن میں مشاق ہو جاؤ گے۔"

"کون ہے۔"

"تم نہیں جانتے.... اسے ساتھ لے کر فن آئی لینڈ جانا۔ چار پانچ درجن پنگ پانگ گیندیں خرید لینا۔ کم از کم دو بوتلیں اسکاچ کی۔"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں۔"

"ہاں میں کہہ رہا ہوں فرزند! لیکن اس لئے نہیں کہ تمہیں پنگ پانگ کی گیندیں حلق سے اتارنے کے لئے اسکاچ کے گھونٹ لینے پڑیں گے، وہ جو تمہیں تربیت دے گا، بہت پکڑ قسم کا آدمی ہے اور ہر وقت ڈوبا رہتا ہے۔ اسکاچ کی دو بوتلیں اسے دکھانے کے بعد تم خود اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر فن آئی لینڈ تک پہنچ سکو گے۔"

"کوئی ڈھنگ کا آدمی ہے۔"

"ڈھنگ سے کیا مراد ہے تمہاری۔"

"مطلب یہ کہ شریف آدمی....!"

"شریف آدمی ہر وقت نشے میں ڈوبے رہنا نہیں پسند کرتے.... میں تمہیں جانو کے پاس بھیج رہا ہوں۔ جانو کا نام سنا ہے کبھی....!"

"جانو.... جانو....!" حمید کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "نام سنا تو ہے۔"

"ایشیا میں اپنے دور کا سب سے بڑا دہشت پسند تھا۔"

"آہا.... وہ جانو.... وہ تو بڑا پڑھا لکھا آدمی تھا۔"

"اب نہیں ہے۔" فریدی بولا۔ "گوشت اور ہڈیوں کے ڈھیر کو حیوان کہتے ہیں۔ آدمی تو اپنی کھوپڑی میں جنم لیتا ہے اور کھوپڑی ہی میں مر جاتا ہے.... خود جانو ہی نے اسے سلا دیا ہے۔ اب وہ اس کی بیداری کا خواہاں نہیں ہے۔ اس لئے اسے ہر وقت شراب چاہئے۔ پہلے وہ انگریزوں کے خلاف صف آرا تھا اب خود اس کے اندر ایک بہت بڑی جنگ جاری ہے۔ وہ اب خود اپنے خلاف ڈٹ گیا ہے۔ اس جانو کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلا دینا چاہتا ہے، جس نے انگریزوں سے جنگ کی تھی اور آزادی کے خواب دیکھے تھے۔ اس کے لئے اس نے شراب کا سہارا لیا ہے۔"

"آخر کیوں....؟"

"کیا آزادی ہی خواب بن کر نہیں رہ گئی ہے.... ایسا خواب جس کے خواب ہونے کا ہلکا سا احساس بھی شعور پر اپنا سایہ ڈالتا رہے۔"

"آپ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔"

"ختم بھی کرو! ہاں میں یہ کہہ رہا تھا، ہو سکتا ہے کہ جانو تم پر چڑھ دوڑے لیکن تم اس سے

بدل نہ ہونا۔"

"میں اتنا کوتاہ قد نہیں ہوں کہ کوئی لب گور آدمی مجھ پر چڑھ دوڑے۔"

"یہ خیال دل سے نکال دو! اس فن کو دیکھنے کے لئے تمہیں اس کی گالیاں بھی برداشت کر پڑیں گی.... ارے حمید.... میں نے قدیم فنون سپہ گری ایک ایسے استاد سے سیکھے تھے، جوان پڑ اور گنوار تھا.... ضعیف اور کمزور جسم رکھنے والا۔ لیکن میں نے اس کی گالیاں سہی ہیں۔ اس کے کمزور ہاتھوں سے ڈنڈے کھائے ہیں، لیکن ہمیشہ اس کا احترام کرتا رہا ہوں۔ استاد استاد کہتے خشک ہوتا تھا۔"

"میں اس معاملے میں بھی آپ سے نیچا ہی رہنا چاہتا ہوں۔ اس سے تو یہی بہتر ہوگا کہ آ مجھے سچ مچ مویشی خانے ہی کے قریب اتار دیں۔"

"لیکن تم برونوف سے تو نیچے رہنا پسند نہ کر سکو گے۔" فریدی نے کہا۔ "ویسے مجھے تو نہیں ہے کہ میرا نام سن کر جانو کا چڑچڑاپن برقرار رہ سکے۔ وہ تمہیں ہاتھوں ہاتھ لے گا اور اسکاچ کی دو بوتلیں۔"

حمید خاموشی سے سنتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے جانو کے پاس جانا ہی پڑے گا کیونکہ یہ مشو فریدی کی زبان سے نکلا تھا۔

"مجھے حیرت ہے کہ آپ نے ہیٹ میں سوراخ ہو جانے کے باوجود بھی عقبی پارک میں قدم نہیں رکھا۔" حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"وقت کی بربادی سے عموماً بچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تمہیں کیا مل گیا تھا وہاں کہ میں جھک مارتا۔"

"بہرحال یہ تو آپ کو ماننا ہی پڑے گا کہ آپ ہر وقت خطرہ میں ہیں۔"

"یہ آج کی بات نہیں ہے فرزند! میں اسی وقت سے خطرہ میں ہوں جب سے اس زندگی میں قدم رکھا ہے پھر.... آج میں کہاں ہوں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد فریدی نے ایک بار کے سامنے کار روک دی۔

"جاؤ.... دو بوتلیں خرید لاؤ...." اس نے کہا۔

حمید اتر کر بار میں آیا.... لیکن یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ یہاں برونوف سے ملاقات ہو گئی

اس کے ساتھ ایک خوبصورت سی دیسی عورت تھی۔

"ہیلو....!" برونوف سر ہلا کر مسکرایا۔

"ہیلو....!" حمید نے بے توجہی کا اظہار کرتے ہوئے بار مین سے بوتلیں طلب کیں۔

"کیوں موسیو خاور....!" دفعتاً برونوف حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"اگر ہم میں کسی مقابلہ کی ٹھہری ہے تو کیا ہم ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔"

"ہرگز نہیں....!" حمید مسکرایا۔

"میں سمجھا تھا شائد یہاں کا یہی دستور ہے۔ ہم لوگ تو اپنے شکست کے بعد دوسروں کی فتح میں خوشی کا اظہار کرنے کے عادی ہیں۔"

"اوہ.... مگر....!" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "یقیناً رسم رواج کے معاملے میں ہم لوگوں سے مختلف ہیں۔ ہمارے یہاں فاتح شکست خوردہ لوگوں کے سروں اپنے ہاتھ سے استرہ چلاتا ہے اور اس وقتی حجامت کو ہم اسپورٹس مین اسپرٹ میں لیتے ہیں۔"

"آپ پوری قوم کا مضحکہ اڑا رہے ہیں۔" عورت غصیلے لہجہ میں بولی۔

"لفظ 'قوم' میں بچپن ہی سے سنتا آرہا ہوں۔ لیکن آج تک اس کے معنی میری سمجھ میں نہیں آسکے۔ کیا آپ براہِ کرم میرے لئے تھوڑی سی تکلیف گوارہ کریں گی.... مطلب یہ کہ .... قوم کس چڑیا کا نام ہے۔"

"میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"آپ کی مرضی! ویسے بزرگوں کا قول ہے کہ باتوں ہی باتوں میں بہتیری کام کی باتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔"

حمید نے برونوف کو آنکھ ماری بوتلیں سنبھالیں اور دروازے کی طرف چل پڑا.... عورت دھیمی آواز میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔

مگر باہر آتے ہی حمید کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ فریدی کار سمیت غائب تھا۔

"تو اب میں یہ بوتلیں اپنے سر پر توڑوں۔" وہ بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔

"سنو....!" دفعتاً کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

حمید چونک کر مڑا.... برونوف دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا تھا اور اس کی ساتھی اس سے شانہ

ملائے کھڑی تھی۔

"تم ان سے معافی مانگو....!" برونوف نے عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ کس خوشی میں....!"

"تم نے ان کی توہین کی تھی۔"

"پچھلے سال کی بات ہوگی۔ ان دنوں میرے بڑے بھائی کی یہی عادت تھی۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"میں بہت بُرا آدمی ہوں.... تمہیں معافی مانگنی پڑے گی۔"

"جاؤ....!" حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ "میرے کان نہ کھاؤ.... میں بہت اچھا آدمی ہوں۔ اتنا اچھا کہ ضرورت پڑنے پر تمہاری بھی توہین کر سکتا ہوں۔"

"آؤ چلیں پرنس....!" عورت برونوف کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔ "بدتمیزوں کے منہ لگنا اچھا نہیں ہے۔"

"میں تمہیں دیکھوں گا....!" برونوف نے جاتے جاتے کہا۔

حمید تھوڑی دیر تک کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا۔ پھر شراب کی دونوں بوتلیں پٹخ کر توڑ دیں۔ اگر وہ ایک ذمہ دار آفیسر نہ ہوتا تو یہی بوتلیں کچھ دیر پہلے برونوف کے سر پر ٹوٹتیں۔

"ذمہ دار آفیسر کی ایسی تیسی۔" اس نے سوچا۔ "میں اس اُلو کے پٹھے سے سمجھ لوں گا۔"

مگر اُلو کا پٹھا تو جا چکا تھا۔

پھر اس نے سوچا کہ وہ برونوف کو بیچ سڑک پر پیٹنے سے پہلے استعفیٰ دے گا۔ برونوف سے زیادہ اس عورت نے اس کی توہین کی تھی۔

دھواں

فریدی ایک بار پھر موت کے منہ میں جاتے جاتے بچا۔

حمید بار میں تھا اور فریدی اس کی واپسی کا منتظر تھا۔ ادھر حمید برونوف سے گفتگو کر رہا تھا۔ فریدی نے اس خیال سے کار کا دروازہ کھولا تھا کہ نیچے اتر کر خود بھی بار میں جائے گا۔

داہنا پیر نیچے تھا اور بایاں پیر کار کے اندر کہ کوئی چیز اس کی گردن پر کوٹ کے کالر سے رگڑ کھاتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ سامنے ایک بک سیلر کا شوکیس تھا۔ اس کے شیشے جھنجھنا کر چور ہوگئے۔ تب فریدی کو وہ بے آواز رائفل یاد آئی جس نے کچھ دیر پہلے سر داؤد کے یہاں اس کے فلٹ ہیٹ میں سوراخ کیا تھا۔

وہ تیز رفتار کار بہت آگے جا چکی تھی، جس میں فائر کرنیوالے کی موجودگی کا شبہ کیا جاسکتا تھا۔

فریدی نے بڑی پھرتی سے داہنا پیر اندر کھینچ لیا۔ دروازہ تیز آواز کے ساتھ بند ہوا اور لنکن چکنی سڑک پر پھسلتی چلی گئی۔

اسے یقین تھا کہ فائر اسی تیز رفتار کار سے ہوا تھا اور اس بار بھی شائد کوئی سائیلنسر ہی لگا ہوا ریوالور استعمال کیا گیا تھا۔ کیونکہ فریدی نے فائر کی آواز نہیں سنی تھی۔

اگلی کار کی رفتار بہت تیز تھی۔ شائد ڈرائیو کرنے والے کو ایکسیڈنٹ ہو جانے کا خوف بھی نہیں تھا۔

فریدی نے تعاقب جاری رکھا۔

پھر جیسے ہی اس کی کار شہر سے باہر آئی وہ بہت زیادہ محتاط ہو گیا۔ کیونکہ یہاں اس پر سامنے ہی سے فائر ہو سکتے تھے۔ اس نے اپنی کار کی رفتار اتنی کم کردی کہ ریوالور کی رینج سے باہر ہی رہے۔ مگر یہ بھی خام خیالی ہی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ یہاں سناٹے میں رائفل استعمال کی جاتی۔

فریدی کسی دوسری راہ کے امکانات پر غور کر رہا تھا کہ اچانک اگلی کار رک گئی۔ فریدی نے بھی بریک لگائے لیکن کار حرکت ہی میں رہنے دی۔ وہ اب آہستہ آہستہ رینگ رہی تھی۔ اگلی کار کا دروازہ کھلا اور ایک عورت نیچے اتر کر انجن میں کچھ دیکھنے لگی۔

فریدی کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں اور پھر اس نے بھی کار روک دی لیکن نیچے نہیں اترا۔

عورت اب بھی انجن پر جھکی ہوئی تھی۔ اس کی کار سے کوئی مرد نیچے نہیں اترا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سیدھی کھڑی ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی....! فریدی کی کار زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ وہ اس کی طرف چند قدم بڑھی اور پھر ٹھٹک گئی۔

فریدی بدستور بیٹھا اسے دیکھتا رہا.... لڑکی سفید فام تھی اور اس کے جسم پر ہلکے سبز رنگ کا اسکرٹ تھا۔

فریدی سوچ رہا تھا کہ کہیں اس سے اندازے کی غلطی تو نہیں ہوئی۔

آخر کار لڑکی قریب ہی آ گئی! فریدی نے اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار دیکھے۔

"آپ میرا پیچھا کیوں کر رہے ہیں جناب۔" اس نے غصیلی آواز میں کہا۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" فریدی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "میں اپنی گاڑی کے انجن کو ہر دس میل کے بعد کم از کم پندرہ منٹ تک بند رکھنے کا عادی ہوں۔"

"میری گاڑی خراب ہو گئی ہے۔" لڑکی تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں الجھن میں مبتلا ہوں.... اسی الجھن میں یہ بات کہہ دی تھی۔ معافی چاہتی ہوں۔"

"کیا خرابی ہے۔"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا.... مجھے صرف ڈرائیونگ سے دلچسپی ہے! مشینری کے معاملے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔"

فریدی اس کی گاڑی کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ یک بیک اس نے ایک طویل سانس لی اور پھر لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا.... ساتھ ہی اس کی جیب سے ریوالور کی نال بھی جھانکنے لگی تھی ہاتھ جیب میں تھا۔

"یہ ادھر داہنی جیب کی طرف دیکھو۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "اور بے حس و حرکت کھڑی رہو۔ ذرا بھی جنبش کرو گی تو.... پھر تم مجھے جانتی ہی ہو۔"

"کیا مطلب....!" لڑکی بوکھلا گئی۔

"تمہاری گاڑی کے ڈکے میں کون ہے۔"

"کک کوئی نہیں۔"

"نہیں ادھر دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "اور دوران گفتگو میں اپنی آواز بھی دبائے رکھو۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے.... جناب....!"

"چلو! تم آگے چلو۔ میں پیچھے چل رہا ہوں۔ چل کر ڈکے اٹھاؤ گاڑی کا۔"

"تم ڈاکو ہو.... مگر میرے پاس کیش نہیں ہے۔" لڑکی کو غصہ آ گیا۔

"چلو یہی سہی۔" فریدی نیچے اترتا ہوا مسکرایا۔ "تمہیں گاڑی کا ڈکہ ضرور اٹھانا پڑے گا

خاموشی سے مڑ جاؤ۔ اگر تم نے ذرہ برابر بھی بے اطمینانی ظاہر کی تو یہیں ڈھیر کر دوں گا۔ میرا ریوالور تمہیں کور کر رہا ہے.... چلو....!"

لڑکی اپنی گاڑی کی طرف چلنے لگی۔ پھر رک گئی۔ کار صرف آٹھ یا دس گز کے فاصلہ پر رہ گئی تھی۔

فریدی نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کی کمر سے لگا دیا۔

وہ پھر چلنے لگی اور اس بار کار کے پچھلے حصے ہی کے قریب رکی۔

"چلو.... اٹھاؤ۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

لڑکی نے جھک کر ڈکے اٹھایا اور.... اور فریدی نے بڑی پھرتی سے اس آدمی کے ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا، جو ڈکے میں سمٹا ہوا پڑا تھا.... ایک جھٹکے میں ریوالور فریدی کے ہاتھ میں آ گیا.... یہ سب کچھ اس نے بائیں ہاتھ سے کیا تھا۔

فریدی نے اس کا ریوالور جیب میں ڈال لیا اور تین چار قدم پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ "باہر نکلو.... لڑکی اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

"میں نہیں جانتی یہ کون ہے اور میری گاڑی میں کیسے پہنچا! لڑکی ہذیانی انداز میں چیخی۔

وہ آدمی ڈکے سے باہر نکل آیا تھا اور اس طرح کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے یہ سب کچھ اس کے لئے قطعی غیر متوقع رہا ہو۔

"تم نے آج مجھ پر دو بار فائر کیا ہے۔" فریدی نے اس آدمی کو گھورتے ہوئے کہا۔

یہ دیسی ہی تھا.... ظاہری حالت اچھی نہیں تھی۔ لیکن صورت سے پڑھا لکھا معلوم ہوتا تھا۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔

"مم.... میں....!" وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"تم جانتے ہو.... میں کون ہوں۔"

اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اس لڑکی کو کب سے جانتے ہو۔"

"میں نہیں جانتی اسے۔" لڑکی پھر چیخی۔

"تم جھوٹی ہو۔" وہ آدمی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "مجھے اس دشواری میں ڈال کر خود نکل جانا چاہتی ہو۔ یہ جھوٹی ہے مسٹر! میں اسے ایک ماہ سے جانتا ہوں اور اب اس وقت مجھے معلوم ہوا

ہے کہ آپ اس کے شوہر نہیں ہیں۔"

"اوہ....!" فریدی لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ دھوکے باز ہے.... کوئی بکواس کر رہا ہے۔ میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"آرلکچو کے کئی ویٹر شہادت دیں گے کہ میں پچھلے ایک ماہ سے اس کے ساتھ رات کا کھا وہیں کھاتا رہا ہوں۔"

"لیکن تم نے مجھ پر فائر کیوں کئے تھے۔"

"آج اچانک یہ مجھ سے ملی تھی اور کہا تھا کہ میرا شوہر تمہاری راہ پر ہے کیوں نہ تم اسے ٹھکانے لگادو تاکہ اس کے بعد ہم اطمینان سے زندگی بھر کر سکیں۔ میں ایک ریٹائرڈ فوجی ہوا جناب! میرا نشانہ بہت اچھا ہے.... یہ میں اسے پہلے ہی بتا چکا تھا۔ اس نے مجھے ایک بے آوا رائفل دی اور ایک بے آواز ریوالور سے...."

کہانی دلچسپ معلوم ہوتی تھی۔ فریدی اس کی طرف متوجہ تھا لیکن لڑکی پر بھی نظر تھی بس ایک بار ذرا سی غفلت ہوئی تھی اور اسی غفلت کے دوران ایک زوردار دھماکہ ہوا.... فرید اور لڑکی کے درمیان گہرے دھوئیں کی ایک دیوار سی حائل ہو گئی۔ فریدی نے پیچھے ہٹنے میں بہ ی دکھائی تھی لیکن اس کے باوجود بھی وہ کھانسنے لگا تھا۔

دھوئیں کا حجم بہت تیزی سے بڑھ رہا تھا.... فریدی اس سے بچنے کے لئے پیچھے ہٹتا رہا... ویسے جو تھوڑا بہت دھواں اس کے پھیپھڑوں میں چلا گیا تھا تکلیف دہ ہوتا جا رہا تھا۔ آخر اس نے دھوئیں کے مزید اثرات سے بچنے کے لئے باقاعدہ طور پر دوڑنا شروع کر دیا۔

اب وہ اپنی کار بھی بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ لیکن کار اس کی نظروں ہی میں تھی۔ وی دھوئیں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ مگر لڑکی کی کار کا کہیں پتہ نہ تھا.... اور وہ آد بھی نہ دکھائی دیا۔

فریدی ٹیلی فون کے پول سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ سینے حلق اور ناک میں شدید قسم کی سوز پیدا ہو گئی تھی۔ وہ تقریباً بیس منٹ تک وہیں کھڑا چہرے کے قریب رومال جھلتا رہا۔ پھر جب اسے یقین ہو گیا کہ آس پاس دھوئیں کے اثرات باقی نہ رہ گئے ہوں گے تو اپنی کار کی طرف چل پڑا۔ اب فضا پہلے ہی کی طرح صاف تھی۔ دوسری کار کا نشان بھی نہ مل سکا۔ البتہ وہ آد

ھوڑے ہی فاصلے پر سڑک کے نیچے اوندھا پڑا تھا۔

فریدی نے اسے سیدھا کیا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ شائد دھوئیں ہی کی وجہ سے اس پر غشی طاری ہو گئی تھی۔ فریدی نے یہی مناسب سمجھا کہ اسے جلد از جلد طبی امداد بہم پہنچائی جائے۔ اس لئے وہ اسے کار میں ڈال کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

سول ہسپتال کے ڈاکٹروں نے اسے دیکھ کر بیہوشی کی وجہ گھٹن بتائی۔ پھر فریدی نے سول ہسپتال سے ہی گھر فون کیا۔ لیکن وہاں حمید کی موجودگی کی اطلاع نہیں ملی۔ آفس کے نمبر ڈائیل کئے مگر وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ حمید موجود نہیں ہے۔

فریدی پھر اسی کمرے میں واپس آ گیا جہاں مریض کو رکھا گیا تھا.... نرس نے اسے بتایا کہ وہ ہوش میں آ چکا ہے اور حالت بھی تشویش ناک نہیں ہے۔

اس نے فریدی کی آہٹ پر آنکھیں کھول دی تھیں اور اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا تھا۔

"وہ حرافہ نکل گئی جناب۔" اس نے کمزور آواز میں کہا۔ "ابھی نرس نے بتایا ہے کہ آپ پولیس آفیسر ہیں۔"

"غلط نہیں بتایا۔" فریدی نے نرس کو باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

نرس کے چلے جانے پر اس نے پھر مریض کو مخاطب کیا۔

"وہ کہاں رہتی ہے؟"

"اسی عمارت میں رہتی ہے جہاں میں نے آپ پر پہلا فائر کیا تھا۔"

فریدی مسکرا دیا۔ تھوڑی دیر تک مریض کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ "یہ بات تمہیں کب معلوم ہوئی تھی کہ وہ اسی عمارت میں رہتی ہے۔"

"آج ہی کی بات ہے جناب۔ ورنہ اس سے پہلے کبھی اس نے مجھے اپنے گھر کا پتہ نہیں بتایا تھا۔ جب بھی پوچھتا تھا یہی کہہ کر ٹال دیتی تھی کہ اس کا شوہر بڑا خونخوار اور شکی قسم کا آدمی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں کبھی وہاں پہنچ ہی جاؤں اور اسے کسی قسم کا شبہ ہو جائے.... میں کیا بتاؤں جناب! پہلے پہل وہ خود ہی مجھ سے آ ٹکرائی تھی۔ ایک ماہ پہلے کی ایک رات کی بات ہے.... میں آرلکچو کے ہال میں کئی لڑکیوں سے رقص کی درخواست کر چکا تھا لیکن سب معذوری ظاہر کر کے

دوسروں کے ساتھ ناچنے لگی تھیں۔ میں ایک گوشے میں کھڑا بور ہوتا رہا۔ اچانک یہ لڑ
آ ٹکرائی.... اس نے ہنس کر کہا۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں کسی نے بھی نہ پوچھا۔ لو آؤ میں
تے پارٹنر بننے کی درخواست کرتی ہوں۔ پھر ہم ناچنے لگے تھے.... اس کے بعد بھی ہم ملتے رہے
تھے.... افوہ مجھ سے کتنا بڑا گدھا پن سرزد ہوا تھا۔ جناب! جی ہاں میں اس سے محبت کرنے لگا تھا
بس یہ ہے پوری کہانی....!"

"آج وہ تمہیں کہاں ملی تھی۔"

"خود میری قیام گاہ پر آئی تھی۔ اکثر آتی رہتی تھی.... اس نے بتایا کہ اگر آج ہی اس
شوہر قتل نہ کر دیا گیا تو خود اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ میں نے وجہ پوچھی تو اس۔
کہا کہ اسے شبہ ہو گیا ہے۔ شائد کسی نے ہمارے تعلقات کے بارے میں اس سے بتا دیا ہے..
کہنے لگی کہ وہ تمہارا نام لے کر مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ میں تمہیں جانتی ہوں یا نہیں.... پھر
میری ہی نہیں بلکہ تمہاری زندگی بھی خطرے میں ہے۔ وہ بہت غصہ ور ہے تمہیں بھی
چھوڑے گا۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ لیکن فریدی سوچ رہا تھا کہ اس کے بیان کے کس حصے پر یقین کیا جا
اور کس پر نہ کیا جائے۔

"پھر وہ تمہیں اپنے ساتھ ہی لے گئی تھی؟" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں ساتھ ہی لے گئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ بے آواز رائفل مہیا کرے گی۔ ایک
بے آواز ریوالور بھی ہوگا۔ بس جس سے بھی کام نکل سکے نکالا جائے۔ پھر وہ مجھے سیدھے ا
عمارت کے عقبی پارک ہی میں لے گئی تھی۔ ریوالور اور پستول بھی وہیں ایک جھاڑی میں ر
ہوئے ملے تھے۔ شائد وہ انہیں پہلے ہی وہاں رکھ آئی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد اس نے اوپری منزل
کھڑکی میں ایک پتھر پھینکا تھا۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو بولی کہ میرا شوہر اسی کمرے میں مو
ہے۔ وہ جھلا کر سامنے آئے گا۔ بس تم اس پر فائر کر دینا.... تھوڑی دیر بعد مجھے کھڑکی میں گہر
نیلے رنگ کی فلٹ ہیٹ دکھائی دی اور اس نے کہا کر دو فائر، وہ چھپ کر ہمیں دیکھنے کی کوشش
کر رہا ہے.... میں نے فلٹ ہیٹ پر نشانہ لگایا اور ہیٹ آناً فاناً غائب ہو گئی پھر وہ تو عمارت کے اند
چلی گئی تھی اور میں جھاڑیوں میں چھپتا چھپاتا سڑک پر آیا تھا اور وہاں سے اپنے گھر....!"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ عمارت ہی میں گئی تھی۔"

"اس نے یہی کہا تھا جناب! میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا....!"

"پھر دوبارہ تم لوگوں نے میرا تعاقب کیا تھا۔"

"جی ہاں! وہ تھوڑی ہی دیر بعد گھر پہنچی تھی.... اس بار وہ کار پر آئی تھی جسے وہ خود ہی ڈرائیو
کر رہی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ میرے شوہر کو ہر حال میں آج ہی مار ڈالو.... اس نے بڑی چالاکی
سے خود کو بچایا ہے اور اب تو اس کا شبہ یقین میں بدل گیا ہے۔ پھر اس نے مجھے ریوالور دے کر
گاڑی کی ڈکے میں پڑ رہنے کو کہا۔"

"یہاں تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"جی نہیں.... قطعی نہیں.... وہ مجھے میرے گھر سے اسی طرح لے گئی تھی پھر ایک جگہ
مجھے ڈکے سے نکال کر پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کو کہا تھا۔ میں چپ چاپ اس کی ہدایت پر عمل کرتا جا رہا
تھا۔ پھر اس نے گاڑی ایک سڑک پر روکی۔ ادھر ہی سے آپ کی کار گذری تھی جناب! آپ کے
ساتھ ایک صاحب اور تھے۔ بس پھر اس نے اپنی گاڑی آپ کی کار کے پیچھے لگا دی تھی.... ایک
جگہ آپ نے اپنی گاڑی روکی تھی۔ یہ دیکھ کر اس نے رفتار بہت کم کر دی۔ پھر دوسرے صاحب
آپ کی گاڑی سے اتر کر کسی دوکان میں چلے گئے تھے اور اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اس سے بہتر
موقع پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ لہٰذا آپ کی گاڑی کے قریب سے گذرتے وقت میں نے پھر
آپ پر فائر کیا تھا۔ اس نے کار کی رفتار تیز کر دی۔ لیکن پھر تھوڑی دیر بعد گھبرائے ہوئے انداز
میں بولی تھی، تمہارا نشانہ بہت خراب ہے۔ وہ آ رہا ہے پیچھے، اب خیر نہیں.... میں نروس ہو گیا
تھا۔ میں نے کہا کہ یہ حالات میرے لئے بالکل نئے ہیں۔ مجھے اس چکر سے نکالو.... تب اس نے
مجھے پچھلی سیٹ ہٹانے کو کہا۔ سیٹ ہٹتے ہی ڈکے کی خلاء نظر آئی اور میں نے اس کی ہدایت کے
مطابق ڈکے میں رینگ کر سیٹ پھر برابر کر دی۔ اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ اس نے گاڑی
کیوں روک دی تھی۔ بہر حال ڈکے میں میرا دم گھٹ رہا تھا۔ میں نے اوپر ہاتھ لگا کر تھوڑی سی
زور آزمائی کی۔ شائد میرے ستارے ہی اچھے تھے کہ ڈکے کو وہ باہر سے مقفل کرنا بھول گئی تھی۔
ڈکے اٹھتے ہی میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس میں اتنا دم تو تھا ہی کہ میں تازہ ہوا اپنے پھیپھڑوں
میں لے سکتا تھا۔ شائد اسی وقت آپ کو شبہ ہو گیا تھا کہ ڈکے میں کوئی موجود ہے۔"

فریدی تھوڑی دیر تک اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "تمہیں ہر حال میں پولیس حراست میں رہنا پڑے گا۔ تمہارے لئے یہی مناسب ہے۔"

"خدارا مجھے بچایئے جناب! جس طرح دل چاہے تحقیق کر لیجئے۔ میرے بیان میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے.... اگر اسے میری ذرہ برابر بھی پرواہ ہوتی تو وہ مجھے وہاں چھوڑ کر نہ جاتی خود تو نکل ہی گئی تھی۔"

"قتل کی نیت تم بہر حال رکھتے تھے۔"

"مم.... میں.... کیا بتاؤں....!" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

"اس کا نام....!" فریدی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"ماریا....!"

"میریا....!"

"جی نہیں.... ماریا....!"

دفعتاً فریدی کے ذہن میں ایک خیال نے سر ابھارا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر سر داؤد کی طرف جا رہا تھا.... اس سے ملنے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی کیونکہ وہ آج تو پولیس والوں کے لئے وقف ہی ہو چکا تھا۔

سر داؤد ایک صوفے پر بیٹھا پلکیں جھپکائے بغیر خلاء میں گھور رہا تھا۔ بچی اس کے کاندھے سے لگی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر کچھ ایسے ہی تاثرات پائے جا رہے تھے جیسے وہ کوئی بے سہارا عورت ہو۔

"یہ بچی.... سر داؤد...." فریدی نے ہچکچاتے ہوئے ادھورا سوال کیا۔

"کیا بتاؤں کرنل....!" سر داؤد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "آج ہی ساری مصیبتیں مجھ پر ٹوٹیں گی.... اب نرس غائب ہو گئی ہے.... بغیر اطلاع۔"

"غالباً آپ نے میریا نام بتایا تھا۔" فریدی کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اور وہ یوریشین تھی۔"

"جی ہاں....!"

"اس کے اوپری ہونٹ پر چوٹ کا نشان ہے اور ٹھوڑی میں خفیف سا گڑھا بھی۔"

"جی ہاں.... وہی.... وہی.... کیا وہ آپ سے ملی تھی۔"

"آپ کسی دوسری نرس کا انتظام کیجئے سر داؤد....!"

"کیوں.... کیوں....!"

"میری فلٹ ہیٹ اسی نے برباد کرائی تھی۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"بس وہ چلی گئی! اب مجھے دیکھنا ہے کہ اس خودکشی میں اس کا ہاتھ کہاں تک تھا۔"

"خدا کے لئے وضاحت کیجئے۔ میرے خدا کیسی انہونی باتیں ہو رہی ہیں۔ ارے اس خودکشی میں اس کا ہاتھ کیسے ہو سکتا ہے.... میں نے اسے کبھی منہ نہیں لگایا تھا اور پھر خود بیگم ہی اسے کہیں سے اپنے ساتھ لائی تھیں اور ملازم رکھا تھا....!"

"کیس الجھتا جا رہا ہے سر داؤد...." فریدی نے سگار سلگا کر کہا۔

جھگڑا

حمید نے شراب کی بوتلیں توڑ دی تھیں اور اب شہر میں چکراتا پھر رہا تھا۔ اسے حیرت تھی کہ فریدی اسے وہاں اس طرح کیوں چھوڑ گیا تھا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد وہ فریدی اور اس واقعے کو بھول گیا کیونکہ اب اس کے ذہن میں پرنس برونوف کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا.... اور وہ عورت جو کسی دوسرے موقعہ پر اس کے بوٹ چاٹتی ہوئی نظر آتی.... برونوف.... برونوف.... برونوف....!

اس کے ذہن میں لاوا سا ابل رہا تھا۔

اسی الجھن کے دوران میں وہ کیفے کاسینو کی طرف جا نکلا! ارادۃً ادھر نہیں آیا تھا لیکن بورڈ پر نظر پڑتے ہی اسے کنول یاد آئی، جو اسی کیفے میں کاؤنٹر کلرک کے فرائض انجام دیتی تھی۔ کنول وہی لڑکی تھی جس نے مسٹر کیو[1] والے کیس میں اس کی بڑی مدد کی تھی! خود مسٹر کیو کے گروہ سے کٹ کر اس سے آملی تھی.... اور مجرموں کی گرفتاری کے بعد وعدہ معاف گواہ بن گئی تھی۔

وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ کنول رجسٹر پر جھکی ہوئی تھی اور اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔

[1] اس داستان کے لئے جاسوسی دنیا کا خاص نمبر "اشول کا آبشار" جلد نمبر 9 ملاحظہ فرمائیں۔

حمید جیسے ہی اس کے قریب رکا اس نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ سے پنسل رکھ دی۔

"آہا.... کدھر چاند نکلا....!" وہ مسکرائی۔

حمید بھی مسکرایا لیکن اس کی مسکراہٹ کچھ تفکر آمیز سی تھی جسے کنول نے بھی محسوس کر لیا۔ وہ خاصی ذہین لڑکی تھی۔

"میں سمجھی تمہیں کوئی ضرورت ہی یہاں تک لائی ہے۔" اس نے کہا۔

"ضرورت.... ہو سکتا ہے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا پھر بولا۔ "ادھر سے گذر رہا تھا کہ یاد آیا میں نے ابھی تک شام کی چائے نہیں پی۔"

"یہیں پیو گے یا کسی ٹیبل پر بھجواؤں۔"

"یہیں.... اسی جگہ....!"

"مگر تم کچھ متفکر سے نظر آرہے ہو۔"

"ہاں آج کل میں راتوں کو سو نہیں سکتا۔"

"کوئی نیا عشق....!" کنول مسکرائی۔

"پرانے ہی وبال جان ہو رہے ہیں نئے کی ہمت کس میں ہے۔"

"پھر یہ اداسی کیوں؟"

"اداسی ہی تو میری زندگی ہے۔"

"آج کوئی نہیں ملی۔" کنول نے افسوس ظاہر کرنے کے سے لہجے میں پوچھا۔

"تم نے مجھے ہمیشہ غلط سمجھا ہے کنول....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "فی الحال چائے۔"

کنول نے ایک ویٹر سے چائے کے لئے کہا اور پھر بولی۔ "اوہ کیپٹن میں نے اس دوران میں تمہیں بہت یاد کیا ہے۔"

"کیوں....؟"

"کیا تم پرنس برونوف کو جانتے ہو۔"

"پرنس برونوف....!" حمید کو ایسا لگا جیسے اس کی پیشانی پر بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

"تم جانتے ہو شائد....!" کنول اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"ہاں شائد! میں اسے جانتا ہوں۔ مگر تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو۔"

"اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"میں نوفوں، شیفوں اور نسکیوں وغیرہ کے متعلق اچھے خیالات نہیں رکھتا۔"

"میں اس ایک آدمی کے متعلق پوچھتی ہوں۔"

"ظاہر ہے کہ اس کے متعلق تو خصوصیت سے اچھی رائے نہ رکھتا ہوں گا۔"

"مجھے تو یہ کوئی بہت بڑا فراڈ معلوم ہوتا ہے۔"

"اس خیال کی وجہ۔"

"میری چھٹی حس یہی کہتی ہے۔"

"مگر چھٹی حس کو دلیل کے طور پر تو نہیں استعمال کیا جا سکتا۔"

"میرا دعویٰ ہے کہ تم اس کے چکر میں ہو۔" کنول حمید کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی ہنسی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم اس میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہو۔"

"محض اس لئے کہ اونچے طبقہ کی عورتیں اسے گھیرے رہتی ہیں۔"

"لیکن تمہیں اس تک پہنچنے کا موقع نہیں نصیب ہوتا۔" حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مرچیں چبا کر آئے ہو شائد۔"

"اسی لئے چائے کی جلدی تھی مجھے! خیر.... ہاں تو اب کھل جاؤ.... برونوف میں تم کیوں دلچسپی لے رہی ہو۔ ظاہر ہے کہ تم پھسلنے والی لڑکیوں میں سے نہیں ہو۔"

"اس اچھے خیال کا شکریہ۔" کنول مسکرائی۔ "میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میرا یہ خیال کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ بس یونہی! جرائم کے سلسلہ میں میری چھٹی حس کافی تیز ہے۔"

"چلو تسلیم ہے! لیکن برونوف کے سلسلہ میں جرم کی نوعیت کیا ہوگی۔"

"اسی لئے تو مجھے تمہاری تلاش تھی! جرم کی نوعیت کا اندازہ کرنا تمہارا کام ہے۔"

"یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ اس شریف آدمی کی پگڑی میرے ہاتھوں اچھل جائے۔"

"شریف تو میں اسے لاکھ برس نہیں تسلیم کر سکتی۔"

"پتہ نہیں کیوں! تم اس سے بدگمان ہو گئی ہو۔"

"وہ کوشش کرتا ہے کہ اس کے گرد زیادہ سے زیادہ عورتیں ہوں۔ اس کے لئے وہ مختلف طریقے اختیار کرتا ہے۔ مثلاً آج ہی وہ ہائی سرکل نائٹ کلب میں خنجر پھینکنے کا مظاہرہ کرے گا۔ یونہی تفریحاً کوئی تک بھی ہے آخر....؟"

"مگر وہ تو صرف رائفل کلب میں اس قسم کے مظاہرے کرتا ہے۔"

"بہت پرانی بات ہے! اب وہ جگہ جگہ اپنے کمالات دکھاتا پھرتا ہے۔ بالکل پیشہ وروں کے سے انداز میں! میں کہتی ہوں کیا کوئی شریف آدمی اسے پسند کرے گا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ آج رات کو ہائی سرکل نائٹ کلب میں کچھ کرے گا۔"

"مجھے یہی اطلاع ملی ہے۔"

"اس حد تک دلچسپی لے رہی ہو اس میں کہ تمہیں اس کے متعلق باقاعدہ طور پر اطلاعات ملتی رہتی ہیں۔"

"یقیناً....!" کنول مسکرائی۔ "چور اور ہیرا پھیری والی مثل تو تم نے سنی ہی ہوگی۔ میں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ان لوگوں کے ساتھ گذارا ہے جنہوں نے قانون شکنی کو بطور فن اختیار کیا تھا۔"

"مقصد....!"

"اوہ.... ڈیئر کیا تم پیئے ہوئے ہو۔ ہیرا پھیری میں مقصد کہاں ہوتا ہے۔"

"ختم کرو....!" حمید ایک کرسی کھینچ کر بیٹھتا ہوا بولا۔ "چائے کہاں رہ گئی۔"

اتنے میں ویٹر نے چائے بھی لاکر کاؤنٹر پر رکھ دی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ کیا ہائی سرکل کلب ہی میں برونوف سے نپٹ لے! مگر کیوں؟ خود اس کی پوزیشن کیا تھی۔ وہ ایک ذمہ دار آفیسر تھا! برونوف کے رویہ سے اس کی انا کو ٹھیس ضرور لگی تھی، مگر اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ سر عام اسے للکارتا پھرتا۔

پھر پیالی کی چائے کے ساتھ ہی گویا اس کا غصہ بھی پگھل کر معدے ہی میں جا پڑا۔ وہ پھر پرسکون تھا۔

پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے اس نے کہا۔ "پرسوں رائفل کلب میں ضرور آنا.... میں نے برونوف کا چیلنج قبول کرلیا ہے۔"

"تم نے.... اوہ.... دیکھو.... تم اتنی دیر سے مجھے خواہ مخواہ زچ کررہے تھے۔"

"نہیں! میں صرف یہ چاہتا تھا کہ تم مجھے پرنس برونوف کے متعلق کیا بتاسکو گی۔"

"وہ تو پھر بتاؤں گی۔ پہلے تم بتاؤ کہ اب کیا وہ لوگوں کو چیلنج بھی کرنے لگا ہے۔"

"ہاں آں.... اکثر لاف وگزاف کرتا ہے۔ مقابلہ آج ہی ہوجاتا۔ مگر لیڈی داؤد کی خودکشی۔"

"کیا....؟" کنول کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ہاں پچھلی رات لیڈی داؤد نے خودکشی کرلی اس لئے آج رائفل کلب بند رہے گا۔ وہ کلب کی ممبر تھی نا۔"

"خودکشی کی وجہ....!" کنول کے لہجے میں اب بھی تحیر باقی تھا۔

"وجہ ابھی نہیں معلوم ہوسکی۔ مگر کیا تم لیڈی داؤد کو ذاتی طور پر جانتی تھیں۔"

"نہیں.... صورت آشنا کہہ سکتے ہو۔ ویسے میں ان ساری عورتوں کو پہچانتی ہوں جو برونوف کے گرد منڈلاتی رہی ہیں۔"

"اور لیڈی داؤد بھی انہیں میں سے تھی.... کیوں؟"

"یقیناً تھی....!"

"پھر کیا تم خودکشی کے اسباب پر روشنی ڈال سکو گی۔"

"خودکشی کے اسباب پر جب تم ہی روشنی نہیں ڈال سکے ہو تو پھر میں کیا کہوں؟ ویسے مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اس کی پرستاروں میں سے تھی.... دیکھو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ برونوف نے اس کا دل توڑ دیا ہو۔ پہلے محبت کی پینگیں بڑھی ہوں اور پھر ایک دن لیڈی داؤد کو اطلاع ملی ہو کہ وہ تو ہرجائی ہے۔ آج کل کوئی دوسری اس کا پہلو گرما رہی ہے.... بس پھر اس نے خودکشی کرلی ہو.... سر داؤد تو شائد بوڑھا آدمی ہے۔"

حمید اس کے خیال پر رائے زنی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ابھی اسے کنول سے بہت سی باتیں معلوم کرنی تھیں۔ اسلئے گفتگو کو آگے بڑھانے کیلئے ضروری تھا کہ وہ مختلف قسم کی بحثوں میں نہ پڑے۔

اس موقعہ پر حمید کو وہ عورت یاد آئی جس نے آج اس کی توہین کرنے کی کوشش کی تھی۔

"کیا تم اس عورت کو بھی جانتی ہو جس کے نچلے ہونٹ کے نیچے بائیں جانب ایک چھوٹا سا ابھرا ہوا تل ہے....!" حمید نے پوچھا۔

"میرے خدا.... تم کتنے غور سے دیکھتے ہو۔ ہاں میں اسے جانتی ہوں۔ وہ بھی برونوف میں

دلچسپی لے رہی ہے۔"

"کون ہے....!"

"رائے بہادر شنکر سرن کی بیوی.... شیلا درپن.... وہ ایک اچھی آرٹسٹ بھی ہے۔ پچھلے سال اس کی چند تصاویر نیشنل آرٹ گیلری میں لگائی گئی تھیں۔"

"ہم....!" حمید اپنا بایاں گال کھجانے لگا۔ پھر آنکھیں بند کر کے مسکراتا ہوا بولا۔ "اس عورت نے میری نیندیں چھین لی ہیں.... اور میں آج کل زیادہ سے زیادہ کھانے لگا ہوں۔"

"آدم خور.... نہیں تم جھوٹے ہو.... کوئی اور چکر ہے۔"

"کچھ نہیں.... میں بس اتنا ہی چاہتا ہوں کہ وہ کبھی کبھی میری طرف دیکھ کر مسکرادیا کرے۔"

"بکواس.... اب میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ بیوقوف بنا کر معلومات حاصل کر رہے ہو۔"

"مت بتاؤ.... مگر چائے کے پیسے تو بتا ہی دو.... ظاہر ہے تم اتنی شریف بھی نہیں ہو کہ خود سے کبھی چائے آفر کرو۔"

کچھ دیر تک حمید اسے زچ کرتا رہا پھر اٹھ گیا۔ اس سے کچھ زیادہ کام کی باتیں نہیں معلوم ہو سکی تھیں۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ اسے ہائی سرکل کلب ضرور جانا چاہئے۔

تقریباً آٹھ بجے وہ وہاں پہنچ گیا اور عادت کے مطابق سب سے پہلے منیجر کے کمرے کا رخ کیا۔ وہ جب بھی یہاں آتا تھا اسے کچھ دیر پریشان کئے بغیر ہال میں قدم نہیں رکھتا تھا۔

جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچا اندر سے منیجر کے گھگھیانے کی آواز آئی۔

"کبھی کبھی میرا بھی کہنا مان لیا کرو۔" اس نے انگریزی میں کہا تھا۔

"نہیں.... نہیں.... نہیں....!" یہ کسی عورت کی آواز تھی۔

حمید مسکرایا۔ اسے اطلاع ملی تھی کہ ہائی سرکل کے ننھے منے منیجر نے جو بے حد عاشق مزاج اور رنگین طبع تھا حال ہی میں ایک موٹی سی یوریشین عورت سے شادی کرلی تھی، لیکن ابھی تک حمید نے اس کی بیوی کو دیکھا نہیں تھا۔

"اف فوہ.... میں تمہیں کیسے سمجھاؤں ڈیئر....!" پھر منیجر کی آواز آئی۔ یہ جملہ اس نے انگریزی میں کہا تھا اور پھر اردو میں "بقول شاعر" کہہ کر خاموش ہو گیا تھا۔ کیونکہ ٹھیک اسی وقت

حمید نے دروازے پر دستک دی تھی اور پھر منیجر نے کھنکار کر کہا تھا "کم ان.... پلیز....!"

حمید دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا.... ایک موٹی سی جوان العمر یوریشین عورت میز پر دونوں ہاتھ ٹیکے کھڑی تھی۔

منیجر کی آنکھوں میں پہلے تو الجھن کے آثار نظر آئے لیکن پھر یک بیک اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

"آیئے.... آیئے جناب کپتان صاحب آپ تو بقول شاعر وہاں وکمر کی طرح معدوم ہو رہے ہیں آج کل۔" منیجر اُٹھ کر حمید کا استقبال کرتا ہوا بولا اور اسی وقت یوریشین عورت نے میز پر گھونسہ مار کر کہا۔ "پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔"

پھر وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔ حمید نے محسوس کیا کہ منیجر کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔

اس نے دانت پیس کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "خدا غارت کرے تمہیں۔"

"کیا مطلب....!" حمید غرایا۔

"اوہ.... جی!" منیجر چونک پڑا.... پھر خفت آمیز لہجے میں بولا۔ "تخاطب آپ سے نہیں تھا جناب.... تشریف رکھئے نا۔ آپ سے بڑی شکایت ہے۔ اب آپ بہت کم تشریف لاتے ہیں۔"

"اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا۔" حمید بولا۔

"اوہ.... بھول جائیے پچھلی باتوں کو جناب۔"

"کیا یہ محترمہ تھیں۔"

"جی ہاں....!" منیجر نے ٹھنڈی سانس لی۔

"تم کچھ غیر مطمئن سے معلوم ہوتے ہو۔"

"آ.... ہا...." منیجر نے پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "کیا پوچھتے ہیں کپتان صاحب! ہر چمکدار چیز سونا نہیں ہوتی۔"

"مگر یہ چیز تو وزن دار بھی معلوم ہوتی ہے۔"

"آپ بھی اڑا لیجئے مضحکہ....!" منیجر نے دردناک آواز میں کہا۔ "بقول شاعر اے دیکھنے والو مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو، تم کو بھی مقدر کہیں مجھ سا نہ بنا دے۔"

"میرا مقدر اتنا فربہ نہیں ہے کہ مجھے تم سا بنا سکے۔" حمید بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"ختم کیجئے۔" منیجر بیزاری سے بولا۔ "آپ ہمیشہ دوستی کا دم بھرتے رہے ہیں اب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ میرے لئے کیا کر سکتے ہیں۔"

"خیریت....!" حمید نے متحیرانہ لہجے میں سوال کیا۔

"خیریت ہی ہے.... لیکن میں اپنے کلب کے مستقبل سے مایوس ہوتا جا رہا ہوں۔ بعض مستقل ممبروں کی ضدیں اکثر میرے لئے بڑی پریشان کن بن جاتی ہیں۔"

"مثلاً....!"

"آپ پرنس برونوف کو جانتے ہیں؟"

پھر وہی پرنس برونوف! حمید نے ہونٹ بھینچ کر ایک طویل سانس لی۔

"ہاں نام تو سنا ہے۔"

"یہ بھی سنا ہوگا کہ شہر کی ساری عورتیں ان دنوں پاگل ہو رہی ہیں۔"

"اگر یہی خبر سنانے والے ہو تو یقیناً تم کافی پریشان ہوگے۔"

"سمجھنے کی کوشش کیجئے کپتان صاحب۔" منیجر نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

"کوشش کر رہا ہوں۔"

"کلب کے کنوارے ممبر بضد ہیں کہ برونوف خنجر پھینکنے کے کمالات دکھائے لیکن شادی شدہ ممبر اُسے پسند نہیں کرتے.... مجھ سے زبردست غلطی ہوئی تھی۔"

"تم سے کیا غلطی ہوئی تھی۔"

"میں نے برونوف کو ممبر کیوں بنایا تھا۔"

"تم روک سکتے ہو اس مظاہرے کو۔"

"یہی تو مصیبت ہے کہ نہیں روک سکتا۔"

"غالباً محترمہ نے اسی پروگرام کے لئے کہا تھا....!" حمید مسکرایا۔

"جی ہاں....!" منیجر نے آہستہ سے کہا اور سر جھکا کر میز کی سطح پر ناخن سے خراشیں ڈالنے لگا۔

"پھر تم کیا چاہتے ہو.... میں کس طرح دوستی کا حق ادا کر دوں۔"

"کچھ کیجئے.... ایسا کچھ کہ وہ یہاں آنا ہی چھوڑ دے۔"

"ماروں....!"

"ارے نہیں! مطلب یہ کہ آپ اسے کسی طرح نیچا دکھائیں اور وہ ادھر کا رخ کرنا چھوڑ دے۔ آپ بھی تو بڑے نشانہ باز ہیں۔ میں نے انور اور رشیدہ کی زبانی سنا ہے.... خنجر پھینکنے میں بھی آپ اپنا جواب نہیں رکھتے۔"

"پھر کیا تم مقابلہ کرانا چاہتے ہو۔"

"یہی سمجھ لیجئے....! اگر کچھ لوگ اس پر مصر ہیں کہ برونوف اپنے کمالات دکھائے تو کچھ لوگ آپ کے نام کا بھی اعلان کر سکتے ہیں۔"

"میں ایک ذمہ دار آفیسر بھی ہوں اس کا خیال رکھو۔"

"ارے آپ ایسا کہہ رہے ہیں کپتان صاحب۔ جب آپ اپنے رفیق حیات بکرے صاحب کو کار میں لے کر نکلتے ہیں اس وقت کہاں چلی جاتی ہے آفیسری۔"

"اس وقت میں ڈیوٹی پر نہیں ہوتا۔"

"تو کیا آپ یہاں اس وقت کسی سرکاری کام سے آئے ہیں۔"

"ہاں یقیناً! مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ شنکر سرن کی بیوی شیلا درپن بھی تمہارے کلب کی ممبر ہے یا نہیں۔"

"کیوں....؟"

"یہ نہیں بتایا جا سکتا۔"

منیجر کچھ سوچنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔ "آپ لیڈی داؤد کی خودکشی کے سلسلہ میں تفتیش تو نہیں کر رہے۔"

"کیوں؟ تم نے شیلا درپن کے ذکر پر اس کا حوالہ کیوں دیا۔"

"میرے خدا.... تو آپ سچ مچ میرا دماغ ہی خراب کرنے آئے ہیں۔"

"یہی سمجھ لو.... لیکن جلدی سے زبان کھولو! ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد میں تمہاری مدد کر سکوں۔"

"ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے.... اسی کمرے میں بڑی شدید جنگ ہوئی تھی۔ دونوں کے درمیان اور لیڈی داؤد نے شیلا درپن کے گال پر تھپڑ مارا تھا اور پھر دونوں بھوکی شیرنیوں کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ پڑی تھیں۔ شیلا درپن لیڈی داؤد سے کمزور پڑتی تھی۔ اس لئے اس نے

اسے رگڑ ڈالا تھا۔ میں نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ کمرہ اندر سے بند کر دوں تاکہ اس فری اسٹائل سے دوسرے محظوظ نہ ہو سکیں۔" منیجر خاموش ہو کر پلکیں جھپکانے لگا۔

لاش

حمید نے پائپ سلگا کر دو تین گہرے کش لئے اور کرسی کی پشت سے ٹک گیا وہ نیم وا آنکھوں سے منیجر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ جھگڑا کس بات پر ہوا تھا ڈیئر مسٹر منیجر!"

"میں نہیں جانتا۔"

"اوہ تو وہ بس یونہی ایک دوسرے پر جھپٹ پڑی تھیں۔"

"نہیں دیکھئے میں بتاتا ہوں۔ شیلا درپن یہاں پہلے ہی سے موجود تھیں وہ یہاں کسی کا انتظار کر رہی تھیں۔"

"کس کا انتظار کر رہی تھیں۔"

"یہ نہیں بتایا تھا۔ بس اتنا کہا تھا کہ میں یہاں کچھ دیر بیٹھ کر ایک آدمی کا انتظار کروں گی شائد دس منٹ بعد لیڈی داؤد کمرے میں داخل ہوئی تھیں.... اور انہوں نے ان کے منہ پر مار کر کہا تھا یہ ہے جواب.... اور بس پھر جنگ شروع ہو گئی تھی۔ ایسی جنگ زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو نوچ کھسوٹ رہی تھیں۔"

"لیکن تم نے ان دونوں کو الگ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔"

"میں نروس ہو گیا تھا۔"

"پھر وہ الگ کیسے ہوئی تھیں۔"

"جب شیلا درپن بے ہوش ہو گئی تھی تو لیڈی داؤد نے ان پر تھوکا تھا اور باہر نکل گئی تھیں"

حمید پھر سوچ میں پڑ گیا۔ آخر اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"آج کل برونوف کے ساتھ زیادہ تر کون عورت دیکھی جاتی ہے۔"

"زیادہ تر عورتیں ہی دیکھی جاتی ہیں.... اس کے گرد تو بھیڑ رہتی ہے کپتان صاحب!"

"کبھی یہ شیلا درپن بھی اس بھیڑ میں نظر آئی تھی۔"

"نہیں! میرا خیال ہے کہ میں نے انہیں بھیڑ میں کبھی نہیں دیکھا۔"

"اور لیڈی داؤد....!"

"جی نہیں! مگر آپ انہیں برونوف سے کیوں نتھی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"کچھ نہیں.... ہاں تو کیا یہاں کلب میں پھینکے جانے والے خنجروں کا کچھ اسٹاک موجود ہے۔"

"نہیں.... وہ لوگ مہیا کریں گے۔"

"کیا تم نے باقاعدہ طور پر اجازت نامہ حاصل کیا ہے۔"

"کیسا اجازت نامہ....!"

"بغیر لائسنس یا اسپیشل پرمٹ خنجر نہیں استعمال کئے جا سکتے۔"

"ارے باپ رے.... پھر کیا ہوگا۔"

"اگر برونوف نے یہاں مظاہرہ کیا تو کل تم حوالات میں نظر آؤ گے۔"

"پھر بتائیے میں کیا کروں۔"

"کیا بتاؤں! اگر تم بھی زد میں نہ آئے ہوتے تو میں عین وقت پر برونوف اور اس کے حواریوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دیتا۔"

"واقعی یہ بات بڑی بے تکی رہے گی۔" منیجر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بقول شاعر....!" حمید مسکرایا۔

پھر اس نے فون پر گھر کے نمبر رنگ کئے۔ اسے توقع تھی کہ فریدی گھر ہی پر ہوگا۔ لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ وہ دراصل فریدی سے اس مسئلہ پر مشورہ لینا چاہتا تھا کہ برونوف کا یہ مظاہرہ ہونے دے یا نہیں۔ رائفل کلب کی اور بات تھی۔ اس کے پاس اس قسم کے مظاہروں کے لئے باقاعدہ طور پر لائسنس تھا.... لیکن دوسری تفریح گاہوں میں خنجروں یا ریوالوروں کا کھیل قانون شکنی کی حدود میں داخل ہو جاتا تھا۔

فریدی گھر پر موجود نہیں تھا لیکن ملازم کے بیان کے مطابق وہ کئی بار حمید کے لئے گھر پر رنگ کر چکا تھا۔ حمید نے ملازم کو تاکید کر دی تھی کہ اب اگر فریدی کی کال آئے تو وہ اسے ہائی سرکل کلب کے لئے ڈائرکٹ کر دے۔

اب بہر حال اسے کچھ دیر وہیں ٹھہر کر فریدی کی کال کا انتظار کرنا تھا۔

"میں تو یہ چاہتا تھا جناب کہ آپ اس کا منہ پھیر دیتے۔" منیجر بھرائی ہوئی آواز میں بو

"تاکہ ان عورتوں کی دیوانگی دور ہو.... یہ برونوف کو دوسری دنیا کا آدمی سمجھتی ہیں۔"

"تم مطمئن رہو! وہ تمہاری بیوی کو لفٹ نہیں دے گا۔"

"آپ الٹی سیدھی باتیں کرنے لگتے ہیں۔" منیجر نے غصیلی آواز میں کہا۔ "میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

حمید خاموشی سے پائپ کے کش لیتا رہا.... وہ لیڈی داؤد اور شیلا درپن کے متعلق سوچ تھا۔ کیا کنول ہی کا خیال درست تھا۔ لیڈی داؤد کی جگہ شیلا نے لی ہو۔ دونوں کے جھگڑے کا مق یہی رہا ہو.... اور پھر انتہائی مایوسی کے عالم میں عاشق مزاجوں کو خودکشی ہی کی سوجھتی ہے۔ لی پھر فریدی کے فلٹ ہیٹ میں سوراخ کا کیا مطلب تھا.... اگر یہ معاملہ صرف رقابت تک مح ہوتا تو فریدی پر فائر کیوں کیا جاتا۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کے لئے قانون پھانسی پھندے تیار کرتا۔ الف کو بے سے محبت تھی۔ درمیان میں جیم آکودی۔ "بے" جیم کی طر مائل ہوگیا۔ الف نے خودکشی کرلی.... پھر! کیا قانون اس کے لئے بے یا جیم کو سزا دے ہے.... اگر نہیں تو.... ان میں سے کسی کو اس خودکشی کی تفتیش سے خلجان کیوں ہو کہ وہ چھ کر فائرنگ پر اتر آئے؟

حمید سوچتا رہا.... اور پائپ کی تمباکو راکھ ہوتی رہی۔

دفعتاً فون گنگنا اٹھا۔ منیجر نے ریسیور اٹھا کر کسی کی کال ریسیو کی اور پھر ریسیور حمید کی طر بڑھا دیا۔

"ہیلو....!"

"حمید....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "تمہیں گھر پر موجود ہونا چاہئے تھا۔"

"مجھے تو اسی بار کے سامنے موجود ہونا چاہئے تھا جہاں چھوڑا گیا تھا۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر

"حالات ایسے تھے کہ مجھے فوراً ہی ایکشن لینا تھا۔ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔"

حمید نے اسے برونوف کے بارے میں بتایا کہ وہ آج رات کو ہائی سرکل میں خنجر پھینکنے کا مظاہرہ کرے گا۔

"اوہ.... اسے چھوڑو! وقت برباد نہ کرو.... بیس منٹ کے اندر اندر آفس پہنچ جاؤ۔"

"رات کو آفس....!"

"میرا سیکشن آج اس وقت بھی کام کر رہا ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ میرا تبادلہ کسی دوسرے سیکشن میں ہو جائے۔"

"نہیں بکواس مت کرو....!"

"اچھی بات ہے۔" حمید نے ریسیور رکھتے ہوئے ایک طویل سانس لی۔ پھر منیجر سے بولا۔ "بقول شاعر سکھی ری ڈولی میں ہو جا سوار.... اب چلدیئے! اگر وہ لوگ برونوف کے مظاہرے پر ں تو مجھے فون کر دینا۔ لیکن اس کا علم کسی کو نہ ہونے پائے کہ میں تم سے برونوف یا شیلا کے متعلق کسی قسم کی گفتگو کر چکا ہوں۔"

"بہت بہتر جناب.... مگر میں تو یہ چاہتا تھا۔"

"پرسوں رات رائفل کلب میں یہ بھی دیکھ لینا۔ میں نے برونوف کا چیلنج قبول کر لیا ہے۔ رائفل کلب میں ہر قسم کے مظاہرے میں حصہ لے سکتا ہوں کیونکہ رائفل کلب ایسے مظاہروں کے لئے خصوصی پرمٹ رکھتا ہے۔"

"میں بس یہی چاہتا تھا کہ اس کی بقول شاعر ہوا بگڑ جائے۔"

"اچھا....!" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "بقول شاعر.... میں تو چلی پیا کے دیس میکے سے ناطہ توڑ کے۔"

پھر بیس منٹ کے اندر ہی اندر وہ آفس پہنچ گیا۔ لیکن اسے یہ دیکھ کر بے حد غصہ آیا کہ ری اپنی میز پر بیکار بیٹھا ہوا ہے۔

وہ چپ چاپ اپنی میز پر بیٹھ کر طبلہ بجانے لگا۔ فریدی اسے گھور رہا تھا۔

"کوئی خاص خبر....!" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"خاص الخاص....!" حمید ہاتھ روکتا ہوا بولا۔ "میں اپنا بستر بھی یہیں منگوا رہا ہوں۔ بارات سے جائے گی۔"

"ہائی سرکل میں برونوف کے متعلق اور کیا معلوم کیا۔"

"آپ بتایئے.... وہ جانور کہاں ہے۔ جھلاہٹ میں میں نے ایک سو اسی روپیوں کا خون کر دیا۔"

"کیوں....؟"

"دو بوتلیں بہترین اسکاچ کی خریدی تھیں.... باہر آکر توڑ دیں۔ کہاں لٹکائے پھرتا۔"

"گھر واپس جا سکتے تھے۔"

"موقعہ نہیں تھا.... آج میں بے حد اداس ہوں۔"

"کب نہیں ہوتے۔" فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"مگر اب آپ سے ایسی غلطیاں سرزد ہونے لگی ہیں، جو پہلے کبھی نہیں ہوئیں۔"

"مثلاً....!"

"آپ نے سر داؤد سے یہ نہیں پوچھا کہ لیڈی داؤد مزاج کی کیسی تھی۔"

"کیوں....؟"

"کیونکہ میں جانتا ہوں.... وہ ایک جھگڑالو عورت تھی اور پچھلے ہفتے اس نے رائے شنکر سرن کی بیوی کو مار مار کر بیہوش کر دیا تھا۔"

"کہاں....؟"

"ہائی سرکل کے آفس میں....!"

"وجہ....!"

"وجہ نہیں معلوم ہو سکی! شیلا منیجر کے آفس میں کسی کا انتظار کر رہی تھی کہ لیڈی داؤد داخل ہوئی اور شیلا کے گال پر ایک ہاتھ چھوڑ دیا! پھر دونوں لپٹ پڑیں! منیجر کا بیان ہے کہ د سے ایک لفظ بھی نکالے بغیر ایک دوسری کو نوچ کھسوٹ رہی تھیں۔ پھر شیلا بے ہوش گر گئی اور لیڈی داؤد نے اس پر تھوکا تھا.... اس کے بعد پھر وہ وہاں نہیں ٹھہری تھی.... شیلا بھی ہوش میں آنے کے بعد منیجر کو اس جھگڑے کی وجہ نہیں بتائی تھی۔"

"منیجر سے یہ تو ضرور کہا ہو گا کہ وہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرے۔" فریدی نے پوچھا۔

"اوہ! مجھے اس کے متعلق منیجر سے سوال کرنا چاہئے تھا۔" حمید نے متاسفانہ لہجہ میں کہا۔

فریدی تھوڑی دیر تک خاموشی سے حمید کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ "مگر تمہیں اس میں کون سی خاص بات نظر آئی ہے، جو موجودہ کیس کے سلسلہ میں مفید ثابت ہو سکے۔"

"آج میں نے برونوف اور شیلا درپن کو ساتھ دیکھا تھا۔" حمید نے کہا اور بار کا واقعہ دہر

"کبھی کسی تفریح گاہ میں بھی دونوں ساتھ نظر آئے تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں.... کبھی نہیں۔ تفریح گاہوں میں تو برونوف کے ساتھ لڑکیوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔"

"ہُنہ....!" فریدی کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں.... پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر فون کا ریسیور اٹھایا۔ کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ہیلو.... تھرٹین.... تھرٹین! ...از ہارڈ اسٹون.... معلوم کرو کہ رائے بہادر شنکر سرن کی بیوی شیلا درپن نے ابھی حال ہی ...کسی عورت کو ملازم رکھا ہے.... نہیں عورت یا مرد کی تخصیص نہیں ہے.... مطلب یہ کہ ...اس نے کسی کو ملازم رکھا ہو.... شنکر سرن نے نہیں۔ کیا سمجھے.... ہاں کتنی دیر انتظار کیا ...ئے۔ آں.... اچھا ٹھیک ہے۔"

فریدی نے ریسیور کریڈل میں ڈال دیا اور حمید کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔

"یہ نوکر رکھنا کہاں سے نکل پڑا۔" اس نے حیرت سے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ یہی چیز تمہاری دلچسپی کا باعث بن سکے۔" فریدی مسکرایا۔

"میں پوچھتا ہوں آپ غائب کہاں ہو گئے تھے۔"

فریدی نے اب اپنی روداد مختصر الفاظ میں دہرائی.... حمید تحیر آمیز انداز میں سنتا رہا۔ پھر ...ہانی ختم ہو جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔

"تو.... وہ میریا ہی تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں.... سر داؤد کا بیان کردہ حلیہ اس لڑکی سے مطابقت رکھتا ہے۔"

"پھر اب ہم کدھر جا رہے ہیں۔"

"تھرٹین سے جواب مل جانے پر کچھ کہہ سکوں گا۔"

"یہ تھرٹین کیا بلا ہے۔"

"نمبر....!"

"ایسے کتنے نمبر ہیں۔"

"لاتعداد....!"

"تب پھر میں آج سے آپ کو کرنل کی بجائے نمبردار کہوں گا۔"

"ابھی شروع کر دو....!" فریدی مسکرایا۔

"یہ آپ کی بلیک فورس کب میری سمجھ میں آئے گی۔"

"کبھی نہیں....اس کے چکر میں نہ پڑو۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔"

"اگر تم نے اس سلسلہ میں چھان بین شروع کی تو تمہیں افسوس ہوگا۔ وقت کی بربادی۔"

"مجھے اتنی فرصت کہاں ہے کہ خواہ مخواہ دردِ سری مول لیتا پھروں۔" حمید نے بُرا سا منہ کر کہا۔

دفعتاً سارجنٹ رمیش کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا خبر ہے؟" فریدی نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

"اس نمبر کی کوئی کار ٹریفک پولیس کے رجسٹر ہی میں درج نہیں ہے۔" رمیش نے جواب دیا۔

"مجھے یقین تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔"

"کیسی کار....!" حمید نے پوچھا۔

"یہ اسی کار کا تذکرہ ہے جس پر وہ لڑکی فرار ہوئی تھی۔ میں نے اس کے نمبر قریب سے دیکھے اور ذہن نشین کیئے تھے۔"

"بے حد چالاک لوگ معلوم ہوتے ہیں جناب۔" رمیش نے کہا۔

"گاؤدی قسم کے لوگوں میں مجرمانہ رجحانات شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں۔" فریدی نے کہا پھر تھوڑے توقف کے ساتھ بولا۔ "اچھا رمیش اب تم جا سکتے ہو۔ شکریہ۔"

رمیش چلا گیا۔

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"لیکن آخر یہاں بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ۔" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"کیا تم سچ مچ میری کھوپڑی میں سوراخ دیکھنا چاہتے ہو۔" فریدی مسکرایا۔

حمید خاموش ہی رہا۔

"رمیش کے خیال کے مطابق یہ لوگ واقعی بہت چالاک ہیں۔" فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "یہی دیکھ لو کہ میں نے حملہ آور کو پکڑ لیا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی اصل مجرموں سے متعلق اندھیرے میں ہوں۔"

"اوہ.... تو کیا آپ کو اس ریٹائرڈ فوجی کے بیان پر یقین آ گیا ہے۔"

"بے یقینی کی کوئی وجہ نہیں.... اگر اس آدمی کے توسط سے اصل مجرموں تک پہنچنا ممکن ہوتا تو وہ لڑکی اسے وہاں کبھی نہ چھوڑ جاتی۔ اگر چھوڑتی بھی تو زندہ ہرگز نہ چھوڑتی۔"

"اچھا تو.... میریا کو خود لیڈی داؤد ہی نے ملازم رکھا تھا۔"

"سر داؤد کا یہی بیان ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ ہمارا رخ کدھر ہے۔"

"رخ فی الحال کسی طرف بھی نہیں ہے۔ ابھی تو اتنا مواد بھی نہیں ملا کہ کوئی ایک نظریہ ہی قائم کیا جا سکے۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی.... فریدی نے ریسیور اٹھا لیا۔

"یس اٹ از ہارڈ اسٹون....!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

تھوڑی دیر تک کچھ سنتا رہا پھر بولا۔ "تمہیں یقین ہے.... اچھا.... ہاں.... ہاں.... ٹھیک ہے آں.... اچھا اچھا.... بہر حال میں مطمئن رہوں کہ اس کا انتخاب شیلا ہی نے کیا تھا.... اچھا.... بس....!"

فریدی نے ریسیور رکھ کر ایک طویل سانس لی اور تھوڑی دیر بعد بولا۔ "ابھی حال ہی میں شیلا نے ایک لڑکی بطور پرائیویٹ سیکریٹری رکھی ہے۔"

"لڑکی بطور پرائیویٹ سیکریٹری....!" حمید نے حیرت سے کہا۔

"کیوں....؟"

"عورتیں عموماً لڑکے رکھتی ہیں۔"

فریدی پھر خاموش ہو گیا۔ غالباً وہ اس بے تکی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔

"اب آپ کیا سوچ رہے ہیں۔" حمید نے اسے پھر چھیڑا۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس پرائیویٹ سیکریٹری کی باقاعدہ طور پر نگرانی کی جائے۔"

"ہاں.... یقیناً۔ لیکن میں اس کی عمر معلوم کیئے بغیر اس کا ذمہ ہرگز نہ لوں گا۔"

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بجی۔

"یس....!" فریدی نے ریسیور اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "کون ہے! اوہ.... ہیلو.... کیا بات ہے۔ کیا کہا لاش.... میرے خدا کیا آج لاشوں کا چرخہ ختم ہی نہ ہوگا.... اچھا

ٹھہرو.... میں آرہا ہوں۔"

فریدی نے پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔

"کون تھا....!" حمید نے پوچھا۔

"جگدیش! کوتوالی میں ایک یوریشین لڑکی کی لاش موجود ہے۔"

"کیا مطلب.... میریا....!" حمید چونک پڑا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہی ہو.... اگر یہ اس کی لاش ہوئی تو یہ سمجھ لو کہ ہم نے ایک بہترین گواہ سے ہاتھ دھو لئے۔"

"میں نہیں سمجھا....!"

"لاش کی بائیں کنپٹی پر زخم ہے۔ گولی وہیں لگی تھی۔ اگر اس نے بھی خودکشی نہیں کی تو یقین رکھو کہ وہ اصل مجرموں سے واقف تھی۔"

فریدی کی کار کچھ دیر بعد کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہی تھی۔ کوتوالی تک کا راستہ بہت تھوڑے وقت میں طے ہو گیا۔ کیونکہ فریدی نے خاصی رفتار سے ڈرائیونگ کی تھی۔

دونوں ہی نے مردہ خانے میں میریا کی لاش دیکھی۔ فریدی نے تصدیق کی کہ یہ وہی لڑکی تھی جس نے آج دوپہر کو اسے قتل کرا دینے کی کوشش کی تھی۔"

پھر سر داؤد کو بھی کوتوالی تک آنے کی زحمت گوارا کرنی پڑی۔ اس نے بھی میریا کی لاش شناخت کرلی۔ سر داؤد کی حالت بہت ابتر تھی اسے فوراً ہی واپس کر دیا گیا۔

"تو پھر اب کہیں شیلا درپن کی بھی شامت نہ آجائے۔" حمید نے کہا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔

درخواست

دوسرے دن حمید فن آئی لینڈ کے ایک ویران حصے میں جانو سے نشانہ بازی کی ٹریننگ لے رہا تھا۔

اسے اس بوڑھے کی صلاحیتوں پر رشک آنے لگا تھا۔ اس کی آنکھیں اس عمر میں بھی بے حد

مدار تھیں۔ شراب ان میں دھندلا پن پیدا کرنے کی بجائے اور زیادہ چمکا دیتی تھی اور جانو کے ھکے ہوئے جسم میں ایسی تیزی آجاتی تھی جیسے وہ ربر کا ہو اور کسی قسم کا میکنزم اسے متحرک رکھنے میں مدد دیتا ہو۔ وہ اس وقت حمید کے لئے پنگ پانگ کی گیندیں اچھال رہا تھا۔

"ہاتھ سیدھا رکھو لڑکے.... ورنہ ساری انگلیاں توڑ دوں گا۔" یک بیک وہ غرایا۔

تیسری گیند پر حمید کا ہاتھ بہک گیا تھا اور وہ زمین پر گری تھی۔

"تم سیدھے کھڑے ہو کر ہی نہیں سنبھال سکتے۔ سر کے بل کھڑے ہو کر کیا کرو گے۔" جانو نے کہا۔

"وہ بہت آسانی سے کر سکوں گا۔ میں الٹا پیدا ہوا تھا۔ اوندھی کھوپڑی رکھتا ہوں۔" حمید جھلا گیا۔

جانو نے زمین سے بوتل اٹھا کر تین چار گھونٹ لئے اور پھر کاک لگا کر اسے ایک طرف لڑھکا دیا۔

وہ سوڈا ملائے بغیر پی رہا تھا۔ ایک بوتل صاف کر چکا تھا اور ابھی کچھ دیر پہلے دوسری کھولی تھی۔

حمید گھاس پر بیٹھ گیا۔ جانو سرخ سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔

"تم دونوں مفت میں اپنی زندگی برباد کر رہے ہو۔" اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "آج کا گریٹ آدمی کل میری ہی طرح مایوس اور پست ہو جائے گا۔"

"ہو سکتا ہے ہم آج بھر کے ہوں۔" حمید بولا۔

"کہنے کی باتیں ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ اسے کب تک جینا پڑے گا.... میں....!" اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "جانو ہر لحظہ اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھرتا تھا۔ میری زندگی کا ہر دوسرا لمحہ میرے لئے موت کا پیغام رہا ہے۔ لیکن میں آج بھی زندہ ہوں اور حقیر کیڑوں کی طرح نالیوں میں رینگتا پھر رہا ہوں۔ ایک دن آدمی کا دل ضرور ٹوٹتا ہے کیپٹن! میں وہی جانو ہوں جس نے اپنا گھر جلتے دیکھا تھا۔ میں وہی جانو ہوں جس کا سارا کنبہ جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا تھا۔ میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا لیکن میرا دل نہیں ٹوٹا تھا.... اس وقت تو میرے سینے کی آگ اور بھڑکی تھی.... انگریز تو یہی سمجھا تھا کہ اس کے بعد میرے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ یا تو میں گڑگڑاتا ہوا ان کے قدموں پر جا رہوں گا یا پھر روپوش ہو جاؤں گا۔ کبھی میرا نام نہ سنا جا سکے گا.... مگر جانتے ہو اس کے بعد کیا ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے ایک ظالم کمشنر میجر برٹرام کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور پھر اس کے بعد میری سرگرمیاں بڑھتی ہی رہی تھیں۔ لیکن وہ مجھ

پر ہاتھ نہ ڈال سکے۔ پھر جب آزادی آئی انگریز چلے گئے میں نے خود کو ظاہر کیا اور پُرامن شہری کی زندگی بسر کرنے لگا۔ میں نے کبھی حکومت پر اپنا حق نہیں جتایا۔ کبھی یہ نہیں چاہا کہ حکومت میری امداد کرے.... میں مزدوروں کی طرح اپنا پیٹ پالتا تھا اور خوش تھا۔ لیکن پھر میرا دل ٹوٹ گیا.... میں مرگیا....!"

"کیوں....؟" حمید نے اسے ٹوکا۔

"پہلے ہم صرف ایک کے غلام تھے اور اب ہمارا گذارہ دردر کی بھیک پر ہے۔ ہم ہر ایک کے آگے ہاتھ پھیلانے کے لئے آزاد ہیں.... ہاہاہا.... آزاد ہیں.... یہ آزادی ہے.... زندہ باد

"یار جانو صاحب! اب تم سیاست پر بور کرو گے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تم میں اور کرنل میں بڑا فرق ہے۔ یہاں تو زندگی چاند سی عورت کے سوا کچھ بھی نہیں! یہ جوانی وقت میں یہاں جھک مار رہا ہوں یہ بھی عورتوں ہی کے لئے ہے.... میں نہیں چاہتا کہ یہاں کے نگاران خوبرو کسی غیر ملکی کے گرد بھیڑ لگائیں۔"

"میں نہیں سمجھا....!" جانو بولا۔

حمید نے اسے روسی شہزادے برونوف کے متعلق بتایا۔

"پرنس برونوف.... پرنس برونوف...." جانو نے اس طرح آہستہ آہستہ دہرایا جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر بولا۔ "پتہ نہیں میں نے یہ نام کہاں سنا تھا.... کان آشنا معلوم ہوتے ہیں۔ ہاں تو کیا یہ پنگ پانگ ہی کے گیندوں پر نشانے لگاتا ہے۔"

"بالکل اسی انداز میں جیسے میں مشق کر رہا ہوں۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ وہ اس میں کامیاب نہ ہو۔"

"اگر ایسا ہو تو کیا کہنا۔"

"کسی گوشے میں ایک آدمی آئینہ دے کر بٹھا دینا۔ جیسے ہی گیندیں اچھالی جائیں وہ ان پر قریبی بلب کی روشنی کا عکس ڈال دے.... ہاتھ بہک جائے گا۔"

"لیکن یہ ٹرک تو صرف اس پر بلکہ تماشائیوں پر بھی ظاہر ہو جائے گا۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔" بوڑھا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "بھئی میرا خیال تو یہ ہے کہ تم ا ایمانداری سے شکست دینے کی کوشش کرو۔ تمہاری یہ تجویز بھی ٹھیک ہی ہے کہ تم سر کے

مڑے ہو کر نشانہ لگاؤ.... اوہو.... ٹھہرو.... یہ برونوف مجھے کچھ کچھ یاد آرہا ہے.... چار سال ۓ میں مغربی جرمنی میں تھا۔"

"تم.... مغربی جرمنی میں۔" حمید نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں.... آں.... کیا ہوا.... میرے جسم پر جھولتے ہوئے چیتھڑوں پر نہ جاؤ کیپٹن! جب یہاں کے کسی بڑے سرمایہ دار کو مشینیں خریدنی ہوتی ہیں تو وہ جانو کو ضرور تلاش کرتا ہے۔ چار سال ہوئے مجھے ایک آدمی اپنے ساتھ مغربی جرمنی لے گیا تھا۔ کچھ مشینیں خریدنی تھیں.... ٹھہرو.... پہلے مجھے بتاؤ کیا پرنس برونوف سنہرے اور گھونگھریالے بالوں والا ہے.... کیا اس کا ال نقشہ یونانیوں کا سا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اس کا صحیح حلیہ بیان کر رہے ہو۔" حمید نے کہا۔

"پرنس برونوف....!" جانو کے ماتھے پر پھر شکنیں ابھر آئیں اور اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "مغربی جرمنی کی پولیس کو اس کی تلاش تھی۔"

"کس سلسلہ میں....!"

"یہ میں نہ بتا سکوں گا.... لیکن میں نے وہاں اس کا نام بہت سنا تھا۔ اخبارات میں روزانہ اس کا حلیہ جاری کیا جاتا تھا.... دن میں کئی بار ریڈیو پر اس کا حلیہ دہرایا جاتا تھا۔ پولیس اسے زندہ یا مردہ حالت میں چاہتی تھی۔ کچھ انعام بھی تھا۔ اس کی بعض خصوصیات بھی نشر کی جاتی تھیں۔ اس کی ایک خصوصیت نشانہ بازی میں مہارت بھی تھی۔"

"تمہیں جرمن آتی ہے۔"

اس سوال پر وہ بڑی حقارت سے ہنس کر بولا۔ "دہشت پسند جانو دنیا کی سات زبانوں کا ماہر ہے۔"



رات اندھیری تھی۔ پرنس برونوف نے کھڑکی کھول کر باہر جھانکا! عمارت کی پشت پر سناٹا تھا اور اندھیرا تو تھا ہی۔ وہ کھڑکی بند کر کے پھر فون والی میز کی طرف پلٹ آیا۔ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے اور دوسری طرف سے جواب مل جانے پر بولا۔ "صدر دروازہ سے تو نکلنا ممکن نہیں ہے کیونکہ دو آدمی نگرانی کر رہے ہیں۔ ہاں مجھے یقین ہے کہ میری نگرانی ہو رہی ہے۔"

"تب پھر تمہیں ہر حال میں پہنچنا ہے۔ بس.... میں فون پر زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا تم مجھ تک پہنچو اس کی پرواہ کئے بغیر کہ کوئی تمہارا تعاقب کر رہا ہے۔"

"اچھا....!" برونوف نے ریسیور رکھ دیا۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ اوپری منزل کی ایک کھڑکی سے کارنس پر اتر آیا۔ گندے پانی کا موٹا سا پائپ اسے نیچے پہنچا دینے کے لئے کافی تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ دیوار سے لگا کھڑا اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا پھر دبے پاؤں آگے بڑھنے لگا۔ اسے یقین تھا کہ ادھر اس پر نظر رکھنے والوں میں سے کوئی نہ ہوگا۔

وہ کھیتوں سے گذرتا ہوا ریلوے اسٹیشن کی طرف چلنے لگا۔ کچھ دور چلنے کے بعد رک کر ادھر اُدھر نظریں بھی ڈالتا جا رہا تھا۔

ریلوے اسٹیشن تک پہنچنے کے لئے اسے ایک میل کی مسافت طے کرنی پڑی۔ وہاں سے اس نے ایک ٹیکسی لی۔ لیکن اس سے پہلے اطمینان کر لیا کوئی تعاقب تو نہیں کر رہا تھا۔

"ایگل اسکوائر....!" اس نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔

ٹیکسی چل پڑی.... رات زیادہ نہیں ہوئی تھی۔ سڑکیں ابھی پر رونق تھیں۔ پندرہ منٹ بعد ٹیکسی ایگل اسکوائر کی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

برونوف نے اتر کر کرایہ ادا کیا اور پورچ کی طرف بڑھ گیا۔

برآمدے میں دو باوردی ملازموں نے اس کا استقبال کیا اور پھر وہ اسے ایک کمرے میں لے گئے۔ یہاں برونوف نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے اور ان میں سے ایک ملازم اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔

"ریوالور کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔" برونوف نے کہا اور جامہ تلاشی لینے والے نے ریوالور جیب سے نکال کر میز پر ڈال دیا۔

یہ کاروائی ختم ہو جانے کے بعد ایک نے نہایت ادب سے کہا۔ "اب آپ اندر تشریف لے جا سکتے ہیں جناب....!"

برونوف ریوالور وہیں چھوڑ کر راہداری میں آ گیا۔ اب اس کے قدم نپے تلے انداز میں اٹھ رہے تھے اور نوکروں میں سے کوئی بھی اس کے پیچھے نہیں چل رہا تھا۔

آخر کار وہ عمارت کے وسط میں پہنچ گیا۔ یہاں ایک بہت بڑا ہال تھا۔ جسے جدید طرز پر آراستہ کیا گیا تھا۔ برونوف نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

دفعتاً ایک دروازہ کھلا اور سرخ رنگ کی روشنی کا ایک بڑا سا دھبہ ہال میں رینگ آیا۔

برونوف کھڑا ہو گیا روشنی کا دھبہ ہال کے فرش پر ایک طویل و عریض مستطیل بنا رہا تھا۔ پھر ہال کے سارے بلب بجھ گئے۔ لیکن سرخ رنگ کی روشنی کا مستطیل بدستور فرش پر قائم رہا۔ اندھیرے میں یہ روشنی پہلے سے کچھ زیادہ تیز معلوم ہونے لگی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس روشن مستطیل میں کسی آدمی کی گہری سیاہ پرچھائیں نظر آئی۔

"برونوف....!" جیسے ہال کا اندھیرا بول پڑا۔

"ہاں میں موجود ہوں۔" برونوف کی آواز اس کے مقابلہ میں کمزور سی تھی۔

"تم سے کس نے کہا تھا کہ تم شیلا کو ادھر اُدھر لئے پھرو۔"

"کسی نے بھی نہیں....!" برونوف نے جواب دیا۔

"تمہاری اس حرکت سے کھیل بگڑ گیا ہے۔"

"پھر میں کیا کروں۔"

"صرف ہوش میں رہو! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی میریا ہی کا سا حادثہ پیش آجائے۔"

"میریا کا کیا ہوا۔"

"اس نے احتیاط نہیں برتی تھی! لہٰذا اس کا کھیل ختم کرنا پڑا۔"

"پھر اب کیا ارادہ ہے۔"

"شیلا سے دور رہو۔ کچھ دنوں کے لئے گوشہ نشین ہو جاؤ۔"

"وہ خود ہی میری قیام گاہ پر آ پہنچے گی۔"

"وہاں سے ہٹ جاؤ.... دوسری قیام گاہ کا انتظام ہو جائے گا۔ تم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ دونوں کتنے چالاک ہیں۔ کیپٹن حمید اس وقت مے پول میں اس لڑکی کے ساتھ ناچ رہا ہے جسے شیلا نے پرائیویٹ سیکریٹری کی حیثیت سے رکھا ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔"

"ان لوگوں کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ تم نہیں جانتے۔"

"تو کیا یہ لڑکی بھی میریا ہی کی طرح ختم ہو جائے گی۔"

"ضروری نہیں ہے۔" آواز آئی.... "زیادہ کشت و خون مناسب نہیں ہے۔ کچھ دنوں کے لئے ہمیں اپنی سرگرمیاں ترک کرنی پڑیں گی۔"

برونوف تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "دیکھو دوست یہ طریقہ مناسب نہیں ہے۔ تم سامنے آؤ.... ہم کھل کر گفتگو کریں۔ تمہارے طریقے مخدوش ہیں۔ گھماؤ پھراؤ اختیار کرنے سے ہمیشہ دشواریاں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ لڑکیاں ادھر اُدھر والوں کو پھانس کر کام لینے کی کوشش کرتی ہیں، جس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ اب اس ریٹائرڈ فوجی ہی کا معاملہ لے لو جس نے کرنل پر فائر کئے تھے.... وہ پکڑا گیا اور میریا کی پوزیشن خطرے میں پڑ گئی۔ لہٰذا ٹھکانے لگانا پڑا۔ اگر وہ اپنا ہی کوئی خاص آدمی ہوتا تو میریا اسے سڑک پر ہی چھوڑ جانے کی حماقت کبھی نہ کرتی۔"

"تم اس کی پرواہ نہ کرو۔"

"آخر تم خود کو ظاہر کیوں نہیں کرتے۔"

"برونوف.... زیادہ سوچنے کی کوشش نہ کرو۔ میرے متعلق زیادہ سوچنے کا نتیجہ موت ہی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔"

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو...." برونوف غرایا۔

"یقیناً....!" آواز آئی۔ "دھمکیوں ہی پر تو میرا سارا کاروبار چل رہا ہے.... کیوں کیا تم مجھ سے جھگڑا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

"نہیں دوست....!" برونوف نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "تمہارا وجود تو میرے لئے بڑا پرکشش ہے۔ ہاں ٹھہرو! تم نے مجھے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ اس مقابلے میں میں حصہ لوں یا نہ لوں۔"

"جانتے ہو.... خاور کون ہے؟" آواز آئی۔

"میں نہیں جانتا....!"

"کرنل فریدی کا اسسٹنٹ کیپٹن حمید....!"

"اوہ.... تو وہ....!"

"ہاں.... رائفل کلب کا سیکریٹری گراہم جانتا ہے کہ وہ کیپٹن حمید ہے لیکن اس کے باوجود بھی وہ وہاں خاور کے نام سے مشہور ہے۔"

"پھر مجھے، کیا کرنا چاہئے۔"

"مقابلہ....!" آواز آئی۔ "اگر تم تھوڑے محتاط رہو تو وہ لوگ تمہارے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ تم فرانس سے آئے ہو۔ وہ زیادہ سے زیادہ وہاں کی حکومت سے تمہارا ریکارڈ مانگیں گے۔ ظاہر ہے کہ فرانس کی پولیس کے لئے تم ایک اچھے شہری تھے اور وہاں بھی جلاوطن شہزادے سمجھے جاتے تھے۔ تم کیپٹن حمید سے ضرور مقابلہ کرو۔ مگر صرف نشانہ بازی سے کام نہیں چلے گا۔ تم اسے شمشیر زنی کی دعوت دو! تمہاری تلوار زہریلی ہونی چاہئے بس ایک معمولی سا زخم اس کے لئے کافی ہوگا۔ وہ ایک ہفتے سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکے گا۔"

"مگر ابھی تو تم نے کہا تھا کہ گوشہ نشین ہو جاؤ۔"

"صرف شیلا کی حد تک.... اگر تمہارے ساتھ کئی لڑکیاں ہوں تو مضائقہ نہیں اکیلی وہ نہ ہونی چاہئے۔"

"اور وہ لڑکی جو اس کی پرائیویٹ سیکریٹری ہے۔"

"اسے بدستور وہیں رہنے دو۔"

"تم نے کہا تھا کہ وہ کیپٹن حمید کے ساتھ ناچ رہی ہے۔"

"پرواہ مت کرو۔"



کرنل فریدی ے پول کے بال روم میں داخل ہوا۔ ابھی ابھی رقص کا کوئی دور ختم ہوا تھا اور لوگ ادھر اُدھر کھڑے قہقہے لگا رہے تھے.... کتنی ہی آنکھیں فریدی کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ ایسا ہی شاندار لگ رہا تھا۔ فریدی کے انداز سے یہ قطعی نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی کی تلاش میں ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اسے کسی کی تلاش تھی۔

حمید پر اس کی نظر پڑی، جو ایک دلکش سی یوریشین لڑکی کے ساتھ کافی پی رہا تھا۔ لیکن وہ اس پر مزید توجہ دیئے بغیر آگے بڑھ گیا اور پھر وہ اسے مل ہی گئی جس کی اسے تلاش تھی۔

یہ شیلا ڈرین تھی اور اپنی میز پر تنہا تھی۔ فریدی اس کے قریب جا کر رک گیا۔ شیلا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور دیکھتی ہی رہ گئی۔

"کیا میں آپ کا تھوڑا سا وقت لے سکتا ہوں محترمہ....!" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

"جج.... جی ہاں.... تت.... تشریف رکھئے۔" شیلا ہکلائی۔ اسے یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ اس آدمی کو پہلے کہاں دیکھ چکی ہے۔

"میرا کارڈ...." فریدی نے بیٹھتے ہوئے اپنا وزیٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا۔

شیلا نے اسے دیکھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"آپ....!" اس نے تحیر آمیز لہجے میں کہا۔ "مگر.... جی ہاں.... فرمائیے۔"

"میں لیڈی داؤد کے سلسلہ میں تھوڑی سی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں! مجھے لیڈی داؤد سے کیا سروکار۔" شیلا کی آواز کانپ رہی تھی۔

"میں دراصل ان کی خودکشی کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اب تک ان کے متعدد دوستوں سے مل چکا ہوں۔ اسی دوران میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ آپ سے بھی قریبی تعلقات رکھتی تھی۔"

"قریبی نہیں.... بلکہ وہ تو قطعی رسمی تھے۔" شیلا نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ.... تو کیا آپ ان کے اور سر داؤد کے تعلقات پر بھی روشنی نہ ڈال سکیں گی! مطلب یہ کہ دونوں کے تعلقات خوشگوار ہی تھے یا....!"

"افسوس کہ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہ بتا سکوں گی۔ یہ تو آپ کسی ایسے ہی آدمی سے معلوم کریں، جو دونوں کے بہت قریب رہا ہو۔"

"کیا آپ ایسے کسی آدمی کا نام بتا سکیں گی۔"

"نہیں میں کیا جانوں....!" اس بار فریدی نے اس کے لہجے میں جھنجھلاہٹ محسوس کی۔

"مجھے افسوس ہے محترمہ کہ میری وجہ سے آپ کو بڑی تکلیف پہنچی۔ مگر میں کیا کروں میرا کام ہی ایسا ہے۔ کوئی اچھا نہیں سمجھتا مجھے.... سب نفرت کرتے ہیں۔ لیکن کیا آپ اس حقیقت سے انکار کر سکتی ہیں کہ سوسائٹی کے لئے میرے محکمے کا وجود بہت ضروری ہے۔"

"اوہ! دیکھئے آپ غلط سمجھے! میں اپنی بساط بھر آپ سے ضرور تعاون کروں گی۔ مگر جن چیزوں کا مجھے علم نہیں ہے ان کے بارے میں آپ کو کیا بتا سکتی ہوں۔"

"میں اتنی ہی باتیں آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں، جتنی آپ کے علم میں ہیں۔"

"پوچھئے! میں ضرور بتاؤں گی۔" شیلا مسکرائی۔

"کچھ دن پہلے ہائی سرکل کے آفس میں....!" فریدی نے جملہ پورا نہیں کیا۔ وہ براہِ راست شیلا کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ شیلا کی پلکیں جھک گئیں اور اس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

"لیڈی داؤد سے کس بات پر آپ کا جھگڑا ہوا تھا۔" فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

شیلا کرسی کی پشت سے ٹک گئی۔ شائد اب اس میں سکت نہیں رہ گئی تھی کہ فریدی سے آنکھیں ملا سکتی.... فریدی جواب طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لیکن شیلا کے ہونٹوں میں جنبش تک نہ ہوئی۔ وہ کسی ایسے ننھے سے پرندے کی طرح ہانپ رہی تھی جسے باز دبوچ بیٹھا ہو۔ اتنے میں رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی۔

"کیا میں آپ سے رقص کی درخواست کر سکتا ہوں۔" دفعتاً فریدی نے کہا۔

"ضض.... ضرور.... ضرور....!" غیر ارادی طور پر شیلا کی زبان سے نکلا اور وہ کھڑی ہو گئی۔ اس میں بھی شائد اس کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔

رقص

حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ جب اس نے فریدی کو شیلا درپن کے ساتھ رقص کرتے دیکھا۔ ادھر اس کی ہم رقص کی نظر بھی شیلا پر پڑ گئی اور اس نے حمید کو ایک طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ "چلو.... اُدھر بیٹھیں.... میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیسے ٹھیک ہو سکے گی۔" حمید نے پوچھا۔

"بحث نہ کرو چلو....!"

وہ اسے گیلری میں لے آئی اور رقص کرنے والوں کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہو گئی۔" حمید نے پوچھا۔

"میں اسے اچھا نہیں سمجھتی کہ مالک اور نوکر ایک ہی تفریح گاہ میں نظر آئیں۔"

"ہائیں کیا مطلب.... تم مجھے اپنا مالک سمجھتی ہو یا نوکر....!" حمید حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"تم بالکل احمق ہو.... میں اپنی مالکہ کی بات کر رہی تھی۔ وہ بھی یہاں موجود ہیں۔"

"لعنت ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔ "میں ان کا نوکر بھی کیسے ہو سکتا ہوں.... یا ہو سکتا ہوں؟"

"تم نہیں میں....!" وہ جھلا کر بولی۔

"اوہ.... تو یہ کہو نا۔" حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "تمہاری باتیں سمجھ میں کم آتی ہیں! میں پچھلے سال سے تمہاری بہتیری باتوں پر غور کر رہا ہوں۔"

"کیا بک رہے ہو میرا خیال ہے کہ ابھی ہماری ملاقات کو تین گھنٹے بھی نہیں گذرے۔"

"اُف فوہ....!" حمید یک بیک چونک کر بولا۔ "یہ بھول کی بیماری بہت بُری ہوتی ہے۔ میں تمہیں ڈوروتھی سمجھ رہا تھا۔"

"میرا نام گلوریا ہے.... مگر کیا تمہارا مرض اتنا ہی شدید ہے کہ تم آن کی آن میں برسوں پیچھے چلے جاؤ۔"

"یقیناً.... بعض اوقات تو میں اپنا نام تک بھول جاتا ہوں۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "پھر میں راہگیروں سے پوچھنا شروع کر دیتا ہوں کہ میرا نام کیا ہے اور میں کہاں رہتا ہوں۔"

وہ ہنس پڑی اور پھر بولی۔ "شائد تم نے حال ہی میں کوئی ایسا فلم دیکھا ہے جس کا ہیرو کسی وجہ سے اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہو۔"

"تم میرا مذاق اڑا رہی ہو۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "تم پر ہی کیا منحصر ہے! ساری عورتیں مجھے اسی طرح اُلو سمجھتی اور بناتی ہیں۔"

"ارے تم تو بُرا مان گئے۔ بڑی جلدی بگڑ جاتے ہو۔"

"کیوں نہ بگڑوں! کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں اپنا پاگل پن تسلیم کر لوں....!"

"میں نے تم میں ابھی تک کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جسے پاگل پن سے تعبیر کیا جائے۔"

"تم بہت اچھی ہو۔"

"اوہو.... کیا کل پھر ملنے کا ارادہ ہے۔"

"یقیناً.... کیوں نہیں۔"

"نہیں۔ میں اس کی عادی نہیں ہوں۔ ہم اتفاقاً اس وقت ہمرقص بنے تھے کیا یہ ضروری ہے کہ میں تمہیں یاد رکھوں۔"

"میں تمہیں اچھا آدمی نہیں سمجھتی۔" اس نے کہا اور پھر یک بیک چونک پڑی وہ اس کھڑکی کی طرف دیکھ رہی تھی، جو ڈائننگ ہال میں کھلتی تھی۔

حمید نے کنکھیوں سے ادھر دیکھا.... ایک آدمی ڈائننگ ہال میں کھڑا اسے اشارہ کر رہا تھا۔ لڑکی پھر حمید کی طرف مڑی اور حمید نے نظریں جھکا لیں۔ انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے وہ دیر سے اس کے سینڈلوں سے جھانکنے والے شفاف اور سبک پنجوں کو دیکھتا رہا تھا۔

"میں اب جاؤں گی۔" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

"خدا حافظ۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "میں صبح تک تمہیں بھول جاؤں گا۔"

گلوریا ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی پھر حمید نے اسی کھڑکی سے یہ بھی دیکھا کہ وہ ڈائننگ ہال سے گذر کر باہر جا رہی ہے۔ وہی آدمی جس نے اسے اشارہ کیا تھا اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

حمید بھی اٹھ گیا.... اسے بہرحال دیکھنا تھا کہ اب وہ کہاں جاتی ہے اور وہ آدمی کون تھا۔



شیلا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے۔ اس کے پیر مشینی انداز میں موسیقی کا ساتھ دے رہے تھے۔ لیکن اس کا ذہن قابو میں نہیں تھا۔

کچھ دیر قبل فریدی نے ایک ایسا مسئلہ چھیڑا تھا جس پر اسے اپنی عمر گھٹتی ہوئی سی معلوم ہوئی تھی۔ لیکن اب وہ اس طرح اس کے ساتھ رقص کر رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ جیسے اسے اس سوال کے جواب کی ضرورت ہی نہیں تھی جس نے کچھ دیر پہلے شیلا کو نڈھال کر دیا تھا.... اور اب شیلا کا ذہن صرف ایک ہی سوال کی تکرار کئے جا رہا تھا۔ "یہ آدمی کیا چاہتا ہے.... یہ آدمی کیا چاہتا ہے۔"

دفعتاً فریدی نے بڑی خوابناک آواز میں کہا۔ "آپ بہت اچھا ناچتی ہیں۔"

"آپ کس سے کم ہیں۔" شیلا زبردستی مسکرائی تھی اور اسے اپنی آواز ایسی لگی تھی جیسے بہت دور سے آئی ہو یا کسی اندھے کنوئیں کی بازگشت رہی ہو۔

"نہیں آپ کی ساری باتیں آرٹسٹک ہیں۔" فریدی بولا۔ "اور شائد آپ ایک اچھی مصور

بھی ہیں۔"

"ہاں کچھ یونہی سالیپ پوت لیتی ہوں۔"

"آپ انکساری سے کام لے رہی ہیں۔" فریدی مسکرایا۔

وہ اسی قسم کی گفتگو کرتا رہا اور شیلا کا ذہنی ہیجان اس کی دلچسپ گفتگو کی نذر ہو گیا۔ وہ سب کچھ بھول گئی۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ اسے برسوں سے جانتی ہو۔ اس کے ساتھ بارہا رقص کرنے کا اتفاق ہو چکا ہو۔

پھر وہ کھلتی گئی۔ زبان کی لکنت دور ہو گئی تھی اور خیالات زبان کا ساتھ بخوبی دینے لگے تھے۔

اچانک فریدی پھر اصل موضوع پر آگیا۔ "میں نے سنا ہے کہ اس بد نصیب عورت نے بڑی درندگی برتی تھی آپ کے ساتھ۔"

"کتیا تھی.... وہ....!" شیلا نے غیر ارادی طور پر کہا۔

شیلا کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ایک موم کی گڑیا کی طرح پگھلی جا رہی ہو۔ مگر یہ کیفیت بڑی نشہ آگیں اور لذت آمیز تھی.... ذہن و جسم قوت ارادی کے تابع نہیں رہے تھے۔

"وہ.... واقعی بُری تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"بہت بُری.... بہت کمینی.... اس نے مجھے درندوں کی طرح نوچ کر رکھ دیا تھا.... ذلیل کہیں کی۔"

"مگر بات کیا ہوئی تھی۔"

"میں نے سر داؤد کو ایک خط لکھا تھا۔ وہ اس سے پہلے اسے مل گیا۔ میں نے سر داؤد کو لکھا تھا کہ لیڈی داؤد آوارگی کی طرف مائل ہے۔ عنقریب تمہارے منہ میں کالک لگ جائے گی۔ اسے سنبھالو.... میں نے خط میں اپنا نام نہیں ڈالا تھا۔ تیسرے یا چوتھے دن مجھے لیڈی داؤد کا خط ملا جس نے بہت عاجزی سے لکھا تھا کہ میں اس سے ہائی سرکل کلب کے منیجر کے کمرے میں ملوں.... میں نے سوچا کوئی اور بات ہو گی۔ میں اس کے لکھے ہوئے وقت کے مطابق وہاں پہنچ گئی تھی۔"

"اور وہ آتے ہی آپ پر جھپٹ پڑی تھی۔"

"جی ہاں! بالکل دیوانوں کی طرح۔"

"مگر اسے کیا معلوم کہ وہ خط آپ نے اسے لکھا تھا۔"

"پتہ نہیں.... یہی تو میں بھی سوچ رہی ہوں۔"

"خط بھی آپ نے ٹائپ کیا ہو گا۔"

"جی ہاں....!"

"تب پھر وہ جادوگرنی تھی۔"

"پتہ نہیں۔"

"مگر آپ نے خط لکھا ہی کیوں تھا۔"

"سر داؤد کو ایک خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے۔"

"آپ کو اس سے اتنی ہی ہمدردی تھی۔"

"اوہ.... میرا فرض تھا کہ اسے آگاہ کر دیتی۔"

"اگر آپ مجھے سچی بات بتا دیں تو میں ایک بہت بڑی الجھن سے نجات پا جاؤں گا۔"

ٹھیک اسی وقت مائیک خراب ہو گیا۔ موسیقی کی آواز محدود ہو کر رہ گئی اور رقاصوں کے پیر رکنے لگے۔ آرکسٹرا کی جانب سے رقص بند کر دینے کا اشارہ ملا اور لوگ اپنی میزوں کی طرف جانے لگے۔

شیلا سچ مچ اسی طرح لڑکھڑا رہی تھی جیسے بہت زیادہ پی گئی ہو۔ فریدی اسے سہارا دیئے ہوئے میز کی طرف لایا وہ بیٹھ گئی۔ وینٹی بیگ سے رومال اور آئینہ نکالا اور چہرے کی دیکھ بھال کرنے کے بعد بولی۔ "میں پیاسی ہوں۔"

"کیا پیئیں گی۔"

"پورٹ....!"

فریدی نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر پورٹ کے لئے کہا۔

"آپ نہیں پیئیں گے۔" شیلا نے پوچھا۔

"نہیں.... شکریہ۔ میں ضرورت نہیں محسوس کر رہا ہوں۔"

"آپ ہائی لی پولشڈ اور کلچرڈ آدمی ہیں۔" شیلا مسکرائی۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ پھر یک بیک ایسا معلوم ہوا جیسے شیلا جاگ سی پڑی ہو۔ اس کے چہرے سے ایک نقاب سی سرک گئی تھی۔ اب وہ پھر مضطرب اور پریشان نظر آنے لگی۔

تاوقتیکہ شراب نہیں آگئی۔ فریدی نے کچھ نہیں پوچھا۔

اور شیلا شراب پر اس بُری طرح ٹوٹی تھی جیسے برسوں کی پیاس ادھار رہی ہو۔ تھوڑی دیر بعد اس کی دھندلائی ہوئی آنکھیں پھر چمکنے لگیں اور اس نے سنبھالا لے کر فریدی سے کہا۔

"آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ آپ مجھے بور کریں۔"

"مجھے اس کا اعتراف ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ لیڈی داؤد کی خودکشی کی ذمہ دار سراسر آپ ہی ہیں۔"

"میں اس مسئلہ پر گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔"

"اچھی بات ہے۔" فریدی نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "دو چار دن بعد مجھے ہائی سرکل کے منیجر کے کمرے میں مل لیجئے گا۔"

"کیوں....؟"

"مجھے نوچنے اور کھسوٹنے کے لئے....!"

"کیا مطلب....!"

"میں بھی ویسا ہی خط رائے سرن کو لکھوں گا جیسا آپ نے سر داؤد کو لکھا تھا۔"

"آپ ہوش میں ہیں یا نہیں۔"

"میں نے تو نہیں پی محترمہ....!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

شیلا در پن اتنی دیر میں نصف سے زائد بوتل صاف کر چکی تھی۔ وہ پورٹ ہی سہی لیکن اس انداز میں پینے سے ذہن پر اثر ہوتا ہی ہے۔ اس کا دماغ پھر تاریک خلاؤں میں چکرانے لگا تھا۔

"کیا لکھیں گے۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں تو صاف صاف لکھ دوں گا کہ پرنس برونوف....!"

شیلا کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ پڑا.... اس کے ٹوٹنے کی آواز سے آس پاس کے لوگ چونک پڑے۔ فریدی نے ویٹر کو دوسرا گلاس لانے اور فرش صاف کرنے کا اشارہ کیا۔

شیلا کرسی کی پشت سے ٹک کر اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"اچھا اب اجازت دیجئے۔" فریدی نے کہا۔

"نہیں....!" وہ ہذیانی انداز میں بولی۔ "بیٹھئے.... آپ کو ثابت کرنا پڑے گا۔"

"اپنی حالت سنبھالئے محترمہ.... لوگ آپ کو گھور رہے ہیں۔"

"وہ چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی پھر جھک کر گلاس کے ٹکڑوں پر نظر ڈالی اور ہنسنے لگی، ہنسنے کے انداز میں کھوکھلا پن تھا۔"

پھر آہستہ سے بولی۔ "آپ اس طرح نہیں جاسکتے۔"

"میں ساری رات بیٹھ سکتا ہوں۔" فریدی مسکرایا۔

اتنے میں ویٹر گلاس لے آیا۔ شیلا دوسری کرسی پر بیٹھ گئی اور ویٹر فرش صاف کرنے لگا۔

فریدی شیلا کے لئے شراب انڈیل رہا تھا۔

"شکریہ....!" شیلا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور پھر ویٹر کے چلے جانے پر بولی۔

"آپ نے پرنس برونوف کا نام کیوں لیا تھا۔"

"کیونکہ آپ کے خط کے متعلق اسی نے لیڈی داؤد کو بتایا تھا۔"

"نہیں....!" شیلا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... اور پھر وہ یک بیک اس طرح اچھل پڑی جیسے فوری طور پر اپنی کسی حماقت کا احساس ہوا ہو۔

"نہیں.... نہیں.... یہ فضول باتیں میرے سامنے نہ چھیڑئیے!" اس نے سنبھل کر کہا۔

"پتہ نہیں آپ کے ذہن میں کیا ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ آپ کے لئے بھی خودکشی تقدیر ہو چکی ہے۔"

"کیا مطلب....!"

"مطلب آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکیں گی، اگر آپ کو شبہ ہو گیا ہے کہ لیڈی داؤد کو آپ کے خط کے متعلق کس نے بتایا تھا۔"

"مگر آپ برونوف کا نام کیوں لے رہے ہیں۔ اسے اس خط کے بارے میں کیسے معلوم ہوا ہوگا جب کہ میں اسے یونہی رسمی طور پر جانتی ہوں۔"

"یہی قطعی غلط ہے کہ آپ اس سے قریبی تعلقات نہیں رکھتیں۔"

"آپ میری توہین کر رہے ہیں اور مجھ پر اتہام لگا رہے ہیں۔ میں عدالتی چارہ جوئی کروں گی۔"

"اور وہ شریف آدمی آپ کے خلاف چارہ جوئی کرنے جا رہا ہے، جس کی توہین آپ نے پرسوں کرینسنٹ بار میں کی تھی۔"

شیلا ایک بار پر بوکھلائے ہوئے انداز میں کرسی کی پشت سے جا لگی۔

"وہ شریف آدمی میرا اسسٹنٹ کیپٹن حمید تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"اب شیلا نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپالیا۔ فریدی پھر اس کے گلاس میں شراب انڈیل رہا تھا۔"

"میں کیا کروں.... میں کیا کروں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑائی۔

"دماغ کو قابو میں رکھئے تاکہ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہ کھونے پائے! اب بھی کچھ نہیں بگڑا....!"

"کیوں.... کیا میں کسی خطرہ میں ہوں۔"

"اسی خطرے میں جس سے دوچار ہو کر لیڈی داؤد ہمیشہ کے لئے سو گئی۔"

"صاف صاف کہئے نا....!" شیلا میز پر ہاتھ مار کر بولی۔

"میرے بہترین مشوروں کی قیمت یہی ہوگی کہ آپ خود ہی کھل جائیے۔ آپ برونوف کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتیں۔"

"برونوف کو آپ کیوں کھینچ لاتے ہیں۔"

"محض اس لئے کہ لیڈی داؤد کی خودکشی کسی تفریح پر مبنی نہیں تھی۔"

"یہ خودکشی مجھے پاگل کردے گی۔"

"کیا وہ برونوف کو اتنا ہی چاہتی تھی کہ خودکشی کر لیتی۔"

"میں کچھ نہیں جانتی! میں نے صرف خط لکھا تھا سر داؤد کو۔ اسے خودکشی کا مشورہ نہیں دیا تھا۔"

"خط گھر کے پتہ پر روانہ کیا تھا یا آفس کے پتہ پر۔"

"گھر کے پتہ پر....!"

"برونوف نے یہی مشورہ دیا ہوگا۔"

"ہاں.... اف.... کتنا شدید درد ہو رہا ہے سر میں۔ آپ نے کیا پوچھا تھا۔"

"مجھے جواب مل چکا محترمہ! اسی برونوف نے آپ سے گھر کے پتہ پر خط لکھوایا تھا اور ادھر لیڈی داؤد کو بھی آگاہ کردیا تھا تاکہ وہ سر داؤد کی ڈاک پر کڑی نظر رکھے۔"

"اگر ایسا تھا تو اس کا مقصد....!" شیلا میز پر ہاتھ مار کر بولی۔

"ایک سے پیچھا چھڑا کر دوسری پر ہاتھ پھیرا جائے.... یا پھر....!"

"بکواس ہے.... آپ سب کچھ جانتے ہیں۔ پھر مجھے بور کرنے سے کیا فائدہ.... جائیے! سی کی پرواہ نہیں ہے۔ میں شنکر سرن کو کل چھوڑ سکتی ہوں۔"

"لیکن جب اس خودکشی کا کیس عدالت میں پیش ہوگا اس وقت آپ کہاں ہوں گی۔"

شیلا پھر خاموش ہوگئی۔ اس کی آنکھوں سے شدید ترین الجھن ظاہر ہو رہی تھی۔ آخر کار اس مضمحل آواز میں کہا۔

"ہاں.... بہتیرے معاملات میری سمجھ سے بھی باہر ہیں۔"

"میں سمجھا سکتا ہوں.... مثال کے طور پر کچھ....!"

"اس خط کا علم برونوف کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔ لیکن وہ خود ہی لیڈی داؤد سے دور تا تھا۔ وہ زبردستی اس کے گلے پڑ رہی تھی۔ میں نے ہی یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ سر داؤد کو اس متعلق ایک خط لکھا جائے، ورنہ دفتر میں ہو سکتا ہے کہ کاروباری ڈاک میں مل کر ادھر اُدھر جائے.... اب بتائیے آخر وہ اس کی اطلاع اسے کیوں دینے لگا۔"

"محض اس لئے کہ آپ بھی خواہ مخواہ اس کے گلے پڑ گئی تھیں اور لیڈی داؤد کی دانست میں پ سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ لیڈی داؤد آپ کے شر سے محفوظ رہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"آپ دونوں کو ایک دوسرے کے بارے میں علم تھا کہ برونوف سے تعلقات ہیں۔ لیکن نوف آپ میں سے ہر ایک پر یہی جتانے کی کوشش کرتا تھا کہ وہ دوسری کو منہ لگانا بھی نہیں کرتا اور وہ زبردستی گلے پڑ رہی ہے۔ اس طرح اسے آپ دونوں کی ہمدردیاں حاصل تھیں اور اب اس سے آگے کیا کہوں۔"

"کیا ابھی تک آپ نے خودکشی کے متعلق نہیں سوچا۔"

"میں کیوں سوچوں....!"

"سوچیں گی آپ.... ایک دن سوچنا پڑے گا۔"

"میں اتنے کمزور دماغ کی نہیں ہوں کہ کسی قسم کی ناکامی مجھے خودکشی کی طرف لے جائے ....ہونہہ....!"

"کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اس نے ایک ناکام محبت کی حیثیت سے خودکشی کی تھی۔"

"پھر کیا کہا جائے گا۔"

"یہ اسی وقت سوچئے گا، جب آپ پر ایسی ہی کچھ بیتے! اس وقت ذہن کو ٹٹولئے گا کہ خو کی وجہ کیا چیز بننے والی ہے۔"

"بیٹھئے.... میری بھی سن لیجئے۔" شیلا نے فریدی کو اٹھتے دیکھ کر کہا۔

دیوانگی

حمید نے اپنی گاڑی کے ہیڈ لیمپ بجھا دیئے تھے.... کیونکہ اب وہ اس کار کا تعاقب کرتا شہر سے باہر نکل آیا تھا۔ سڑک سنسان تھی اس لئے اگلی کار والے بہ آسانی اندازہ کر سکتے تھے ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

حمید نے ہیڈ لیمپ بجھا دیئے اور اگلی کار کی عقبی روشنی کے سہارے تعاقب کرتا رہا۔ کار رفتار تیز تھی۔ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ گلوریا اسی کار میں موجود تھی مگر اس کے علاوہ اور کتنے آدمی اس کا اندازہ نہیں کر سکا تھا۔ تعاقب جاری رہا۔

حمید کے ذہن میں فریدی اور شیلا درپن کا رقص بھی تھا اور رقص کا اندازہ اسے بالکل ایسا معلوم ہوا تھا جیسے دونوں سالہا سال سے ایک دوسرے سے واقف ہوں۔ آخر فریدی کیا کر رہا تھا

دفعتاً حمید نے محسوس کیا جیسے اگلی کار کی رفتار سست ہو گئی ہو.... اس نے بھی رفتار کم کر دی۔ لیکن ٹھیک اسی وقت اسے نسوانی چیخیں سنائی دیں۔ جو کار ہی کی سمت سے آئی تھیں اور اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اگلی کار پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ گئی ہو۔

چیخیں برابر سنائی دے رہی تھیں.... لیکن وہ دور ہونے کے بجائے قریب ہی ہوتی گئیں جس کا مطلب یہی تھا کہ اگلی کار سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ حمید نے ہیڈ لیمپ روشن کر لئے اور ان کی روشنی سڑک کے کنارے پڑے ہوئے ایک متحرک بنڈل پر پڑی۔

حمید نے پورے بریک لگائے اور گاڑی ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔ وہ تیزی سے نیچے اترا....!

لڑکی اب بھی چیخ رہی تھی۔ لیکن آواز میں پہلی سی تیزی نہیں رہ گئی تھی۔

حمید اس کی طرف جھپٹا! ہیڈ لیمپ کی روشنی میں اس نے اس کے چہرے کی ہلکی سی جھلک بھی دیکھی تھی اور اسے پہچان گیا تھا۔ وہ گلوریا ہی تھی۔ کیا اسے کار سے نیچے پھینک دیا گیا تھا؟

اس نے اسے زمین سے اٹھانے کی کوشش کی۔ اس پر وہ اور زیادہ چیخنے لگی۔

"گلوریا.... گلوریا....!" حمید نے اسے جھنجھوڑ کر آوازیں دیں۔ "یہ میں ہوں! جو کچھ دیر پہلے تمہارے ساتھ مے پول میں ناچ رہا تھا۔"

اچانک گلوریا نے قہقہہ لگایا اور سیدھی کھڑی ہو گئی۔ پھر اس کا قہقہہ طویل ہی ہوتا گیا۔

"مجھے انجکشن ہو گیا ہے.... ہاہاہا....!" وہ پھر چیخی۔ حمید دوڑ کر کار سے ٹارچ نکال لایا اور پھر اس کی روشنی میں گلوریا کا چہرہ بڑا خوفناک نظر آیا۔ ہونٹوں کی سرخی دونوں جانب گالوں پر دور تک پھیل گئی تھی۔ آنکھیں حلقوں سے نکلی پڑ رہی تھیں اور اس کے منہ سے سبز رنگ کی رطوبت بہہ بہہ کر اسکرٹ پر ٹپک رہی تھی۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔" اس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"انجکشن....!" وہ پھر دہاڑی اور پہلے کی طرح وحشیانہ انداز میں ہنسنے لگی۔

"تمہارے منہ سے کیا بہہ رہا ہے۔"

"انجکشن....!"

"نہیں آپریشن....!" حمید جھلا کر بولا۔

دفعتاً وہ قہقہے لگاتی ہوئی حمید پر جھپٹ پڑی۔ حمید اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ لہٰذا نہ تو وہ سنبھل سکا اور نہ اسی کا اندازہ کر سکا کہ مقصد کیا ہے۔

وہ دھڑام سے نیچے گرا اور گلوریا اس پر چڑھ بیٹھی۔

"اے خبیث......!"

"ہٹو.... ارے.... ارے.... تم ہوش میں ہو یا نہیں۔" حمید اسے نیچے گرانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ مگر جواب میں اس نے قہقہوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنا۔ وہ اسے بری طرح نوچ کھسوٹ رہی تھی۔

بہ دقت تمام وہ اس کی گرفت سے آزاد ہو سکا اور پھر اس نے اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لئے۔

"خاموش رہو.... خاموش رہو! ورنہ گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا۔" حمید نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔ وہ بُری طرح نروس ہو گیا تھا۔

لیکن لڑکی کے قہقہے کسی طرح نہ رکے، اب وہ اچھل اچھل کر حمید کی ٹھوڑی میں سر مار[نے] کی کوشش کر رہی تھی۔ دو ایک بار اس کے سینے پر منہ بھی مارا تھا۔ لیکن صرف قمیض ہی پھاڑ سکی تھی۔ گوشت تک اس کے دانت نہیں پہنچے تھے۔

دفعتاً حمید کو خیال آیا کہ کہیں وہ پاگل ہی نہ ہو گئی ہو.... کچھ دیر پہلے وہ "انجکشن انجکشن" رٹتی رہی تھی! اور اس نے اس کے منہ سے سبز رنگ کی رطوبت بھی بہتی دیکھی تھی، ہو سکتا ہے کہ اسے لے جانے والوں نے کوئی زہریلا مادہ اس کے جسم میں انجکٹ کر دیا ہو اور وہ زہریلا مادہ ایسا ہی ہو کہ پل بھر میں دماغ الٹ دے۔ اس سے پہلے بھی ایسے حیرت انگیز قسم کے زہر حمید کے علم میں آئے تھے۔

وہ ے پول ہوٹل سے ایک آدمی کے اشارے پر اٹھی تھی اور وہی آدمی اسے اس کار میں لے اڑا تھا۔ اگر وہ اسے پہچانتی نہ ہوتی یا اس کے متعلق مطمئن نہ ہوتی تو جاتی ہی کیوں اس کے ساتھ تو پھر وہ اسی گروہ کا کوئی آدمی تھا اور گروہ والے اس سے آگاہ ہو چکے ہیں کہ محکمہ سراغ رسانی ان کی فکر میں ہے۔ لہٰذا گلوریا کو اس کے ساتھ دیکھ کر انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ گلوریا کو کسی قابل ہی نہ رہنے دیا جائے۔

گلوریا کے قہقہے آہستہ آہستہ سست ہوتے جا رہے تھے.... پھر کچھ دیر بعد اس کے حلق سے اس قسم کی آوازیں نکلنے لگیں جیسے کسی ذبح کئے ہوئے جانور کے کٹے ہوئے حلق سے نکلتی ہیں۔

دو تین منٹ اور گذر گئے اب وہ حمید کے بازوؤں میں جھول رہی تھی.... حمید نے اسے کار کی پچھلی نشست پر ڈال دیا۔ وہ بیہوش ہو چکی تھی۔



"اب آپ کیا کہیں گی۔" فریدی شیلا کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"برونوف کیا کرنا چاہتا ہے۔" شیلا نے مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"میں کیا جانوں۔" فریدی نے شانوں کو جنبش دی۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "دیکھئے!

آپ کو اس کا بھی علم نہیں ہے کہ سر داؤد کی بچی کی نرس میریا بھی قتل کر دی گئی ہے۔"

"ہاں میں نے سنا ہے۔" شیلا نے لاپروائی سے کہا۔ لیکن فریدی بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

اتنے میں بال روم کا منتظم لاؤڈ سپیکر خراب ہو جانے کے سلسلہ میں معذرت طلب کرنے لگا... لاؤڈ سپیکر اب پھر کام کرنے لگا تھا۔ منتظم کی تقریر ختم ہوتے ہی رقص کیلئے موسیقی شروع ہو گئی۔

لوگ گیلریوں سے اٹھ کر چوبی فرش پر جانے لگے.... لیکن اس بار فریدی نے شیلا سے درخواست نہیں کی۔ ویسے شیلا اسے ایسے ہی انداز میں دیکھ رہی تھی جیسے درخواست قبول کر لینے کا تہیہ کئے بیٹھی ہو۔

"کیا آپ کو علم ہے کہ میریا کی سفارش برونوف نے کی تھی۔" فریدی نے کچھ اونچی آواز میں پوچھا کیونکہ موسیقی کی لہروں سے سارا ہال گونج رہا تھا۔

"میں نہیں جانتی....!" شیلا نے بیزاری سے کہا۔ مگر پھر یک بیک چونک پڑی اور متحیرانہ انداز میں پوچھا۔ "اس واقعہ سے مجھے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔"

"بہت بڑا سروکار ہے محترمہ.... کیا یہ آپ کی سیکریٹری گلوریا....!"

"ہاں گلوریا.... کیا....؟"

"کیا برونوف نے اس کی سفارش نہیں کی تھی۔"

"ہاں.... کی تو تھی۔"

"آپ خطرہ میں ہیں محترمہ.... بہت بڑے خطرہ میں۔"

"کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں الجھنوں میں مبتلا ہو کر مر جاؤں۔" شیلا جھلا کر چیخی۔

"نہیں.... میں فی الحال اتنا ہی چاہتا ہوں کہ آپ برونوف سے ملنا جلنا ترک کر دیں۔"

"کیوں.... آخر کیوں۔"

"میں ابھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اگر آپ اس دوران میں اپنی خودکشی کے امکانات پر سوچ چکی ہیں تو میں آپ سے کچھ مزید سوالات کرنے کے بعد اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈال سکوں گا۔"

"آخر میں کیوں سوچوں خودکشی کے متعلق! میرا کیا بگڑا ہے۔ میں ایک آرٹسٹ ہوں، حسن

کی پرستار، حسن کے مظاہر بنتے بگڑتے رہتے ہیں! ان کے بننے بگڑنے سے مجھے کوئی سروکار نہیں.... ایک مورتی ٹوٹی.... اور اسی حسن کا جلوہ مجھے کسی دوسری مورتی میں نظر آ گیا۔“

”ٹھیک ہے.... لیکن اس کے باوجود بھی اگر کبھی خودکشی کا خیال پیدا ہو تو جلد بازی سے کام نہ لیجئے گا۔ خواہ وہ مسئلہ کتنی ہی پیچیدگی کیوں نہ رکھتا ہو۔ مجھے اس سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔“

فریدی کے انداز سے پھر یہی معلوم ہوا جیسے اٹھ جائے گا۔

•”ٹھہریئے.... ٹھہریئے.... اب میری بات سنئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ برونوف مجھے بڑا عجیب سا آدمی لگتا ہے۔ ہاں اس نے ہی مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنے یہاں گلوریا کو ملازمت دے دوں۔ دیکھئے ہے نا عجیب بات.... اس نے مجھ سے ایک خوبصورت لڑکی کی سفارش کی تھی اور کہا تھا کہ اسے اس سے صرف ہمدردی ہے.... چونکہ وہ بیکار ہے اور مفلسی کی زندگی بسر کر رہی ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اس کی مدد کرے۔ کتنی عجیب بات ہے کرنل.... میں نشے میں نہیں ہوں۔ میرا ذہن میرے قابو میں ہے۔ آپ اسے نشے کی بڑ نہ سمجھئے گا.... بتایئے ہے نا عجیب بات.... فرض کیجئے میں آپ کو چاہتی ہوں.... اوہو.... مثال کے طور پر.... اور آپ کو سب کچھ معلوم ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں برونوف کو چاہتی ہوں.... آپ سے کیا پردہ.... کیا آپ ایسی صورت میں کسی حسین لڑکی کی سفارش مجھ سے کر سکیں گے۔“

”ہرگز نہیں.... قطعی نہیں۔ اگر کروں گا تو آپ یہی سمجھیں گی کہ میں اس کے جواز کے سلسلہ میں آپ کو بہلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

”سچی بات۔“ وہ انگلی اٹھا کر آگے پیچھے جھومتی ہوئی بولی۔ ”لیکن میں اسے کتنا چاہتی ہوں کہ میں نے اس کی سفارش منظور کر لی تھی اور اس کی نیت پر شبہ نہیں ظاہر کیا تھا۔“

”کمال کیا تھا آپ نے....!“ فریدی نے خواہ مخواہ حیرت ظاہر کی۔

”اب مجھے بتایئے کہ وہ برونوف میرے لئے کس طرح خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ کیا“ گلوریا کے ذریعہ کوئی بڑا فراڈ کرائے گا۔“

”مجھے ڈر ہے کہ کہیں گلوریا بھی اب تک میریا ہی کی طرح ہمیشہ کیلئے خاموش نہ ہو گئی ہو۔“

”کیوں....؟“

”کچھ دیر پہلے وہ یہیں میرے اسسٹنٹ کے ساتھ ناچ رہی تھی۔ لیکن اب وہ دونوں نظر

ہیں آتے۔“

”آپ مجھے الجھن میں ڈال رہے ہیں۔ آخر گلوریا کا بھی وہی حشر کیوں ہو گا۔“

”الجھن کی بات نہیں.... آپ خود ہی اس پر غور کیجئے کہ میریا کی سفارش بھی برونوف ہی نے کی تھی اور آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ برونوف اور لیڈی داؤد کے تعلقات کیسے تھے۔“

”وہ زبردستی اس کے سر پڑی تھی۔“

”لیکن اس کے باوجود بھی برونوف نے اس سے میریا کی سفارش کی تھی۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا....!“ شیلا نے میز پر پیشانی رکھ دی۔

”سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ لیکن مشورے پر ضرور عمل کیجئے گا۔ جب تک میری طرف سے [illegible] سے باہر نہ نکلئے اور اگر گلوریا کل صحیح و سالم آپ تک پہنچ جائے تو اسے بھی ملازمت سے برطرف [illegible] لیکن خیال رہے کہ جب بھی برونوف آپ کے لئے ایک بہت بڑی الجھن بنتا ہوا نظر آئے تو مجھے ضرور مطلع کیجئے گا۔ ہو سکتا ہے میں آپ کو خودکشی سے بچا سکوں۔ بس.... اب نہیں بیٹھوں گا۔“

فریدی اٹھ گیا۔ شیلا بھی اس بار کچھ نہیں بولی تھی۔ وہ خاموشی سے اسے جاتے دیکھتی رہی۔



فریدی جیسے ہی کمپاؤنڈ کے پھاٹک کے قریب پہنچا اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کمپاؤنڈ بقعہ نور بنا ہوا تھا اور حمید سارے نوکروں کے ساتھ ادھر ادھر اچھلتا پھر رہا تھا۔ اگر کمپاؤنڈ میں کافی روشنی نہ ہوتی تو اب تک ان میں سے ایک آدھ کا سر ضرور پھوٹ چکا ہوتا۔ کیونکہ یہ اچھل کود تفریحاً نہیں تھی بلکہ وہ خود کو پتھروں سے بچا رہے تھے۔

فریدی کمپاؤنڈ میں ایک فوارہ تعمیر کرنے والا تھا اس کے لئے پتھر کی گٹیاں آئی تھیں اور کمپاؤنڈ میں ایک طرف ڈھیر تھیں، فریدی کو اسی ڈھیر کے قریب ایک شکستہ حال سفید فام عورت نظر آئی جس کے ہاتھ بہت تیزی سے چل رہے تھے۔

پتھر برس رہے تھے، حمید اور ملازمین پر بدحواسی طاری تھی اور کتا خانے میں شائد ایک پلا بھی ایسا نہ رہا ہو جس نے اس دلچسپ کھیل کی داد دینے میں کوتاہی کی ہو۔ وہ تو سبھی یکساں رفتار

سے بھونکے جارہے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔" فریدی پھاٹک ہی پر کھڑے کھڑے دہاڑا۔

"مشاعرہ ہو رہا ہے اور داد چل رہی ہے.... آپ بھی آیئے۔" جواب میں حمید چیخا تھا۔

"کیا بیہودگی ہے.... یہ کون ہے۔"

"بیہودگی نہیں بلکہ اس کا نام شامت ہے۔" حمید نے چیخ کر کہا۔ "جب ہو جاتی ہے تو قیامت کہلاتی ہے۔ ذرا اور آگے آجایئے.... پوری غزل سمجھ میں آجائے گی.... ارے باپ رے۔"

پتہ نہیں کوئی پتھر لگ ہی گیا تھا یا صرف بچتے ہوئے۔ "ارے باپ رے۔" اس کے منہ سے نکلا تھا۔

فریدی پھر گاڑی میں آبیٹھا اور اسے موڑ کر پھاٹک میں لیتا چلا گیا۔ رفتار کافی تیز تھی۔ گاڑی پتھروں سے محفوظ ہی رہی.... وہ اسے سیدھا پورچ میں لایا اور اتر کر عمارت میں داخل ہو گیا۔ اس کا رخ اوپری منزل کی طرف تھا۔

لیبارٹری سے اس نے سرچ لائٹ اٹھائی اور اس کمرے میں آیا جس کی کھڑکی سے وہ بآسانی اس پتھر چلانے والی لڑکی کو دیکھ سکتا تھا۔

اس نے سرچ لائٹ کا پلگ سوئچ بورڈ کے ایک ساکٹ میں لگا دیا.... اور پھر کھڑکی کھولی۔

عورت اسی جوش و خروش کے ساتھ پتھر چلا رہی تھی۔

دفعتاً فریدی نے سرچ لائٹ کا سوئچ آن کر دیا.... آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنی کا دائرہ لڑکی کے چہرے پر پڑا اور وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر پیچھے ہٹ گئی۔

بس اتنا ہی کافی تھا۔ حمید نے آن کی آن میں اسے جالیا۔ اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لئے۔ فریدی سرچ لائٹ کا سوئچ آف کر کے زینوں کی طرف چل پڑا۔

حمید پتھر چلانے والی کو عمارت کی طرف کھینچ رہا تھا اور وہ بیٹھی جا رہی تھی۔

"اوہ.... ارے.... یہ تو گلوریا ہے۔" فریدی ان کے قریب پہنچ کر بولا۔

"یہ پاگل ہو گئی ہے۔" حمید ہانپتا ہوا بولا۔

"اس کا یہاں کیا کام....!"

"او بابا.... پہلے اسے قابو میں کیجئے.... پھر بتاؤں گا۔"

"پڑوسیوں کو بلاؤ۔" فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "ایک مینڈکی قابو میں نہیں آتی.... ٹھالو....!"

"مر گئے اٹھانے والے.... اس وقت یہ رستم سے بھی نہ اٹھے گی۔"

"اچھی بات ہے جھک مارتے رہو۔" فریدی نے کہا اور واپس جانے کے لئے مڑ گیا۔

"ارے.... ارے.... یعنی کہ.... آپ جا رہے ہیں۔ ٹھہریئے ورنہ میں اس کے ہاتھ چھوڑ دوں گی۔" حمید نے کہا اور پھر نوکروں کو آوازیں دینے لگا۔



شیلا درپن جب ے پول سے اٹھی تو اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔

فریدی کے جانے کے بعد اس نے تیز قسم کی شرابیں بھی آزمائی تھیں۔ مقصد غالباً یہی تھا کہ فریدی کی گفتگو سے پیدا ہو جانے والی الجھنوں سے چھٹکارہ مل جائے۔

وہ دراصل یہاں پرنس برونوف کا انتظار کر رہی تھی لیکن اس کی بجائے فریدی آٹکرایا تھا۔

اور اب اسے برونوف پر شدت سے غصہ آرہا تھا کہ اگر وہ سامنے ہوتا تو بے دریغ اس پر جھپٹ پڑتی۔

ے پول سے باہر آکر اس نے ٹیکسی کی اور ڈرائیور کو پرنس برونوف کا پتہ بتایا۔

راستے بھر وہ کھولتی رہی۔ برونوف.... برونوف.... مکار.... گلوریا سے عشق کرتا ہے.... اور مجھے لوٹنے کے لئے یہ جال بچھایا ہے.... ورنہ اس سراغ رساں کو کیا پڑی تھی کہ اتنی باتیں کرتا.... اور وہ سراغ رساں.... وہ تو.... برونوف سے بھی زیادہ پرکشش ہے.... حسن جہاں بھی نظر آئے اسے پوجنا ہی چاہئے۔ خواہ وہ کتے کے پلے ہی میں کیوں نہ نظر آئے.... میں بھی تو کتے کی پلی ہی ہوں اور بیچارہ سرن آخر مجھے اس میں حسن کیوں نظر نہیں آتا.... لیکن وہ مجھے پوجتا ہے.... کہتا ہے میں تمہاری یاد میں قطب مینار بنواؤں گا.... قطب مینار.... نہیں.... وہ کون سا محل ہے.... تاج محل.... تاج محل.... ہاہا.... تاج محل۔

ٹیکسی میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کا نشہ بڑھائے دے رہے تھے۔ ایک بار اس نے تاج محل کے متعلق بلند آواز میں بھی سوچ ڈالا اور پھر برونوف کو ایک گندی سی گالی دی۔

"جی صاحب....!" ٹیکسی ڈرائیور چونک کر بولا۔

"تمہارا سر....!" وہ جھلا کر بولی۔ "میں نے تم سے کچھ نہیں کہا۔ اپنے صاحب کو گالی دی تھی، ہی از اے باسٹرڈ.... اینڈ آئی ایم اے ڈرٹی بچ.... بل وویو....!"

"اچھا شاب....!" ڈرائیور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

برونوف کی قیام گاہ پر پہنچ کر وہ اتر گئی۔ بیگ سے کچھ نوٹ کھینچے اور ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ کر آگے بڑھ گئی۔

پھر چند ہی لمحوں بعد وہ برآمدے میں کھڑی کال بل کا بٹن دبا رہی تھی اور دروازہ خود برونوف ہی نے کھولا اور شیلا کو دیکھ کر چونک پڑا۔

"تم.... اس وقت....!" اس نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.... میں اس وقت....!" وہ تن کر غصیلی آواز میں بولی۔ "اندر کون ہے۔ ہوگا کون وہی سور کی بچی۔"

"تم نشے میں معلوم ہوتی ہو۔ جاؤ گھر جاؤ۔"

"نہیں میں دیکھوں گی کہ اندر کون ہے.... تم نے لیڈی داؤد کو بتایا تھا کہ میں نے خط لکھا تھا.. میریا بھی مر گئی.... اب میں گلوریا کو جان سے ماردوں گی۔"

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے.... جاؤ اس وقت جاؤ...." برونوف نے کہا اور اسے پیچھے دھکیل کر دروازہ بند کرلیا۔

شیلا کھڑی دانت ہی پیستی رہ گئی۔ پھر آگے بڑھ گئی اور دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹ پیٹ کر چیخنے لگی۔

"تم سور ہو ذلیل ہو.... کتے ہو۔ کرنل فریدی تم سے زیادہ حسین ہے وہ بہت جلد تمہاری وٹیاں اڑادے گا.... نکالو اس حرام زادی گلوریا کو.... تم مجھے لوٹنا چاہتے تھے۔"

جب اس سے بھی دل نہیں بھرا تو برآمدے سے نیچے اتر آئی اور پتھر اٹھا اٹھا کر دروازوں اور کھڑکیوں کے شیشے توڑنے لگی۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے وہ پاگل ہوگئی ہو۔

شیشے جھنجھنا جھنجھنا کر ٹوٹ رہے تھے.... اور وہ وحشیانہ انداز میں چیخ رہی تھی، گالیاں بک رہی تھی۔

تفتیش

گلوریا ہسپتال میں تھی۔ پچھلی رات دراصل یہ ہوا تھا کہ حمید اسے گھر لایا۔ وہ اس وقت بھی بیہوش تھی۔ کار سے اتارنے کے لئے وہ اسے ہاتھوں پر اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسے یک بیک ہوش آگیا اور مچل کر اس کی گرفت سے نکل گئی۔ پھر اس وقت حمید کو نوکروں کو بھی آواز دینی پڑی تھی، جب گلوریا نے پتھر پھینکنا شروع کر دیا تھا۔

پھر کچھ دیر بعد فریدی بھی آگیا تھا اور اس نے سرچ لائٹ سے اس کی آنکھوں میں خیرگی پیدا کر کے اسے بے بس کر دیا تھا اس کے بعد ہی حمید نوکروں کی مدد سے اسے اندر لے جاسکا تھا۔

پھر فریدی نے اس کی زبانی گلوریا کے پاگل پن کی داستان سنی اور کچھ دیر غور کر کے یہی مشورہ دیا کہ گلوریا کو پولیس ہسپتال میں داخل کرادیا جائے۔ وہ اسے گھر میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

حمید نے سوچا یہ بھی اچھا ہی ہوا۔ بھلا کسی پاگل لڑکی سے اس کی روح کیوں نہ فنا ہوتی۔ پاگل عورتیں تو اسے ملک الموت معلوم ہوتی تھیں۔

شام ہوتے ہوتے اس نے سب کچھ اپنے ذہن سے جھٹک دیا کیونکہ آج ہی اسے رائفل کلب میں برونوف سے نپٹنا تھا۔

کلب کے سیکریٹری گراہم نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور پھر کچھ دیر بعد وہاں ہائی سرکل کلب کا منیجر بھی نظر آیا۔

"میں تو جناب بقول شاعر اس کی شکست کا منظر دیکھنے آیا ہوں۔" اس نے حمید سے کہا۔

حمید اس پر صرف مسکرا کر رہ گیا۔ منیجر نے اسے بتایا کہ اس رات ہائی سرکل میں برونوف اپنے کمالات کا مظاہرہ نہیں کر سکا تھا۔

"پولیس کا نام سنتے ہی سب ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔" اس نے کہا۔

حمید اس وقت اسے چھیڑنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اسے برونوف کا انتظار تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ لڑکیاں اسے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہی ہیں۔ شائد حمید کا چیلنج انہیں بہت گراں

گزرا تھا۔ وہ برونوف کے لئے اسی طرح پاگل ہو رہی تھیں۔

آٹھ بج گئے لیکن برونوف نہ آیا۔ حالانکہ مقابلہ کے لئے یہی وقت طے پایا تھا۔ کلب کے ہال میں تماشائیوں کی بھیڑ بڑھتی جا رہی تھی۔

آدھا گھنٹہ اور گزر گیا۔ لیکن اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ فون کیا گیا مگر جواب ندارد۔ آخر تھک ہار کر لوگوں نے فرمائش کی کہ حمید اکیلے ہی کچھ پیش کرے۔

حمید کو یقین تھا کہ برونوف ضرور آئے گا اس لئے اس نے صرف خنجر ہی پھینکنے کے مظاہرے پر اکتفا کی۔ لیکن یہ بھی ایسا ہی تھا کہ حمید برونوف کے قائم کردہ ریکارڈ سے آگے ہی نکل گیا۔

تماشائیوں کو چونکنا پڑا.... خصوصیت سے لڑکیوں نے تو اس طرح آنکھیں مل مل کر اس مظاہرے کو دیکھا تھا جیسے یقین کرنا چاہتی ہوں کہ وہ جاگ ہی رہی ہیں اور وہ عالم خواب نہیں ہے۔

پھر نو بج گئے۔ لیکن برونوف نہ آیا۔ اس دوران میں کلب کا سکریٹری گراہم کئی بار فون کر چکا تھا۔ لیکن برونوف کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

سوا نو بجے سکریٹری نے اپنے اسسٹنٹ کو اس کے گھر بھیجا۔ ادھر لوگوں کا اصرار بہت بڑھا تو حمید کو ریوالور کے ہاتھ بھی دکھانے پڑے.... پنگ پانگ کی تین گیندوں کی بجائے پانچ گیندیں اچھالی گئیں۔ لیکن حمید نے ان میں سے ایک کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیا۔ برونوف ابھی تک تین گیندوں سے آگے نہیں بڑھا تھا۔

"آپ تو شائد اس کے منہ میں بقول شاعر کالک ہی لگادیں گے کپتان صاحب۔" ہائی سرکل کے منیجر نے کہا۔

"بیگم صاحبہ کو نہیں لائے۔" حمید نے ہنس کر پوچھا۔

"وہ کسی ایسے منحوس آدمی کی شکل دیکھنا نہیں پسند کریں گی جس نے برونوف کو للکارا ہو.... اوہو.... غلط نہ سمجھئے۔ اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس کا اضافہ میں نے کیا ہو۔ یہ محترمہ ہی کے الفاظ ہیں۔"

"بقول شاعر....!" حمید نے کہا اور ہونٹ بھینچ لئے۔

لوگوں نے پھر شور مچانا شروع کر دیا۔ "کچھ اور.... کچھ اور....!"

حمید نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر اونچی آواز میں بولا۔ "دوسرے بات کا مظاہرہ یہاں ممکن نہیں ہے نہ آپ ہاتھی مہیا کر سکتے ہیں اور نہ توپ....!"

"کیا بات ہوئی۔" مجمع سے آوازیں آئیں۔

"ہاتھی پر بیٹھ کر توپ چباتا ہوں.... نمبر ایک.... نمبر دو یہ کہ میں ہاتھی کے سینے پر پیر رکھ کر کھڑا ہو جاتا ہوں اور ہاتھی کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ نمبر تین.... یہ کہ توپ میری دم سے باندھ کر اڑادی جاتی ہے اور میں کھڑا قہقہے لگاتا رہتا ہوں۔ نمبر چار توپ کا گولا میں خود نگل جاتا ہوں اور توپ آہیں بھرتی رہ جاتی ہے.... آپ نے اکثر مداریوں کو صرف ریز ربلیڈ چباتے دیکھا ہوگا لیکن میں شیونگ اسٹک سیفٹی ریزر اور شیونگ برش تک ہضم کر جاتا ہوں۔ ہیئر آئل پی جاتا ہوں اور ہیئر کریم ٹوسٹ پر لگا کر کھاتا ہوں۔"

حمید بکواس کرتا رہا اور قہقہے بلند ہوتے رہے....!

دفعتاً سکریٹری گراہم بڑی بدحواسی کے عالم میں اس کے قریب آیا اور اس کے ہاتھ سے مائک لے کر کہنے لگا۔

"خواتین و حضرات.... ایک منحوس خبر سننے کے لئے تیار ہو جائیے۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ پرنس برونوف قتل کر دیئے گئے ہیں.... ان کی لاش ان کی قیام گاہ میں پڑی ہوئی ہے۔"

"تم جھوٹے ہو.... تم جھوٹے ہو۔" کئی عورتیں ہسٹریائی انداز میں چیخیں۔

"نہیں.... یہ صحیح ہے۔ میرے اسسٹنٹ نے لاش خود دیکھی ہے۔"

مجمع میں ہراس پھیل گیا۔ حمید گراہم کا ہاتھ پکڑے اسے اسکے آفس کی طرف کھینچ رہا تھا۔

"تمہیں کیسے اطلاع ملی۔" حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

"اوہ.... کیپٹن.... میرا دماغ قابو میں نہیں ہے۔ میں نے کئی بار برونوف کو رنگ کیا تھا لیکن جواب نہ ملا۔ پھر میں نے اپنے اسسٹنٹ کو وہاں بھیجا.... اسسٹنٹ نے وہیں سے اطلاع دی ہے کہ اس کی لاش مکان میں پڑی ہوئی ہے۔ اس نے پولیس کو بھی اطلاع دی ہے۔ آفیسر نے اسے وہیں ٹھہرنے کو کہا ہے.... اب اسسٹنٹ مصیبت میں پڑ جائے گا۔ کیا حماقت ہوئی ہے مجھ سے۔ میں نے اسی غریب کو کیوں بھیجا تھا.... مگر وہ بھی تو پرلے سرے کا احمق ہے آخر مکان کے اندر داخل ہونے کی کیا ضرورت تھی۔"

"کیا برونوف کے مکان میں ملازم نہیں رہتے۔"

"وہ رکھتا ہی نہیں تھا.... نہ جانے کیوں؟ ویسے کہتا یہی تھا کہ وہ صرف یوروپین ملازمین کا عادی ہے۔ دیسی ملازم اس کے لئے دردسر بن کر رہ جائیں گے۔"

حمید تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر آفس سے باہر نکل گیا۔



برونوف کی قیام گاہ کے گرد پولیس نے گھیرا ڈال دیا تھا اور اندر آفیسر تلاشی لے رہے تھے۔ ایک کمرے میں فریدی رائفل کلب کے اسسٹنٹ سیکریٹری کا بیان لے رہا تھا۔

"میں نے متواتر دس منٹ تک گھنٹی بجائی تھی جناب!" سیکریٹری کہہ رہا تھا۔ "لیکن جواب نہ ملا۔"

"ہو سکتا ہے! گھنٹی میں نقص واقع ہو گیا ہو۔"

"جی نہیں! اندر سے گھنٹی کی آواز برابر آتی رہی تھی۔"

"پھر تم اندر داخل ہو گئے۔"

"جی ہاں! مجھے حیرت تھی کہ آخر دروازہ کیوں کھلا ہوا ہے۔ اگر کوئی اندر موجود ہے تو جواب کیوں نہیں دیتا۔"

"کسی ملازم نے بھی تمہیں نہیں ٹوکا تھا۔"

"اس لاش کے علاوہ اور کوئی تھا ہی نہیں جناب۔"

"مگر تم اندر داخل ہی کیوں ہوئے تھے۔"

"خیال ہوا تھا کہ کہیں پرنس سو نہ رہے ہوں۔"

"آہا.... تو تمہیں معلوم تھا کہ پرنس کے ساتھ کوئی ملازم بھی نہیں رہتا۔"

"جی ہاں مجھے علم تھا۔"

"تم اس کی کھوج میں رہتے تھے۔"

"ہر ایک رہتا تھا۔ وہ ایسا ہی حیرت انگیز آدمی تھا اور اس سے تعلق رکھنے والی عجیب و غریب باتیں بہت جلد مشہور ہو جاتی تھیں۔ مثال کے طور پر یہی بات کہ اتنا دولت مند آدمی کوئی ملازم نہیں رکھتا۔"

"تو یہ بات عام طور پر مشہور تھی کہ وہ ملازم نہیں رکھتا۔"

"جی ہاں! جسے اس سے ذرہ برابر بھی دلچسپی تھی اس سے تو وہ واقف ہی تھا۔"

"کیا اس کی نیند ایسی ہی تھی کہ وہ گھنٹیوں کی آواز سے نہ اٹھ سکتا۔"

"اسکے متعلق تو میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن اگر کوئی بہت زیادہ پی کر سویا ہو تو یہی کیفیت ہو گی۔"

"تو تمہیں شبہ تھا کہ وہ پی کر سو گیا ہے۔"

"جی ہاں....!"

"کیا وہ ایسا ہی لاپرواہ آدمی تھا کہ آج کے مقابلہ کو نظر انداز کر دیتا۔"

"اس کے متعلق میں کچھ نہیں عرض کر سکتا۔"

"تو پھر تمہیں کیسے خیال آیا تھا کہ وہ پی کر سو گیا ہو گا۔"

"اوہ....!" اسسٹنٹ اپنی پیشانی رگڑنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں خوف اور الجھن کے آثار صاف محسوس کئے جا سکتے تھے۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"میں کیا عرض کروں جناب۔ میری شامت ہی تھی کہ اندر داخل ہو گیا تھا اب میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حشر ہو گا۔ جب میں نے مسٹر گراہم کو فون پر ان کی اطلاع دی تھی تو انہوں نے بھی مجھے ڈانٹا تھا۔ کہا تھا کہ مجھ سے حماقت سرزد ہوئی تھی، مکان میں داخل نہ ہونا چاہئے تھا۔ اب پولیس والے مجھ پر بھی شبہ کریں گے۔"

"بہتر ہے کہ تم کسی ضمانت دینے والے کو تلاش کرو۔" فریدی نے کہا۔

"گراہم صاحب کے علاوہ اور کون ضمانت دے گا۔"

اس کے بعد فریدی پاس پڑوس والوں سے پوچھ گچھ کرنے لگا تھا۔

برونوف کی لاش خواب گاہ میں بستر ہی پر ملی تھی۔ اس کی بائیں کنپٹی میں سوراخ تھا اور بستر خون سے ڈوبا ہوا تھا۔ زخم کی حالت بتا رہی تھی کہ فائر بہت قریب سے کیا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے ریوالور کی نال کنپٹی ہی پر رکھ دی گئی ہو۔



دوسری صبح ناشتے کی میز پر حمید موجود نہیں تھا۔ فریدی نے اس کے متعلق پوچھا لیکن

معلوم ہوا کہ وہ پچھلی رات ہی سے غائب ہے۔ بات تشویش کن تھی۔ فریدی نے اُٹھ کر اپنے بعض ماتحتوں کو فون کیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر حمید کو تلاش کریں۔

پچھلی رات فریدی دیر سے واپس آیا تھا اور آتے ہی سو گیا تھا۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ حمید گھر پر موجود نہیں ہے تو حمید کے بارے میں اسی وقت فکر لاحق ہو جاتی کیونکہ برونوف کی موت ایسی ہی چونکا دینے والی تھی۔

وہ ریسیور رکھ کر میز کے پاس سے ہٹنے ہی والا تھا کہ گھنٹی بجی۔

"ہیلو....!" فریدی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"ہیلو! کون صاحب ہیں۔" دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز آئی۔

"فریدی....!"

"اوہ... کرنل صاحب! میں شیلا درپن ہوں۔"

"ہاں کہئے۔"

"میں بہت شدت سے بور ہو رہی ہوں۔ بتائیے کیا کروں۔"

"کیوں کیا بات ہے۔"

"پرسوں رات آپ سے گفتگو ہوئی تھی اور آپ کے اٹھ جانے کے بعد میں نے ذرا تیز قسم کی شرابیں پی لی تھیں۔ نشہ ہو گیا تھا۔ اسی حالت میں پرنس برونوف کے گھر گئی تھی۔ لیکن اس نے مجھے عمارت میں نہیں داخل ہونے دیا تھا۔ میری توہین کی تھی۔ دھکیل کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ میں نشے میں تو تھی ہی، دروازوں اور کھڑکیوں پر پتھر پھینکنے شروع کر دیئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ سڑک پر کچھ لوگ اکٹھا ہو گئے تھے اور ان میں سے کوئی مجھے پہچانتا بھی تھا۔ اب پولیس والے مجھے بور کر رہے ہیں۔ بھلا میں اتنی سی بات پر دوسری رات اسے قتل کیوں کرنے لگی۔ پرسوں رات تو نشے میں تھی! اگر وہ پرسوں ہی قتل کیا گیا ہوتا تو پھر یقیناً میرے لئے پریشانی کی بات تھی۔"

"لہٰذا اب آپ کو پریشان نہ ہونا چاہئے! قاعدے کی بات ہے۔"

"لیکن یہ لوگ بور کر رہے ہیں۔ آج کل اتفاق سے رائے سرن شہر میں موجود نہیں ہیں' ورنہ میرے لئے اور زیادہ الجھنیں پیدا ہو جاتیں۔"

"کیا ان کی عدم موجودگی میں آپ مطمئن ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"عارضی طور پر.... کیونکہ اس کی اطلاع انہیں ضرور ملے گی۔"

"تب تو آپ کی پوزیشن بڑی خراب ہو جائے گی۔"

"ارے.... نہیں ہم دونوں ایک دوسرے کو معاف کر دیتے ہیں۔" شیلا ہنس پڑی۔ "ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ رائے سرن کو چماروں نے پیٹا تھا۔ لیکن میں نے انہیں معاف کر دیا تھا۔ یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ آپ کا دل ایک چمار کی لونڈیا پر آ گیا تھا۔ وہ بھی کچھ مائل تھی۔ ایک رات گاڑی لے کر پہنچ گئے اور بستی کے باہر اس کا انتظار کرنے لگے.... اس نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر شاید چماروں کو اطلاع مل گئی تھی.... انہوں نے گاڑی کو گھیر لیا۔ خوب پٹائی ہوئی۔"

"خوب....!" فریدی مسکرایا۔

"میں بہت صاف گو ہوں کرنل.... ایک کھلی ہوئی کتاب۔ جس کا دل چاہے پڑھ لے۔ میری اچھائیاں اور برائیاں میرے دوستوں پر ظاہر ہیں۔"

"لیکن آپ مجھے کیوں دوست بنانے پر تل گئی ہیں۔"

"یہ نہ پوچھئے۔" فریدی کو فون پر ٹھنڈی سانس کی آواز صاف سنائی دی! اور وہ بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

"اور کیا کہنا ہے آپ کو۔"

"یہی کہ ابھی تک خودکشی کا خیال نہیں آیا مجھے۔"

"اور شائد کبھی نہ آئے کیونکہ آپ دونوں ایک دوسرے کو معاف کر دیتے ہیں اور آپ ایک کھلی ہوئی کتاب ہیں۔" فریدی نے تلخ لہجے میں کہا۔ "آپ کے معاملہ میں برونوف سے غلطی ہوئی تھی۔"

"کیا مطلب....!"

لیکن فریدی نے کوئی جواب دیئے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔



گیارہ بجے حمید آفس پہنچا۔ فریدی آفس میں موجود تھا.... لیکن اس سے پہلے محکمہ کے کسی آدمی سے حمید کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔

"تم کہاں تھے؟" فریدی نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"یہ نہ پوچھئے۔" حمید نے رومال سے چہرہ کا پسینہ خشک کرتے ہوئے کہا۔ "رات سے اب تک اچار نکل گیا۔"

"تم تھے کہاں۔"

"ایک دو جگہ رہا ہوں تو بتاؤں.... برونوف کے قتل کی اطلاع ملتے ہی میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ برونوف ہی آخری آدمی نہیں تھا بلکہ اس گروہ کا کرتا دھرتا کوئی اور ہی ہے۔"

"غالباً تم اسے پکڑ کر بند کر آئے ہو گے۔" فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"آپ تو خفا ہونے لگے ہیں۔" حمید بچکانہ لہجے میں بولا۔ "آپ کو کیا پتہ کہ میں کتنا بڑا تیر مار کر آیا ہوں۔ ہتھکڑیاں تیار رکھئے۔"

"کس کے لئے۔"

حمید نے چاروں طرف دیکھا اس وقت کمرے میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"سر داؤد کے لئے....!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"حمید....!" فریدی کا لہجہ پُر مسرت تھا۔ اس نے اٹھ کر اس کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا۔ "تم پر میری محنت برباد نہیں ہوئی۔"

"اور اس پر سے میری ذاتی صلاحتیں۔" حمید اکڑ کر بولا۔

"یقیناً.... یقیناً....!" فریدی نے سر ہلا کر کہا۔ "اس سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ مگر برخوردار مجھے یہ تو سمجھا دو کہ ہم اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں کیسے ڈالیں گے۔"

"لیڈی داؤد کی زندگی کے بیموں کی رقم کروڑوں تک جا پہنچتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اب سر داؤد ہی وصول کرے گا۔"

"ٹھیک ہے.... جواز ہو سکتا ہے.... یعنی اس نے یہ رقومات وصول کرنے کے لئے اسے بالکنی سے نیچے پھینک دیا تھا لیکن ہمیں میریا سے گفتگو کرنے کا موقعہ ہی نہ مل سکتا تھا کہ سر داؤد کے اس بیان کی تصدیق ہو سکتی کہ میریا نے اسے لیڈی داؤد کے رونے کی اطلاع دی تھی اور پھر جیسے ہی وہ کمرے میں پہنچا تھا لیڈی داؤد نے بالکنی سے چھلانگ لگا دی تھی۔"

"جی ہاں.... اور پھر پہلے تو اس نے آپ کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کی اور جب میریا ظاہر

گئی تو اسے بھی ختم کر دیا۔"

"مگر تم ابھی برونوف اور کسی گروہ کی باتیں کر رہے تھے۔" فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے کہا۔

"ہاں.... ہاں.... کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں کوئی بات دلیل کے بغیر کہوں گا۔ آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ گلوریا ہوش میں آگئی ہے۔"

"اوہ....!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"وہ بہت خائف ہے۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ ڈاکٹروں کا کیا خیال ہے۔"

"ڈاکٹر کہتے ہیں کہ کوئی خطرناک چیز اس کے جسم میں انجکٹ کی گئی تھی جس نے اس کے ذہن پر بُرا اثر ڈالا ہے، لیکن وہ اس کا اندازہ نہیں کر سکے کہ وہ اس کے سسٹم پر مستقلاً اثر انداز ہوئی ہے یا نہیں۔"

"ہوں.... اچھا اب اس کی یادداشت کا کیا عالم ہے۔"

"وہی.... جو اس حادثہ سے پہلے تھا۔ اسے سب کچھ یاد ہے۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ اسے ہیڈ کوارٹر لے جا رہے تھے۔"

"ہیڈ کوارٹر....!" فریدی نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں، وہ اسے ہیڈ کوارٹر ہی کہتی ہے جہاں سے احکامات صادر ہوتے ہیں۔ لیکن سربراہ کی شخصیت سے کوئی بھی واقف نہیں ہے، صرف ایک سایہ نظر آتا ہے اور آواز آتی ہے.... وہ سربراہ ہی کی آواز ہوتی ہے اور ہیڈ کوارٹر آئے دن تبدیل بھی ہوتا رہتا ہے۔ آج اس عمارت میں کل اس عمارت میں.... برونوف کے متعلق وہ اس سے زیادہ نہیں بتا سکتی کہ اسی نے اس کی سفارش رائے سرن کی بیوی سے کی تھی۔ گلوریا کو ہیڈ کوارٹر سے اطلاع ملی تھی کہ وہ برونوف سے ملے! اس کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ شیلا کی نقل و حرکت کی خبر ہیڈ کوارٹر تک پہنچاتی رہے.... اس نے بتایا کہ کار میں تین آدمی تھے.... ایک نے اسے پکڑ لیا تھا دوسرے نے اسے بازو میں کوئی چیز انجکٹ کی تھی اور پھر کار کی رفتار کم کر کے اس کے نیچے دھکیل دیا گیا تھا۔ اب اگر وہ نامعلوم آدمی سر داؤد ہی نکلا تو....!"

فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "ڈاکٹروں کو معلوم ہو گیا کہ اب اس کی ذہنی

حالت ٹھیک ہے۔"

"وہ اتنی احمق نہیں ہے کہ اپنی موت کا سامان خود ہی کرے۔" حمید نے کہا۔ "وہ میری اصلیت سے واقف تھی۔ اس لئے اس نے مجھ پر یہ راز ظاہر کر دیا۔ ویسے تو وہ اب بھی پاگل بنی ہوئی ہے اور میں نے بھی اسے یہی مشورہ دیا ہے۔"

تلاش

گلوریا اسی شب کو پھر فریدی کی کوٹھی میں نظر آئی.... آتے وقت کمپاؤنڈ میں اس نے بڑا غل غپاڑہ مچایا تھا اور سارے نوکر غیر معمولی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ ویسے تو حمید کی موجودگی میں ہر وقت ہی وہ غیر معمولی حالات کا مقابلہ کرنے کو تیار رہتے تھے۔

بدقت تمام حمید اسے اندر لے جانے میں کامیاب ہوا تھا۔ ایکٹنگ تو اسے بہر حال کرنی ہی تھی۔ وہ اسے اوپری منزل پر تجربہ گاہ میں لایا۔

فریدی چند لمحے گلوریا کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

گلوریا بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر اطمینان ہی اطمینان دکھائی دے رہا تھا۔

"تم کیپٹن حمید کو کب سے جانتی ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"کل سے....!"

"جب تم.... بے پول میں اس کے ساتھ ناچ رہی تھی.... اس وقت تمہارا کیا خیال تھا۔"

"میں انہیں کوئی فلرٹ سمجھی تھی۔"

"پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ کیپٹن حمید ہے۔"

"کل ہسپتال میں گروہ کا ایک آدمی آیا تھا۔ ڈاکٹر سے اس نے بتایا تھا کہ وہ مجھے جانتا ہے اور وہ شیلا ڈرپن کا ملازم ہے اور ڈاکٹر سے پوچھا تھا کہ میں ہسپتال کیسے پہنچی تھی۔ تب ڈاکٹر نے میرے سامنے ہی اسے بتایا تھا کہ میرا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا اور وہاں مجھے کیپٹن حمید نے پہنچایا تھا۔"

"تم بدستور پاگل بنی رہی تھیں یا تم نے اس آدمی پر ظاہر کر دیا تھا کہ اب تمہاری ذہنی حالت قابل اعتماد ہے۔"

"بھلا میں یہ کیسے کر سکتی تھی۔ کیونکہ مجھے کار والا واقعہ یاد تھا۔ انہوں نے بڑی بے دردی سے کوئی چیز میرے بازو میں انجکٹ کی تھی اور مجھے نیچے پھینک دیا تھا.... اُف فوہ.... مجھے اس وقت ایسا ہی لگا تھا جیسے انہوں نے پگھلی ہوئی آگ میرے جسم میں داخل کر دی ہو۔ مجھے اتنا تو یاد ہے کہ گاڑی سے نیچے دھکیل دی گئی تھی۔ لیکن اس کے بعد کے واقعات ذہن سے اتر چکے ہیں۔"

"ہوں....!" فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "انہیں اس زہر پر بڑا اعتماد تھا۔ لیکن وہ بیکار ہو گیا۔ اب اگر انہیں اس کا علم ہو جائے تو وہ تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔ تم نے بڑی عقلمندی سے کام لیا۔ ہاں کیا تمہارے گروہ میں کوئی لڑکی میریا بھی تھی۔"

"نہیں یہ نام میرے لئے بالکل نیا ہے۔" گلوریا نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

فریدی میریا کا حلیہ بیان کرنے لگا۔

"نہیں جناب اس شکل و صورت کی کوئی لڑکی ابھی تک میری نظروں سے نہیں گذری۔"

"اس گروہ کا خاص مشغلہ کیا ہے۔"

"یقین کیجئے کہ مجھے اس کا علم آج تک نہیں ہو سکا۔"

"تمہارے ذمہ کیا کام تھا۔"

"شیلا کی ملازمت میں آنے سے پہلے میں گولڈن سلک ملز کے مالک کی اسٹینو تھی اور مجھے اس پر نظر رکھنے کی ہدایت دی گئی تھی.... پھر شیلا کی ملازمت میں آنے سے ایک ہفتہ قبل وہاں سے استعفیٰ دینا پڑا تھا۔ شائد وہاں کا کام پورا ہو چکا تھا.... لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ انہوں نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کیا۔"

"سیدھی سی بات ہے ضرور سمجھ میں آنی چاہئے۔" فریدی مسکرایا۔

"کیا اسلئے کہ میں پرسوں رات کیپٹن کی ہمرقص تھی۔" گلوریا نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"ظاہر ہے! وہ نہیں چاہتے کہ ان کا کوئی آدمی پولیس کی نظروں میں آئے۔ تمہیں حمید کے ساتھ دیکھ کر انہیں شبہ ہوا ہوگا۔ انہوں نے سوچا اس پودے کو جڑیں مضبوط ہونے سے پہلے ہی کیوں نہ اکھاڑ پھینکا جائے۔"

"پھر اب بتایئے مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ انہیں عدالت تک پہنچانے کی کوشش کرو۔"

"میری دانست میں جتنی بھی عمارتوں کا ان سے تعلق ہے آپ کے علم میں لائی جائیں گی۔ وہ عمارتیں مختلف اوقات میں ہیڈ کوارٹر کی حیثیت سے استعمال کی جاتی رہی ہیں۔"



تین دن تک فریدی اور حمید گلوریا کی بتائی ہوئی عمارتوں پر چھاپے مارتے رہے لیکن نہ تو کوئی گرفتاری عمل میں آئی اور نہ کوئی ایسی چیز ہی ہاتھ لگ سکی، جو اس گروہ کا قلع قمع کرنے میں مدد دے سکتی۔

ہر عمارت ہی خالی ملتی اور اس میں فرنیچر کے علاوہ اور کسی قسم کا سامان نہ ملتا۔ آس پاس والوں سے پوچھ گچھ کرنے پر معلوم ہوتا کہ دو چار دن پہلے تو وہ عمارت آباد ہی تھی۔

چوتھے دن گلوریا نے فریدی سے اس سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ "اگر میرا باہر نکلنا خطرناک نہ ہوتا تو میں انہیں ڈھونڈ نکالتی۔"

"کیا تم باہر جانا چاہتی ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ مگر میں مرنا بھی نہیں چاہتی۔"

"تمہیں کوئی پہچان ہی نہ سکے گا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔"

"میک اپ.... ایسا میک اپ کہ تمہیں تمہاری ماں بھی نہ پہچان سکے۔"

"اوہ.... تب تو بہت کچھ ہو سکے گا۔" لڑکی خوش ہو کر بولی۔

جس وقت یہ گفتگو ہوئی تھی، حمید بھی موجود تھا۔ فریدی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"دراصل ہم ایک بہت بڑی غلطی کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ پولیس کی جمعیت کے ساتھ چھاپہ مارنا سرے سے حماقت تھی، وہ ہوشیار ہو جاتے تھے۔"

"میرا خیال ہے کہ ناکامی کی یہی وجہ ہو سکتی ہے۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں جناب۔"

"اور اب میں نے سوچا ہے کہ ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا۔ چھاپے رات ہی کو مارے جائیں گے، دن کو نہیں۔"

"بڑی معقول تجویز ہے۔" حمید خوش ہو کر بولا۔

"لیکن آپ دو آدمی کیا کر سکیں گے۔" گلوریا نے کہا۔

"تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ ہم لوگ زیادہ بھیڑ بھاڑ کے عادی نہیں ہیں۔" فریدی بولا۔

بات طے ہو گئی۔ گلوریا یوریشین تھی، لیکن فریدی نے اسے سو فیصدی دیسی بنا دیا کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس میں سفید نسل کا شائبہ بھی ہوگا۔

وہ سارا دن باہر رہی اور حمید فریدی پر تاؤ کھاتا رہا۔ کیونکہ فریدی نے اسے گلوریا سے دور رہنے کی ہدایت کی تھی۔

شام کو واپس آئی اور اس نے ایک ایسی عمارت کا پتہ بتایا جو اینگل اسکوائر میں واقع تھی۔

"میں نے ایک ایسے آدمی کا تعاقب کیا تھا، جو ہیڈ کوارٹر میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ سربراہ کے احکامات اسی کے ذریعہ کام کرنے والوں تک پہنچتے ہیں۔"

"تمہیں یقین ہے کہ آج کل وہی عمارت ہیڈ کوارٹر کی حیثیت سے استعمال کی جا رہی ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں یقین ہے! پہلے یہ عمارت میرے علم میں نہیں تھی۔ آج ہی آئی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔" فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ہم دونوں بھی میک اپ ہی میں چلیں گے۔"

پھر لڑکی سے بولا۔ "اگر تمہیں ایڈونچر کا شوق ہو تو تم بھی چل سکتی ہو۔"

"مجھے لڑائی بھڑائی سے خوف معلوم ہوتا ہے۔" گلوریا کانپ کر بولی۔



حمید دیر سے فریدی کا منتظر تھا۔ اس نے اس کا میک اپ کر کے اسے تو روانہ کر دیا تھا اور خود تھوڑی دیر بعد آنے کا وعدہ کیا تھا.... وہ میونسپل ٹاور کے قریب اس کا انتظار کرتا رہا۔

ساڑھے نو بجے.... ایک خوفناک شکل کا آدمی آکر اس کے قریب کھڑا ہو گیا۔ قدو قامت سے یہ فریدی ہی معلوم ہوتا تھا لیکن لاکھ آنکھیں پھاڑنے کے باوجود بھی اس کے چہرے میں فریدی کی جھلکیاں نظر نہ آئیں، اس نے اشارے سے اسے چلنے کو کہا۔

"کمال کر دیا آپ نے.... آج رات کو مجھے بڑے ڈراؤنے خواب آئیں گے۔" حمید نے کہا۔

اس نے جیب سے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا اور حمید کے ہاتھوں میں پکڑا دیا۔ جس پر تحریر تھا۔

"یہ کچھ اس قسم کا میک اپ ہے کہ ہونٹ ہلانے سے خراب ہو جائے گا۔ لہٰذا مجھے بولنے پر مجبور نہ کرو۔ خاموشی سے چلو! میرے کسی کام میں دخل نہ دو۔"

"مار ڈالا.....!" حمید روہانسی آواز میں بولا۔ "آپ نہ بولئے گا مگر مجھے تو رونے دیجئے ادھر کچھ دنوں سے آپ میرے لئے فلاں معمہ نمبر ۴۲۰ کا کوئی جلیپائی اشارہ بن کر رہ گئے ہیں کہ خواہ قلندر بھرو خواہ چقندر بھرو، ہر حال میں ساڑھے سات غلطیاں آئیں گی اور پہلا انعام ساڑھے باون ہزار خوش نصیبوں میں برابر برابر بحساب ایک آنہ تین پائی فی کس پوری پوری ایمانداری کے ساتھ تقسیم ہو جائے گا۔"

لیکن اسے حقیقتاً کوئی جواب نہ ملا اور پھر وہ بھی خاموشی سے چلنے لگا۔ مگر کچھ دور چلنے کے بعد اس نے بوکھلا کر پوچھا۔ "کیا پیدل ہی چلیں گے۔"

جواب اثبات میں ملا اور حمید کے دیوتا کوچ کر گئے۔ یہاں سے اینگل اسکوائر کا فاصلہ ڈھائی میل سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا۔

مگر اسے ہر حال میں چلنا ہی تھا۔

اینگل اسکوائر والی عمارت کی کمپاؤنڈ تاریک اور ویران تھی۔ حمید نے سوچا کہ کہیں یہاں کتے نہ ہوں۔ لیکن پھر ان عمارات کا خیال آیا جہاں وہ اپنے تین دن برباد کرنے کے باوجود بھی کچھ نہ معلوم کر سکے تھے۔ اس کی دانست میں اس وقت کی بھاگ دوڑ کا بھی یہی انجام ہونے والا تھا۔

عمارت کی صرف ایک کھڑکی میں روشنی نظر آ رہی تھی۔

حمید نے ایک پتھر اٹھا کر کمپاؤنڈ میں پھینکا اور ایک طرف ہو گیا۔ پتھر گرنے کی آواز آئی اور اسکے بعد پھر وہی پہلے کا سا سکوت طاری ہو گیا۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ کمپاؤنڈ میں کتے نہیں تھے۔

پھاٹک سلاخوں دار تھا۔ اس لئے اسے کھول لینے میں دشواری نہیں پیش آئی، دوسری طرف قفل بھی نہیں تھا۔

کمپاؤنڈ سے گذر کر وہ پورچ میں پہنچے اور وہاں سے برآمدے میں۔ برآمدے میں اندھیرا اور زیادہ گہرا ہو گیا تھا۔

حمید دروازے ٹٹولنے لگا۔ لیکن اچانک اسے اپنی بائیں کنپٹی پر کسی ٹھنڈی سی چیز کا دباؤ

محسوس ہوا اور ساتھ ہی سرگوشی سنائی دی۔ "خبردار..... آواز نہ نکلے۔"

اس نے سوچا ظاہر ہے کہ فریدی کا بھی یہی حشر ہوا ہوگا۔ یا ممکن ہے وہ نکل ہی گیا ہو۔ وہ اپنے دل کی دھڑکنوں کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں سن رہا تھا۔ یہ دل کی دھڑکنیں بھی اس [illegible] آوازیں ہی معلوم ہو رہی تھیں۔

پھر ایک دروازہ کھلا اور ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے ہٹ کر کمر سے جا لگی۔

"چلو.....!" غرائی ہوئی سی آواز میں کہا گیا۔ سامنے راہداری میں خاصی روشنی تھی۔ فریدی آگے تھا اور ایک آدمی اس کی کمر سے بھی ریوالور لگائے ہوئے چل رہا تھا۔

پھر وہ ایک بڑے سے ہال میں پہنچے..... جہاں ایک نقاب پوش پہلے سے موجود تھا۔ وہ دونوں آدمی جو انہیں یہاں تک لائے تھے پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن ان کے ریوالوروں کا رخ انہیں کی طرف رہا۔

"ارے مار ڈالا.....!" دفعتاً حمید کے منہ سے نکلا۔ "بُرے پھنسے۔"

اسے ایک دروازے میں گلوریا نظر آئی تھی، جواب میک اپ میں نہیں تھی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ لیکن اس مسکراہٹ کو زہر آلود ہی کہا جا سکتا تھا۔

اچانک نقاب پوش نے قہقہہ لگایا اور پھر بولا۔ "دیکھا تم لوگوں نے۔ میک اپ کر کے آئے تھے۔ تم لوگ بھی ایکٹر ہو۔ لیکن گلوریا تم سے بھی زیادہ کامیاب ایکٹرس ہے۔ کیسا الو بنایا نہیں..... کرنل فریدی..... کیپٹن حمید..... ہونہہ یہ وہی جوڑا ہے جس سے بڑے بڑے کانپتے ہیں لیکن میں آج تمہیں چیونٹیوں کی طرح مسل کر رکھ دوں گا۔"

"کرنل.....!" گلوریا کی آواز ہال میں گونجی۔ "اب میں یہاں تمہارے ایک سوال کا جواب دے سکتی ہوں۔ تم نے مجھ سے میریا کے متعلق پوچھا تھا۔ ہاں وہ میری ایک بہت پیاری دوست تھی، لیکن محض تمہاری بدولت اسے اپنے ہی ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے سلانا پڑا تھا۔ میں نے اسے مارا تھا۔"

"سن رہے ہیں۔" حمید نے فریدی کو گھور کر کہا۔ "کچھ تو بولئے۔ یا یہاں بھی ہونٹ ہلانے سے میک اپ تباہ ہو جائے گا۔"

وہ کچھ نہ بولا۔

"ان دونوں کو ختم کر دو۔" دفعتاً نقاب پوش نے کہا اور بڑی تیزی سے دو فائر ہوئے۔ دو

چیخیں ہال میں گونجیں.... حمید فرش پر گر کر تڑپ رہا تھا۔

لیکن پھر اسے سچ مچ اپنی بوکھلاہٹ پر رونا آگیا۔ کیونکہ نہ تو وہ اس کی چیخ تھی اور نہ اس کے گولی ہی لگی تھی۔ البتہ اس نے ان دونوں آدمیوں کو تڑپتے دیکھا جو انہیں برآمدے سے ہال میں لائے تھے۔

اور فریدی نقاب پوش سے گتھا ہوا تھا.... حمید نے دوڑ کر گلوریا کو پکڑ لیا، جو شائد بھاگنے ہی کی تیاری کر رہی تھی۔

حمید کا اندازہ تھا کہ عمارت میں ان دونوں آدمیوں کے علاوہ اور کوئی بھی موجود نہیں ہے، ورنہ فائروں کی آواز پر کوئی نہ کوئی ضرور آتا۔ مگر فائر کس نے کئے تھے؟

گلوریا اس کی گرفت سے نکل جانے کے لئے زور کر رہی تھی۔

"ارے.... ارے.... تم اتنی بور کیوں ہو رہی ہو ڈارلنگ.... آؤ رمبا ناچیں۔"

"چھوڑ.... دو.... مجھے چھوڑ دو....!"

"بھلا چھوڑ دینے سے مجھے کیا فائدہ ہوگا۔" حمید نے مایوسی سے کہا اور ناچنے کے سے انداز میں سے جھنجھوڑنے لگا۔ پھر بولا۔ "گاتی بھی رہو....!" اور ساتھ ہی اس کے بال پکڑ کر ایک زور دار جھٹکا دیا۔ وہ بے ساختہ چیخ پڑی اور حمید بولا۔ "ہاں یہ تان خاصی تھی.... چلو اب دوسری۔"

دفعتاً اس نے دیکھا کہ نقاب پوش نے فریدی کو گرا لیا ہے۔

اس نے ریوالور نکالنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ بائیں جانب سے آواز آئی۔

"بہت خوب.... بہت اچھے جا رہے ہو۔"

حمید بے ساختہ اچھل پڑا.... یہ فریدی کی آواز تھی اور فریدی تو ایک دروازہ میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ پھر یہ کون تھا، جو یہاں تک اسکے ساتھ آیا تھا اور اب نقاب پوش اسے رگڑے دے رہا تھا۔

نقاب پوش نے بھی مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر اسے چھوڑ کر گلوریا کو گالیاں دیتا ہوا فریدی کی جانب دوڑا۔

لیکن فریدی کا ایک ہی گھونسہ اسے ہال کے وسط میں لے آیا اور حمید گلوریا کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر گانے لگا۔

"کر کے بدنام میری نیندیں حرام کہاں چلا گیا۔

ابے کہاں چلا گیا۔"

پھر نقاب پوش کو دوبارہ اٹھنا نصیب نہیں ہوا.... فریدی کی ٹھوکریں برابر اس کے سر پر پڑ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ لمبا لمبا لیٹ گیا۔

"نقاب ہٹاؤ۔" فریدی نے حمید سے کہا اور دوسرے آدمی سے بولا۔ "وحید تم لڑکی کو سنبھالو۔"

تو یہ وحید تھا۔ حمید کے محکمے کا ایک معمولی کانسٹیبل! لیکن ڈیل ڈول فریدی ہی کا سا رکھتا تھا۔ اسی لئے حمید دھوکا کھا گیا تھا۔

وحید نے گلوریا کی کلائیاں پکڑ لیں، اور حمید دل ہی دل میں "سرداؤد.... سرداؤد" رٹتا ہوا بیہوش نقاب پوش کی طرف بڑھا۔ لیکن خدا کی پناہ۔ نقاب ہٹاتے ہی وہ اس بُری طرح اچھلا جیسے فرش پر خنجر اگ آئے ہوں۔ کیونکہ بے بیہوش نقاب پوش سرداؤد کی بجائے رائفل کلب کا سیکریٹری گراہم نکلا تھا۔



دوسری صبح حمید کے لئے خوشگوار نہیں تھی۔ کیونکہ اسے پچھلی رات جاگ کر ہی گذارنی پڑی تھی.... اور پھر صبح ہی سے فریدی کیساتھ لگ جانا پڑا تھا۔

فریدی نے گلوریا کی نشاندہی پر کئی عمارتوں پر چھاپہ مارا اور کام کی بہتیری چیزیں برآمد کیں۔ اس کے ساتھ ہی کچھ گرفتاریاں بھی عمل میں لائی گئیں۔ لیکن حمید کو فریدی سے تفصیلی گفتگو کا موقعہ نہ مل سکا۔ اس دوران میں کئی بار ایسا بھی ہوا تھا کہ فریدی ایک آدھ گھنٹہ کے لئے اس سے الگ ہو گیا تھا.... اور اس وقت بھی حمید اس توقع پر گھر کی طرف چل پڑا تھا کہ اب اس سے گھر ہی پر ملاقات ہوگی.... لیکن گھر پہنچ کر بھی نو بجے تک اسے اس کا انتظار کرنا پڑا.... پلکیں نیند کے مارے جھکی پڑ رہی تھیں۔ لیکن اس کیس کی تفصیل سننے کیلئے وہ اپنے ذہن سے لڑتا ہی رہا تھا۔

نو بجے فریدی واپس آیا اور وہ سارا کام نپٹا کر ہی آیا تھا۔

"یہ بات ہمیشہ یاد رہے گی کہ آپ نے مجھے اس طرح اُلّو بنایا تھا۔" حمید نے کہا۔

"غالباً تمہارا اشارہ وحید والے معاملہ کی طرف ہے۔"

"آخر اس کی کیا ضرورت تھی۔ اگر ضرورت تھی بھی تو مجھے بتا دینے میں کیا حرج تھا۔"

"بیک وقت دو سوال؟ خیر سنو! میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ اس لڑکی کے فقرے پر

آجاتا.... جو لوگ میریا اور برونوف کو قتل کر سکتے تھے وہ بھلا انجکشن وغیرہ کا کھڑاگ کیوں پھیلاتے! میریا اور برونوف سے انہیں خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ ان کے ذریعہ راز افشاء ہو سکتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے ان کو ختم کر دیا۔ یہی چیز اس لڑکی کے لئے بھی ہو سکتی تھی۔ پھر وہ تو شروع ہی سے مجھے ٹھکانے لگا دینے کی فکر میں تھے پھر میں کیوں نہ محتاط ہو جاتا۔"

"قصہ کیا تھا....!"

"بلیک میلنگ.... گراہم بہت عرصہ سے یہ کاروبار کر رہا تھا.... لیکن کوئی ایسا کیس میرے سامنے نہیں آیا تھا، جس کے ذریعہ اس تک پہنچنے کے امکانات ہوتے۔ اتفاق سے لیڈی داؤد کی خودکشی نے اس کا ایک کھیل بگاڑ دیا اور جب اس نے دیکھا کہ اس کی تفتیش میرے سپرد کر دی گئی ہے تو اس نے مجھے ہی راستے سے ہٹا دینے کی کوشش شروع کر دی۔ حالانکہ اگر وہ اس چکر میں نہ پڑتا تو شائد مجھے اس تک پہنچنے کے لئے مثال کے طور پر دو چار جنم لینے پڑتے.... مگر وہ مجھے اپنی راہ پر دیکھ کر بوکھلا گیا تھا اور اسی بوکھلاہٹ میں اس سے گلوریا والی حماقت بھی سرزد ہو گئی اور میرا ہاتھ اس کے گریبان تک پہنچ ہی گیا۔ اس نے برونوف کو بھی بلیک میل کر کے قابو میں کیا تھا۔ ٹھہرو لگے ہاتھوں تمہیں برونوف کے متعلق بھی بتاتا چلوں.... برونوف روس کا ایک باغی جاسوس تھا جس کے سر کی قیمت لگا دی گئی تھی۔ دنیا کی کئی حکومتیں اسے زندہ یا مردہ اپنے قبضہ میں دیکھنا چاہتی تھیں۔ پچھلی جنگ میں وہ روس کے لئے کام کرتا رہا تھا۔ پھر نازیوں سے جا ملا تھا۔ پھر نازیوں کو بھی دھوکا دے کر انگریزوں کے پاس چلا آیا تھا۔ پھر اس کے پاس سے جاپان کی طرف نکل بھاگا اور بہت دنوں تک جنرل ٹوجو کے لئے کام کرتا رہا۔ جنگ ختم ہونے پر اس نے دوسرا ذریعہ معاش تلاش کر لیا۔ یہ تھا مالدار عورتوں کو پھانس کر ان کی دولت پر ہاتھ صاف کرنا۔ مغربی جرمنی میں اس نے کئی خاندان تباہ کر دیئے تھے لیکن فرانس میں قلعی کھلنے سے پہلے ہی یہاں چلا آیا تھا۔ گراہم شاید اس کی ہسٹری سے واقف تھا۔ لہٰذا اس نے اسے بلیک میل کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ گراہم کے لئے امیر گھرانوں کی عورتوں سے دوستی کرتا اور پھر وہ عورتیں بلیک میل کی جاتی تھیں.... مگر برونوف ہی گراہم کا کفن ثابت ہوا۔ اس نے اس دوران میں دو عورتوں کو شکار کیا تھا۔ لیڈی داؤد اور شیلا درپن۔ لیکن دونوں ہی کا انتخاب غلط ہوا تھا۔ لیڈی داؤد کے پاس اس کی اپنی کوئی نجی رقم نہیں تھی کہ وہ ان لوگوں کے مطالبات پورے کر سکتی۔ سر داؤد سے اسے جو بھی

رقومات ملتی تھیں ان کا وہ باقاعدہ طور پر حساب رکھتا تھا اور لیڈی داؤد بھی اسے حساب دیتے رہنے کی عادی تھی۔ گراہم نے اس کی اور برونوف کی کچھ قابل اعتراض تصاویر حاصل کر لی تھیں اور اسے ہر ایک کا نمونہ بھیج کر دھمکی دی تھی اگر اس نے ایک ہفتے تک نصف لاکھ روپیہ نہ فراہم کیا تو وہ تصاویر چھپوا کر شہر میں تقسیم کرا دی جائیں گی۔ لیڈی داؤد نے غالباً سوچا ہو گا کہ وہ ایک مستقل عذاب میں پڑ گئی ہے جس سے پیچھا چھڑانے کا واحد ذریعہ خودکشی ہی ہو سکتی ہے۔ میریا اس لئے رکھی گئی تھی کہ وہ لیڈی داؤد پر نظر رکھے اور اسے پولیس سے سلسلہ جنبانی نہ کرنے دے۔ گراہم کو توقع نہ رہی ہو گی کہ وہ خودکشی ہی کر لے گی۔ ورنہ وہ کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرتا۔ کوئی نئی راہ نکالتا۔ لیڈی داؤد کے پاس زہر کی شیشی میریا نے بھی دیکھی ہو گی اور اس کی اطلاع گراہم کو دی ہو گی، اس پر گراہم نے بوکھلا کر سر داؤد کو ڈی لکس میڈیکل اسٹور کے مالک کی حیثیت سے فون کیا ہو گا تاکہ یہ خودکشی ہر حال میں رک جائے.... رہی شیلا تو وہ ابھی اس اسٹیج پر نہیں پہنچی تھی جس سے لیڈی داؤد گذر چکی تھی۔ اگر پہنچتی بھی تو کیا ہوتا۔ گراہم ہی کو منہ کی کھانی پڑتی۔ کیونکہ وہ دوسری قسم کی عورت ہے۔ اگر ضرورت پڑ جائے تو سرِعام برہنہ رقص شروع کر دے گی۔ اسے کوئی کیا بلیک میل کرے گا۔ شائد وہ گراہم کو ناکوں چنے چبوا دیتی۔ بہرحال اس کا معاملہ جہاں تھا وہیں رہ گیا۔!"

"ان دونوں کے علاوہ اور بھی تھیں۔" حمید نے پوچھا۔

"نہ جانے کتنی ہوں گی حمید صاحب۔ گراہم کے پاس نہ جانے کتنے ذرائع تھے جن سے ان کا بزنس چلتا تھا۔ مثال کے طور پر کچھ ایسے نوجوان اور خوش شکل آدمی تھے جن کا کام محض خط و کتابت کرنا تھا۔ یہ مالدار گھرانوں کی لڑکیوں سے قلمی دوستی کرتے تھے۔ اس قلمی دوستی میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جب تحریری معاشقے چلنے لگتے ہیں۔ گراہم معاشقہ والے خطوط کو بہت احتیاط سے رکھتا تھا اور جب ان لڑکیوں کی شادی ہو جاتی تھی تو انہیں بلیک میل کیا جانے لگتا تھا۔ انہیں دھمکی دی جاتی تھی کہ اگر انہوں نے گراہم کے مطالبات پورے نہ کیئے تو وہ قابل اعتراض خطوط ان کے شوہروں تک پہنچا دیئے جائیں گے۔"

"ریٹائرڈ ہونے کے بعد میں بھی یہی کروں گا۔ میرے پاس بھی سینکڑوں عشقیہ خطوط ہیں۔" حمید نے کہا۔

"نہیں حمید اتنی بے دردی سے نہ ہنسو.... یہ مسئلہ بڑا دردناک ہے۔ پچیس سال سے پہلے لڑکیوں کو عقل نہیں آتی اور والدین کا یہ عالم ہے کہ وہ ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ یا پھر ان کے اذہان پر غلط قسم کی مغربیت طاری ہوتی ہے یا پھر وہ اس کے قائل ہوتے ہیں کہ پودوں کے پھیلنے اور بڑھنے کے لئے کھلی ہوا اور روشنی ضروری ہے، مگر مثال برائے مثال ہی ہونی چاہئے! آدمی پودا نہیں ہے۔ پابندیوں ہی میں اس کی نشوونما بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ پابندیوں ہی نے اُسے ادنیٰ حیوان سے آدمی بنایا تھا اور پابندیاں ہی اس میں سلامت روی برقرار رکھ سکتی ہیں۔"

"کیا میں پچیس سال سے کم کی لڑکی ہوں۔" حمید نے جھلا کر پوچھا۔ "یا والدین ہوں.... جایئے سو جایئے! اور اسے لکھ لیجئے کہ نہ آپ کبھی والد ہو سکیں گے اور نہ.... بھلا لڑکی کیوں ہونے لگے.... اچھا ٹاٹا.... مجھے نیند آ رہی ہے۔"

ختم شد